

# THE LIFE OF CHRIST

## حیاتِ المسیح

مترجمہ و مؤلفہ

پادری طالب الدین صاحب بی۔ اے (مرحوم)



پنجاب ریجنل بک سٹور

انارکلی - لاہور

P. R. B. S., ANARKALI - LAHORE

# حیاتِ ابرح

مترجمہ و مؤلف

پادری طالب الدین صاحب بی۔ اے (مجم)

پنجاب ریحس بک سوسائٹی

انارکلی۔ لاہور

۱۹۶۶ء

تعداد ۱۰۰۰

بار چارم

# حیات المسیح

## پہلا باب

### آمد آمد کی خبر

جہان کو روشن کرنے والے مسیح جس نے ابھی رات کی تاریکی کو اپنی کرنوں سے دور نہیں کیا تھا کہ مہیکل کے کار گزار اپنے اپنے کام میں مصروف ہونے کی تیاری کرنے لگے۔ وہ اپنے دشمنوں کے مطابق ہر صبح ایک مکان میں جمع ہوا کرتے تھے تاکہ ان میں سے ہر کامن قعر کے وسیلے سے دن بھر کے لئے اپنی خاص خدمت برقرار کیا جائے۔ یہ طریقہ اس واسطے اختیار کیا گیا تھا کہ وہ سب کی نگاہ سے محفوظ رہیں اور چھپائی بڑائی کا خیال ان کی لگاؤ میں رخنہ نہ ڈالنے پائے۔ قعر چارم تہہ ڈالا جاتا تھا، اور قعر مہیکل کا دروازہ کھلنے سے پیشتر اور دو قعر دروازہ کھلنے کے بعد پہلا قعر ڈالنے کے وقت وہ آگ کا شعلہ اپنی روشنی دیا کرتا تھا جو چراغِ نوری کی طرح مذبح پر جلتا ہوا اپنی

# فہرس

باب	مضمون	صفحہ
۱	آمد آمد کی خبر	۳
۲	آنحوش مادر اور خاموش تربیت	۲۱
۳	قوم اور زمانہ کی حالت	۵۳
۴	تیاری کی آخری منزلیں	۶۷
۵	اُس کے کام کے حصے	۸۷
	گناہی کا سبیل	۸۹
۶	دوسرا سال۔ قبولِ عام	۹۵
	سچ کی تعلیم اور اُس کی تاثیر	۱۰۹
۷	مخالفت کا سال	۱۴۹
۸	کام کا خاتمہ	۱۷۶



کہیں چاندوں طرف پھسلاتا تھا۔ دوسرا قرعہ اُس وقت ڈالا جاتا تھا جبکہ صبح صادق رات کی تاریکی کا پردہ اٹھا کر اپنے جمالی جہاں اُردا سے دُنیا کو روشن کرتی تھی۔ اس موقع پر وہ لوگ اپنی اپنی خدمت پر مقرر ہوئے تھے جو ثربانی چڑھانے اور سونے کے شمعوں کے آگے آگے آگے اور بخور کے نرج کے سنداوت سے کام کرتے تھے۔ اس کے بعد ترہ لایا جاتا تھا تاکہ بڑے خور سے دیکھا جائے کہ آیا وہ قربانی کے لائق ہے یا نہیں اور اگر اُس میں عثروری مغنیس پائی جاتی تھیں تو اُس پر سونے کے پیالے سے پانی ڈال کر اور اُس کا مُنہ مغرب کی جانب کرتے اُسے مدح کے شمالی حصے پر باندھ کر رکھ دیتے تھے۔ اس بُرمانہ طریقے کی نسبت پر روایت جاری تھی کہ ابراہیم نے بھی امتحان کو اسی طرح قربان کرنے کے لئے باندھا تھا۔

اُرد پھر جب قربانی مدح کے لئے تیار کی جاتی تھی تو اُس غریب میں مقررہ کی کاہن پاک جبکہ کو آراستہ کر دیتے تھے تاکہ وہاں بخور چلایا جائے جو کہ اسرائیل کی نبیوں کی ہوتی دھماؤں کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ اس موقع پر تیسری دفعہ جیسی ڈالی جاتی تھی اور اُس کا یہ مقصد ہوتا تھا کہ اُس کے دینے سے وہ شخص چُنا جائے جو بخور چلانے کی خدمت کو انجام دے۔ یہ کام پھر پھر میں صرف ایک مرتبہ نصیب ہوا کرتا تھا۔ اس وقت تمام کاہن دعا مانگتے اور اپنے عقیدے کا اقرار کیا کرتے تھے۔ جس دن کا ذکر ہم کر رہے ہیں اُس دن چھٹی ایک ایسے کاہن کے نام ملتی جو اُس دُنیا کے سفر کی کم از کم ساٹھ منزلیں طے کر چکا تھا وہ زکریا کاہن تھا۔ اگرچہ وہ اس سے پہلے کبھی بخور چلانے کی خدمت

کے لئے منتخب نہیں ہوا تھا تو بھی سبکی کے خرام اُس سے نا آشنا نہ تھے کیونکہ کاہنوں کا ہر گز وہ سال میں دو دفعہ سبکی کی خدمات میں مصروف ہوا کرتا تھا اور کاہن لادلوں کی طرح بڑھاپے کے سبب سے معزول نہیں کیے جاتے تھے، پھر بھی کئی باتوں کے سبب سے اُس میں اور دیگر کاہنوں میں بڑا فرق پایا جاتا تھا مثلاً اُس کا گھر اُن بڑے بڑے شہروں میں نہ تھا جو کاہنوں کی سکونت گاہ سمجھے جاتے تھے، وہ ایک چھوٹے سے گاؤں کا رہنے والا تھا جو اُس کو ہستانی علاقے میں آباد تھا، جو یروشلم کے جنوب میں واقع تھا، اگر وہ ہر طرح سے عزت کے لائق تھا کیونکہ اولیٰ تو کاہن ہوتا ہی بڑے فخر کا باعث سمجھا جاتا تھا اور پھر جب کوئی کاہن کسی عذر سے کاہن کی لڑکی سے شادی کر لیتا تھا تو اُس کی عزت اور بھی بڑھ جاتی تھی۔ تو ۵۸۰: ۵۹۰ و ۶۱۰

۶۶ و ۶۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ زکریا اپنے علاقہ میں نزدیک و دور خوب مشہور تھا۔ اُس کے پڑوسی اُس کے معاملات میں دلچسپی لیتے اور اُس کے ساتھ کمال تعظیم سے پیش آتے تھے۔ وہ اُرد اُس کی بیوی الیشبعہ کے احکام اور فراموشی کے بجا لانے میں دل و جان سے کوشاں تھے جن کا بچا لانا اُن پر فرض تھا۔

لیکن زکریا کا دل بڑھ گیا کیونکہ اُس کی بیوی بانجھ تھی۔ اس میں شک نہیں کہ اُس نے اس معاملے میں کئی سال تک دست و پا دھونے کا کیا جو کہ اُرد الیشبعہ نے اپنی بے اولادی سے بار بار غم کھایا ہوگا کیونکہ عورت کے دم کا بند ہونا اُن دنوں بڑی بے عزتی کا باعث سمجھا جاتا تھا۔ ہر خاتون یہ امید رکھتی تھی کہ شاید میرے ہی بدن سے

مسیح پیدا ہو اور اسراہیل کی امیدیں برپا ہوں

لیکن اس وقت زکریا کے دل میں اولاد کا خیال نہ تھا بلکہ اس عظیم خدمت کے خیال میں جو اس کے بیٹے کی گئی تھی بھہر گیا۔ اسے بخیر چلا تا تھا اور اس وقت وہ اسی کے دھیان میں مگن تھا کہ بخیر چلائے سے پہلے اسے اپنے دوستوں یا عزیزوں میں سے دو اور شخصوں کو مدد کے لئے چننا تھا۔ ان میں سے ایک کا کام یہ تھا کہ وہ بخیر کے مذبح کو صاف کر کے یا یوں کہیں کہ گزشتہ شام سے جو کچھ مذبح پر رکھا تھا اسے ہٹا کر اور سجدہ کر کے چلا جائے اور دوسرا مسیحی قربانی کے مذبح پر سے دیکھتے ہوئے کھٹکے لے کر ان کو بخیر کے مذبح پر بچھائے اور پھر وہ بھی سجدہ کر کے نکل جائے۔ یہ دونوں شخص اپنا اپنا کام کر کے چلے گئے۔ اب زکریا وہ ایک سوئے کا بخیر وہاں ہاتھ میں لئے پاک جگہ میں کھڑا تھا جو سات شاخوں والے شمعدان کی روشنی سے نورانی ہو رہی تھی۔ اس کے سامنے اور اس پردے کے پاس جو پاک ترین جگہ کے سامنے رکھا تھا سونے کا مذبح رکھا تھا جس پر دیکھتے ہوئے کو شکہ چک رہے تھے اس کی فنی طرف نظر کی دھڑکیوں کی میز پر تھی اور اس کی بائیں جانب سونے کا شمعدان دھڑا تھا۔ اب زکریا خاموش کھڑا اس اشد سے کا انتظار کر رہا تھا جو یہ خبر دیا کرتا تھا کہ مذبح پر بخیر ڈالنے کا وقت آ گیا ہے۔ کاہن اور دیگر اخصاص مذبح سے الگ ہو کر اور اندر سے جھنڈے لگا کر چپ چاپ دھڑا مانگ رہے تھے اور جب تک بخیر کو آگ نہ لگی زکریا وہیں کھڑا رہا اور اگر ایک روایا اس پر نکلا ہوتا ہوتی تو وہ بھی سجدہ کرتے

نکل رہا تھا مگر اس عجیب رویہ کے سبب سے نہیں کھڑا رہا اور وہ دیا یہ تھی کہ اس نے سونے کے مذبح اور شمعدان کے درمیان ایک فرشتے کو دیکھا۔ آگے بھٹی کسی کاہن کو بخیر چلائے وقت اس قسم کی رویہ کا نظام نصیب نہیں ہوا تھا تو بھی جس وقت کوئی کاہن خدا کے حضور چایا کرتا تھا تو لوگوں کے دل خوف سے کانپ اٹھتے تھے اور اگر اس کے آنے میں تاخیر ہو جاتی تھی تو وہ آمد بھی ٹھہرانے لگ جاتے تھے۔

زکریا یہ رویہ دیکھ کر ڈر گیا اور جب فرشتے نے اسے اس کی دعائیں اور امیدیں یاد دلایں اور کہا کہ وہ اب پوری ہوں گی تو وہ حیرت کا چلا بن گیا۔ اسے بتایا گیا کہ جو پاک اس کے ال پیڈا ہوگا اس کا نام یوحنا تھا خدا امیران سے رکھا جائے گا اور اس کے سبب سے نہ صرف ماں باپ بلکہ غیروں کے دل بھی شادمان ہوں گے۔ وہ خدا کے حضور میں بزرگ آدمہ سمسون اور سمبول کی طرح عمر بھر کے واسطے خدا کا نذیر ہوگا اور ماں کے پیٹ ہی سے الٹی خدمت کے لئے مخصوص کیا جائے گا۔ وہ ایک طرح سے سمسون اور سمبول سے بھی بڑھ کر ہوگا کیونکہ اس میں خدا کی قدرت بیرونی اور باطنی ہر دو صورت میں نمایاں ہوگی کیونکہ وہ اسی وقت سے جبکہ زندگی کا دم اس میں پھونکا جائے گا روح القدس سے بھر جائے گا۔ سمسون کی طرح خدا کی قدرت سے مامور ہو کر ان دشمنوں کی جڑ پر گھبراہٹ لگے گا جن کی روح کئی خدا کو منکر ہے اور سمبول کی طرح بدت سے بنی اسرائیل کو خدا کی طرف رجوع کرے گا اور یوں ان دونوں بزرگوں



کی کچھ چیزیں تھیں جو کہ ہر جہاں کے الیاس کو کربل پر ان سے ملنے  
ہوئے تھے۔ یہ تو اس کے مطابق الیاس کی طاقت کے ساتھ تسبیح کے ظاہر  
ہونے سے پہلے نمودار ہو گا اور الیاس کے دوبارہ آنے کے عمومی اصول  
کو پورا کرے گا اور اس صورت میں یہ نیا الیاس خود لوہے کے لئے ایک  
گروہ تیار کرے گا۔

اب جس طرح وہ فرشتے کی شکل دیکھ کر دریا سے ہجرت میں  
دوب رہا تھا اسی طرح اس کے الفاظ سن کر تعجب سے بھر گیا اور  
کچھ وقت تک اس کا مطلب سمجھنا اس کے لئے مشکل ہو گیا۔ لہذا ایک  
نیالی وقت سے اس کے دل میں جاگزیں تھا اب پھر دل میں کشاکش  
رہا تھا کہ وہ جیسے کا نیالی تھا۔ وہ سوچتا تھا کہ اس بڑھاپے میں  
یہ کہاں ممکن ہے کہ میں اس کم اعتقادی کے باعث اس نے جو کچھ  
فرشتے سے سنا تھا اس کا نشان مانگا۔ اس کو یہ نشان دیا گیا کہ  
وہ گوندگا ہو گیا پر چونکہ یہ نشان بے اعتقادی کی دغا کا نتیجہ تھا اس  
لئے اسے ایک طرح نہ کیا کہ اس کا سمجھنا چاہئے کہ وہ ایک دوسرے  
معنی میں اس جماعت کے لئے ہر مشکل میں منتظر کھڑی تھی اور البتہ  
کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جو نہ کیا یہ سے واقعہ تھے اور خود  
نہ کیا یہ کاہن کے لئے بھی اس کی نواہ کی تنہائی اور گوشہ نشینی میں  
ایک حقیقی نشان تھا۔ ان ایک ایسا نشان تھا جو اس وقت جب  
کہ اس کی زبان کھلی گئی آگ کے شعلے کی طرح جھک اٹھا۔ نہ کیا یہ کو  
ہیکل میں بھرتل کے برخلاف زیادہ دیر لگی۔ لوگ دعا مانگ چکے تھے اور  
اب پاک جگہ کی طرف کھڑے دیکھ رہے تھے۔ آخر کار نہ کیا یہ

پاک جگہ سے باہر آیا اور ان بیڑیوں پر کھڑا ہوا جو ہیکل کے سامنے  
سے کاہنوں کے صحن کی طرف جاتی تھیں اور وہاں کاہنوں کی برکت کے  
کلمات اور ان کا چاہتا تھا کہ وہ پہلے وہ برکت دی جاتی تھی جو کہ  
۶۴-۶۵ میں مذکور ہے اور پھر مذکور کی قربانی چڑھائی جاتی تھی  
اور تبادون کے ساتھ چھوڑنا لکھنے کے مزامیر خوش آواز سے شروع  
کئے جاتے تھے۔ قربانیوں کے ٹکڑے مذبح پر حسب ترتیب چھ  
کئے جاتے اور کاہن بیڑیوں پر صفت باندھے جاتے نیز عابدوں  
کی جماعت منتظر کھڑی تھی۔ نہ کیا یہ بولنا چاہتا تھا پھر بول نہیں سکتا  
تھا کیونکہ ابھی اس نے محسوس نہیں کیا تھا کہ گویائی کی طاقت مجھ  
سے بالکل جاتی رہی ہے لیکن لوگوں نے اس کی خاموشی سے جان  
لیا کہ اس نے ہیکل میں کوئی نہ کیا دیکھی ہے۔ لہذا وہی دیر کے بعد  
کاہن اور دیگر اشخاص قریب پر چلے گئے۔ بعض عقل کو اور بعض یرکھ  
کو اور بعض اپنے اپنے گاؤں کی طرف چلے گئے مگر خدا نے اپنے  
معدہ کو جو فرشتے کے وسیلے سے کیا تھا وقت معینہ پر پورا کیا۔  
اب البتہ کو حاملہ ہوئے قریب پانچ ماہ گذر گئے تھے کہ ایک  
دینی قاصد اس کی درشت اور مریم کے پاس ہو ٹک گاہل میں رہا  
کہتی تھی ایک عجیب پیغام کے ساتھ آیا۔ وہ قاصد چہر ش تھا۔  
اس وقت وہ صبیحے کے مذبح اور شمع دان کے درمیان جہاں شلوت  
اور جلال شری پیچیدگی سے اپنا جلوہ دکھاتے تھے نمودار نہ ہوا بلکہ  
شہر نامہ ریت میں ایک غریب شخص کی چھوٹی سی میں ظاہر ہوا۔ اس  
غیر معمولی نظارے کو دیکھ کر مریم پر خوف چھا گیا ہو گا پھر وہ اس

عجیب خاصہ کی صورت سے اس قدر مختصر نہیں ہوئی جس قدر اس  
کلام سے جو اس قاعدہ کے تحت سے نکلا اور جس کے وسیع سے ایسی  
بے نظیر برکت کی خبر اس کو دی گئی جو کبھی اس کے خواب و خیال میں  
میں بھی نہ آئی تھی۔ سلام محمد کو البتہ یہ الفاظ تو کچھ غیر معمولی نہ تھے  
کیونکہ سلام کرتے وقت عموماً یہی الفاظ استعمال کئے جاتے تھے اور نہ  
کوئی ایسی عجیب بات الفاظ "خداوند تیرے ساتھ ہے" سے ظاہر ہوتی  
تھی کیونکہ اس سے ان شخصوں کا رول کا سماں جو زمانہ ماضی میں فرشتے  
کی امداد سے وقوع میں آئے تھے انکھوں میں پھر جانا تھا مگر یہ کہنا  
کہ "خدا کی طرف سے تجھ پر فضل ہوا ہے" کسی بہت ہی بڑی نعمت  
کی خبر دیتا تھا اور اسی خیال نے اسے حیرانی میں ڈال دیا پر یہ حیرت  
غالباً اس لئے نہیں ہوئی کہ وہ اپنے اہل اس کو دیکھ کر یہ کہتی تھی کہ  
مجھے ایسی بے بس و بے کس کو کب ایسی برکت مل سکتی ہے بلکہ  
اس لئے کہ وہ اپنی ذاتی اور اندرونی غریبی کو فرتنی سے محسوس  
کر رہی تھی، جب وہ اس حیرت افزا کلام کو جو فضل الہی کا پتہ  
دیتا تھا سن کر حیران ہوئی تو فرشتے نے اس فضل کی تفصیل بیان کی اور  
بتایا کہ وہ کس طرح حاملہ ہوئی اور اس لڑکے کا نام جو اس سے پیدا  
ہو گا کیا رکھا جائے گا اور کہ وہ نام کس طرح اس کے کام بردار لائے  
کرے گا۔ فرشتے نے اس کی لامحدود عظمت کو بھی اس پر ظاہر کیا اور بتایا کہ  
وہ خدا کا بیٹا کہلائے گا اور اس میں وہ امید برائے کی جس کا وعدہ  
مٹے ہوئے نہیں وہ سمجھ کے بہت ہوئے اور اس دنیا میں مہجورانہ طور پر گئے  
سے ہمیشہ ٹھوکر کھاتے ہی اور چمکے ہمیں امید ہے کہ کتابہ حیاتِ الہیہ ہمارے

داؤد کے ساتھ کیا گیا تھا یعنی اس میں داؤد کے خاندان کی بادشاہی  
ہمیشہ ملک قائم رہی اور اس کی کوئی استقامت ہو گی، یہ کوئی ایسی بات نہ تھی  
و بقدر لوٹ صفر ۱۰ ہندو و بھائیوں اور مسلمان دوستوں کے مطالعہ سے بھی گذرے گی  
لذا ہم ان کے لئے چند سطروں میں امر یہ تحریر کرنا چاہتے ہیں جو ایک ایسی لائق آن کاوش  
میں جس کا مقصد فقط یہ ہے کہ خداوند سبحان کی انسانی زندگی کے واقعات کو ترتیب  
وقت کے مطابق ناظرین کے سامنے رکھے تاکہ وہ اس کے مطالعہ سے ناگہانہ انگڑیاں  
اس قسم کی بحث کے لئے جگہ نہیں پر بہت شدہ طور پر چند خیالات پر بیان کریں۔  
مقتل بحث کے لئے جو مبنی کے طور پر عام کیا تھا صاحب کی لائف آف کرائسٹ کا  
لاحظہ کرنا چاہیے جو مشرقی و مغربی معتزلوں کے واسطے میں تحریر کی گئی ہے۔  
اگر ہم سمجھ کی پیدا نقش اور قسم کے اصل مقصد کو سمجھ لیں جو یہ تھا کہ انسانی  
میں انسانی تبدیل پیدا ہو اور بنی آدم کی زندگی کا ایک نیا سلسلہ جاری ہو تو خدا کا مجسم ہونا اور  
موجودہ طور پر اس دنیا میں آکھلائے عقل معلوم نہ ہو گا ہم اس بات کو مانتے ہیں کہ مسیح کی انسانی  
زندگی تاریخی واقعات کے سلسلہ میں منسلک ہے بلکہ ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ تمام تاریخی حقائق  
الہی کے مطابق اس طور پر ترتیب کی گئی تھی کہ عجیب و غریب واقعہ جب سرزد ہوا تو  
اس میں اپنی مشق ہی جگہ سے تاہم جلوہ کھانا چاہیے کہ یہ ہم انسان واقعہ دیکھ کر تائید میں  
سے پیدا نہیں ہوا بلکہ یہ ایک اعلیٰ عنصر ہے جو دنیا کی اس طرح اور ماضی کے لئے ہے۔  
وہ امر ہے داخل ہوا جو ہے انسان کے فطری سلسلہ سے پیدا ہوئی ہے وہ امر  
ہے کہ انسانیت کے تصور کاہر جزو سے یہی جملہ ہے کہ اس کے عجیب کی ہر گز  
ہوتی ہو نہیں سکتی کہ وہ شخص جو انسانیت کی ایک نئی نسل پیدا کرنے کو مقدر ہوا  
ہے اور جو خدا را آدم بنے والا ہے وہ خود نہیں گناہوں اور خواہشوں میں مبتلا ہوں  
نجات دینے کے لئے وہ نوراں ہوا ہے۔ پس اگر ہم سمجھ کو بنی آدم میں سے ایک عام آدمی نہ



جس کو تسلیم کرنا ناممکن ہوتا کیونکہ جو لوگ اسرائیل کی عظیم امتید کے برائے کی راہ دیکھ رہے تھے وہ اسی قسم کے نادر اظہار کے منتظر تھے، (یعنی برصغیر ۱۰) سمجھیں بلکہ ایک نئی نسل کا بانی تصور کریں تو اس کا جسمنا علم محکم ہوگا۔ یہ عقل کی گواہی ہے اور جب ہم حقیقی واقعات کی طرف متوجہ ہونے میں توہم دیکھتے ہیں کہ جو خیال ہم کو عقل صریح معلوم ہوتا ہے اس کے وقوع میں آنے پر تائید بھی گواہی دیتی ہے مثلاً سقراط اور کتا کے بیان سے صاف ظاہر ہے کہ خداوند کا پیدائش کے عمومی قواعد کے مطابق اس دنیا میں نہیں آیا۔ اب جو لوگ اس کو اپنی گواہی کو رد کرتے ہیں وہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ دوسروں میں سے ایک دھڑے کو اختیار کریں، مذہب سے کہتی اور کتا کا بیان بالکل بنادٹی ہے اور دوسرے کو کوئی نہ کوئی بات اس کی جڑ میں مزور ہوگی جس پر کسی شخص نے مسیح کے معجزانہ طور پر پیدا ہونے کا دعویٰ قائم کر لیا۔

جو لوگ پہلا دھڑے کرتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ جب مسیح کے شاگردوں نے اس کی نادر سیرت اور اس کی عجیب تعلیم کو دیکھا اور سمجھا تو اس کے بعد اس فکر میں لگے کہ اس کی پیدائش کا ایک ایسا فوق العادہ بیان تحریر کریں جو اس کی عظمت کے مطابق ہو کر خیال بالکل بے بنیاد ہے کیونکہ وہ عبارتیں جو اس بیان کو پیش کرتی ہیں بالکل سادہ اور سہل طرح کے تصنیف سے پاک ہیں اور پھر جو صفت کی پریشانی اور اس کی دلی حالت کا وہ نقشہ چوتھی کے بیان میں پایا جاتا ہے اس خیال کا سخت مخالفت ہے وہ نقشہ بالکل ایسا ہے جیسا کہ اس وقت کھینچ جاتا ہے جب انسانی غیرت مشتعل ہوتی ہے۔ اور دوسرا دھڑے کرتے والے لوگ کوئی اصلی واقعہ جس کی بنا پر یہ سب بیان رقم کیا گیا پیش نہیں کر سکتے۔ پھر اس کے چوتھے گند سے اور ناقص خیال پر مبنی ہے اور جس سے دینی خیالات کی جڑ کٹتی اور انہی پر دھکا دے کر ایک نئی روحانی ہے۔ علاوہ یہ کہ اس قسم کی بناوٹ بیرونیوں میں نہ پڑے اور نہ ہی اس کے اندر ان کے درمیان رواں چا سکتی تھی۔

اور نہ نام کے پیش از وقت بتلائے جاتے ہیں کوئی انہونی بات پائی جاتی تھی کیونکہ ہم جانتے تھے کہ کئی بزرگوں کا نام ان کی پیدائش سے پہلے (یعنی قریب ۱۰) ان کے ہندوؤں کے درمیان اس قسم کی کافی تھوری جاتی تو ممکن نہ تھا لیکن پھر بھی درمیان کی وہ شہادت نہ ہوتی جو کہ ہم انجیل میں پاتے ہیں۔ ہندو طرز اپنی معنوی حیثیت کو نوراخا پر کر دیتی مگر عیسائیوں کے درمیان اس قسم کی کافی کاوش پانا بالکل ناممکن تھا مثلاً وہ مدت الہی کی تعلیم جس کے وہ دل و جان سے پابند تھے اس کی انہی نفس پر ہر آدمی بیاہ کے رشتہ کی جیسی عزت کیا کرتے تھے اور عورت کے تہنار پہنہ کو اچھا پس سمجھتے تھے نہ تو مسیح کی اذیت کو کوئی سمجھتے تھے پس یہ تمام باتیں بالکل ناقص کہ اس قسم کی کوئی بات یسویوں کے دہم سے پیدا ہو یا ان کے قلم سے نکلے تا وقتیکہ فی الحقیقت واقعہ نہ ہوئی ہو۔

آوردہ اصحاب اور مسکون اور صوفی کی نظر میں کر کے یہ کہا جاسکتا ہے کہ مسیح کی پیدائش کا حال بھی کچھ گھٹان بزرگوں کی پیدائش کے حال کی مانند ہو گا ان کی پیدائش کے بیان نے انجیل نویسوں کے ذہن کو ایک نئے بیان کے اختراع کرنے میں مدد دی کہ یہ کہ یسوی تاریخ میں ان بزرگوں کی تاریخ کا حال بالکل مختلف تصور رکھتا ہے ان کی باتیں بالکل صحیح اور نہ ہی آوردہ ان بزرگوں کی پیدائش ان کو قانون قدرت سے مستثنیٰ سمجھتا ہے۔ بعض دفعہ یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اگر وہ مجھو اندہ طور پر پیدا ہوا تھا تو اس کے نزدیک رشتہ دار اس پر ایمان کیوں نہ لائے۔ اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ تعجب نہیں کہ شروع میں اس کے تمام رشتہ دار اس واقعہ کو بہت سمجھ کر اس سے بڑی بڑی باتوں کی امید رکھتے ہوں گے مگر چونکہ میں میں کا دوسرا گزرا اور انہوں نے کوئی عجائبات اس سے نہ دیکھے اور جب وہ اپنے آپ کو ظاہر کرنے لگا تو اس وقت بھی وہ ایسا مسخ ثابت نہ ہوا جیسا وہ اپنے ذہن میں سمجھتے تھے تو انہوں نے اس کو قبول نہ کیا مگر اس کی



بتلا یا گیا ہے اور اسی طرح شمع موعود کا نام بھی پہلے ہی سے بتلایا جائے گا۔  
 اُس کے دل میں بسے اعتقاد کی کی روح نہ تھی۔ وہ خدا کے وعدوں کو سچا جانتی  
 رہتی تھی۔ وہ اُن اُمس کی فوق العادہ پیدائش کے سبب اُس پر ایمان رکھتی تھی اور  
 یہ اُس موعود سے جوئی ثابت ہے جبکہ اُس نے خانا کے گیل میں اُس سے ملکر دکھانے کی  
 درخواست کی حالانکہ اب تک اُس نے کوئی معجزہ نہ دکھایا تھا۔ اگر وہ اُس کی معجزانہ قوت  
 کی قائل نہ ہوتی تو کبھی ایسی درخواست نہ کرتی۔ واضح ہو کہ اُس معجزے کے لیے عزم کی  
 درخواست کا ذکر وہ نہیں کرنا ہے جو اُس کے معجزانہ طور پر پیدا ہونے کا مطلب نہ کر رہی ہوتا۔  
 اسی جگہ ایک اور بات کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ شمع  
 یہ بھی گمان کرتے ہیں کہ یہ متانت اُس کی غیر معمولی پیدائش کا ذکر نہیں میں کیا؟ اُس کے جواب  
 میں پہلے ہم یہ کہتے ہیں کہ اس سوال کو اپنی انجیل میں یہ دکھانا منظور تھا کہ شمع جو ہم کو اس  
 دنیا میں آیا اُس کی انسانی زندگی میں کس طرح باپ کے اکلوتے کمال ظاہر ہوتا۔ ہم  
 دیکھتے ہیں کہ اُس کی انجیل میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی جو اس واقعہ کے برخلاف ہو  
 بلکہ اشارے ملتے ہیں جو اُس کی تائید کرتے ہیں مثلاً وہ قلیبر جو اُس کے متعلق اُس  
 کی انجیل میں پائی جاتی ہے ولایت کرتی ہے کہ یوحنا اُس کی معجزانہ پیدائش کا قائل  
 ہے اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اُس کی انجیل میں شمع یہ کہتا ہے کہ جو ہم سے پیدا  
 ہوا ہے وہ ہم سے ہے۔  
 پھر یہ بھی گمان ہوتا ہے کہ ہم اُس کے مخالف گمان کرتے تھے کیا یہ  
 دوست اور مریم کا بیٹا نہیں؟ اُس بات کو سن کر شمع نے اپنے فوق العادہ پیدائش  
 کا دعوے کیوں نہ کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کے ثبوت میں ایک ایسا  
 واقعہ پیش نہیں کرنا چاہتا تھا جو گڑبگ تھا اور جس کا ثبوت کرنا مشکل بلکہ ناممکن  
 تھا۔ پس وہ اس واقعہ کی طرف اشارہ کرنے کی جگہ بہتر سمجھتا تھا کہ

تھی اور اگر اُس نے فرشتے سے سوال کیا تو اس خیال سے کہ وہ اپنے  
 آپ کو شمع اور ناجیز سمجھتی تھی اور چاہتی تھی کہ اس کو زیادہ ہدایت کی جائے کہ  
 البتہ فرقہ صفر ۱۰ روگ اُس کے کانوں اور اُس کی تعلیم سے جن کو وہ دیکھتے اور  
 سنتے تھے قائل تھے جائیں ہیں وہ ایک ایسے واقعہ کا گواہ نہیں دینا چاہتا تھا  
 جس کو وہ دیکھ نہیں سکتے تھے۔  
 پھر دیکھا جاتا ہے کہ روگ اکثر غیر قوموں کی متنبیالوجی (علم الامت) سے  
 نفیس و متذکر تھے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان ہفتوں نے انجیل قریبوں کو شمع کی معجزانہ  
 پیدائش کا حال گھڑنے میں مدد دی ہوگی۔  
 ہم اوپر دکھا چکے ہیں کہ اس قسم کے قیصر گمانیاں یسوعی دماغ میں راہ  
 نہیں پاسکتے تھے اور نہ اُن کے تصورات سے موافقت رکھ سکتے تھے۔ ہم یہاں  
 یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ متنبیالوجی اُن کی انجیل میں جو مشابہت پائی جاتی ہے  
 اُس کے اصل حل تک پہنچنے کے لئے اُس رشتے پر غور کرنا چاہیے جو کہ متنبیالوجی  
 کے نیچرل مذہب اور انجیلوں کے انسانی اور تاریخی مذہب میں پایا جاتا ہے۔  
 متنبیالوجی میں دیوتاؤں کے بیٹوں اور اُن کے پیدا ہونے کا خیال اُس اہلک  
 سے پیدا ہوتا ہے جو بت پرستی کی بطلان سے ناقص ہو جاتا ہے مگر صاف  
 ہی اس خیال کا بھی حکم ہوتا ہے کہ انجیل میں ہم دیکھتے ہیں کہ یہی خیال تاریخی  
 صداقت پر مبنی اور سادگی سے عیس ہے اور بڑی وضاحت اور صفائی کے  
 ساتھ اپنے قیصر ظاہر کرتا ہے۔  
 اب جو بات بت پرست قصصوں کی تہ میں شامل ہے وہ یہ ہے کہ انسان  
 میں ایک زبردست خواہش پائی جاتی ہے جسے وہ اپنی روح سے جدا نہیں کر  
 سکتا۔ خدا کی صحبت اور اُس کے وصل کی ضرورت کو محسوس کرتا ہے اور چاہتا

وہ کس طرح سے پورے طور پر اپنے آپ کو خدا کے ہاتھ میں  
سونپ دے۔ فرشتے نے خدا کی برکت کے وعدہ کا باقی حصہ بھی اُس  
پر ظاہر کیا اور روح القدس کے نازل ہونے اور اُس پر سایہ کرنے کی  
بشارت اُس کو دی۔ یہ بات اُس کے لئے غیر مافوق نہ تھی کیونکہ یہودی اُن  
بات کے قائل تھے کہ بڑے بڑے واقعات میں روح القدس کام کرتا ہے  
گو یہ ممکن ہے کہ وہ اُس کے شخص کے مجید کو پورے طور پر نہیں سمجھتے  
تھے، مگر وہ یہ بھی مانتے تھے کہ روح القدس کی مدد اور طاقت  
صرف بزرگوں اور اہل علم و فضل کو حاصل ہوتی ہے پھر جبریل نے  
دقیقہ نظر سے دیکھا کہ اُس کی روح اور خدا کے مابین جو لہجہ پایا جاتا ہے وہ  
خدا جو جانشین اور ایسا متصل ذات الہی کے ساتھ حاصل ہو کر اُس کی زندگی بالکل  
تبدیل ہو جائے گی۔ مذہب انسانیت اور اومیت کا ایسا میل سیج میں دکھاتا  
ہے۔ اب اگر اس حقیقت کے اشتیاق میں پُرانے مذہبوں نے وہ نقشے اور  
کہانیاں تھکھکیں جو انجیلی بیان کے ساتھ نہایت ہی خفیف سی مشابہت رکھتی ہیں  
تو کچھ تعجب نہیں:

پر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ انجیلوں کے بیان اور پُرانے مذہب پرست  
مذہب کے بیان میں بڑا فرق پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ مذہب پرست مذہب  
کے بیان خدا کی قدرت کے ساتھ انجیل اسباب کو بھی عجیب واقعات کے برائے  
میں شامل کرتے ہیں اور ان وہ فطری طاقتوں کو خدا کا ہم پل بنا دیتے ہیں اور اسی  
لئے ان کی شرح بھی انجیل امثال کی بنا پر ہو سکتی ہے مگر کسی مذہب جب کسی کی  
موجودہ پیدائش کا ذکر کرتا ہے تو انجیل اسباب کو دخل نہیں دیتا بلکہ سب کچھ براہ  
راست خدا کی مرضی اور قدرت سے منسوب کرتا ہے:

اُس فضل کا جو مریم پر نازل ہونے والا تھا اُس کو یہ نشان دیا کہ جو کچھ خدا  
نے اپنی رحمت سے ایشیہ کے حق میں کیا تھا وہ سب کچھ اُس کو  
فوری طور پر دیا۔

یہ نشان ایک طور پر اُس کے لئے رہنمائی کا کام کر گیا اور ایشیہ  
بھی اُس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا اور رفتہ رفتہ جڑ جاتا گیا کہ  
میں اُس عورت کے پاس جاؤں جو ہر بات میں میرے ساتھ طبیعت  
اور مزاج میں نہ جاتی رہتی ہے اور اُسے ایسا حال ملے گا کہ اپنے  
دل کو شہرہ آفریں اور اُس سے برکت آمیز تعلیمات سنوں پس اُس کا  
اچھٹا اور جلدی سے اپنے رشتہ دار کے پاس جانا بہت موزوں تھا۔

ایشیہ نے اُس کو ادنیٰ ماں کو بڑے چاک سے قبول کیا اور کچھ نہیں  
بہن شکر نہیں کہ ایشیہ نے وہ تمام باتیں جو اُس کے بیٹے کی پیدائش  
اور اُس کے کام سے علاقہ رکھتی تھیں اپنے شہر سے معلوم کی ہو گئی۔  
پس وہ جانتی تھی کہ سچ اب اُنے والا ہے کیونکہ جو حساس کی تہذیب گیارہ  
کو دی گئی تھی اُس کا پیش رو تھا، مگر وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کب  
کسے کا اور کس کے گھر پیدا ہوگا لیکن چونکہ اُس نے مریم کے سوا کسی  
آواز سنئی، بیٹے اُس کے پیٹ میں اچھل پڑا۔ بچہ کا پیٹ میں اچھلنا  
ایک نشان تھا جس سے سب یہودی خوب واقف تھے اور جب  
یہ نشان وجود میں آیا تو ایشیہ نے فوراً پہچان لیا کہ یہی مریم جو میرے  
نزدیکی رشتہ داروں میں سے ہے خداوند کی ماں ہے۔ وہ روح القدس  
سے بھر گئی اور بکاؤ نہ بند بول اٹھی۔ تو عورتوں میں مبارک اور  
تیرے پیٹ کا پھل مبارک ہے۔ یہ وہ دعا ہے خیر بھتی جو



بچوں والیاں بچوں والوں کو دیا کرتی تھیں اور یہاں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ رسم بنیاد رکھنے والے کی ماں اُس کی ماں کو جس کے لئے راستہ یہ دیا گیا تھا وہاں رہتی ہے۔

تین ماہ تک مرم البشیر کے یہاں رہی مگر جب البشیر کے دن نزدیک آئے تو اُس نے دیکھا کہ اب البشیر کے بڑوسی اور رشتہ دار اُس کے پاس بیٹھ گئے اور اُس کی خوشی میں مثالوں کے گریبے بچوں میں سے ہر ایک سے دیکھا گیا، مگر یہ وہ خوب جی سی تھی کہ جو کچھ میرے ساتھ ہوا ہے اُس کا کیا مطلب ہے وہ بھی جب اُس کے یوسف کے پاس اس ماجہ سے کہا گیا تو گناہ مذکورہ اُس کے لئے گناہ اُس کو دیکھا تو زخم ہوا ہوا تھا جس کی توت توتوں سے لہجہ میں اس طرح کی لکڑی تیری جاں بھی نکال دے چھ مہینے کی اور ہم دیکھتے ہیں کہ یوسف کے دل سے اُس وقت تک بدگمانی دور نہ ہوئی جب تک خدا نے اُس کو نہ سارا کہ جو مرم سے رہم ہی رہے وہ گرج اللہ سے ہے، اس لکڑی سے پہلے وہ حیران و پریشان نظر آتا تھا اور کبھی مرم کو چھوڑ دینے کا ارادہ کرتا تھا مگر اُس کے پورا کسے میں جلدی بھی بند نہیں کرتا تھا کبھی ہنسنا تھا اگر اُس سے قطع بھٹ کرنا چاہا تو وہ مجھے دستور کے مطابق حلاق دینی ٹرسے گی اور نہ مجھے ایسا کرنا ہی پڑا تو جیکے سے دو گاہوں کے سامنے حلاق نامہ اُس کے حوالہ کر دیا گا، لیکن اُس کو دنیا کی انگشت تالی کا نفع نہ دیناؤں گا جس طریقہ سے وہ دینی اراکین سے آگاہ کیا گیا اُس کی یہ رسم اُس کو مطلقاً نہ بھلی۔ یہاں پر خوب کے وسیلے سے خدا نے اُس کو ساری باتیں بتا دیں۔ اس کے بعد تمام مشکوک کا غیر ایک نامہ لگی اُس کے

میں سے دور ہو گیا کیونکہ جب یہ آواز اُس کے کان میں آئی تھی یوسف ابن داؤد تو وہ فرشتہ کے پیغام کے لئے تیار ہو گیا اور پھر جب شیخ کا نام پیشتر سے بتایا گیا تو اُس نے اس خبر کو بھی خالصتہ مروجہ کے میں مطابق یا اور پھر شیخ نام کی یہ تشریح کو وہ اپنے لوگوں کو اُن کے گناہوں سے بچائے گا، شیخ موقوف کے اصل کام پر دلالت کرتی ہوئی معلوم ہوئی اور چونکہ یہ خبر اُس کو خواب میں ہی تھی بعد اُس نے اُس سے بے ساختہ قبول کر لیا، تین چوبیس چوبیس کی ماں رحمت کا نشانہ تھی جاتی تھیں اور ان میں سے ایک خواب تھا۔ اب جب اس خواب کے ویلے سے یوسف کے دل کی تمام کمزوری دور ہو گئی اور اُس نے عموں گیا کہ یہاں یہ شیخ اور اُس کی کنواری ماں کے مشتاق اب یہاں فرما رہے ہیں کہ جس قدر جلد ہو سکے مرم سے نکاح کر لوں جس سے نہ صرف ظاہری نیکی نہی بنی رہے گی بلکہ ہم مولوں کی اخلاقی مہ فطرت بھی ہوگی۔

اسی رشتا میں زکریا کے گھر میں وہ عجیب واقعہ ہوا جس کی راہ ہم سے دیکھی جا رہی تھی یعنی یوحنا پیدا ہوا۔ یہودی تمام انوں میں سب سے زیادہ سچیدہ اور سب سے زیادہ علمی کا موقع وہ ہوا تھا جسکے لڑکے کا غصہ کیا جاتا تھا اس رسم کے وسیلے سے شریعت کا جو اپنے کے کندھے پر پڑتا تھا اور وہ ان تمام فریقوں کا ذمہ دار اور حقوق کا مشتمل تھا تاہم جس پر یہ ضابطہ دلالت کرتا تھا۔ روایت تھی کہ جب یہ رسم شروع میں آتی ہے وہ باب سردار کاہن کی جگہ سے کہ خود اپنے پیچھے کو خد کے حضور شکر گداری اور محبت کی راہ سے بند کرتا ہے۔ یوحنا کا صحت حسب معمول آنکھیں دن کیا گیا اور حسب





درج ہو۔ تھوڑے عرصہ کے بعد اس نے وہ حکم جاری کیا جو مقدس  
روح کی انجلی میں اس طرح قلمبند ہے۔ "میں دنوں میں ایب ہوا کہ قیصر  
اگس کی طرف سے یہ حکم جاری ہو کہ ساری دنیا کے لوگوں کے نام  
لکھے جائیں۔ اس حکم نویسی یا مردم شماری کا مطلب یہ تھا کہ آئندہ کسی  
کے مطابق محصول اور چیز دیا جائے۔ جس ممالک پر اس فرمان کی اطاعت  
فرض تھی ان میں سے ایک فلسطین تھا جس کا بادشاہ ہرودیس شہنشاہ  
روم کے باجناوروں میں شامل تھا۔ اس حکم سے تمام ملک میں بل چل  
پڑ گئی کیونکہ یہودیوں کا یہ قدیم دستور تھا کہ اسم نویسی کے وقت جہاں وہ  
رہا کرتے تھے وہاں اپنے نام نہیں لکھوایا کرتے تھے بلکہ ہر فرقہ کے لوگ  
اپنے نام لکھوانے کے لئے ان جگہوں کو جیسے جاتے تھے جو ان کے  
باپ دادوں سے علاقہ رکھتی تھیں۔

جس لوگوں کو قیصر کا حکم مختلف جگہوں کو بھیجے لئے جانا تھا ان  
میں تو مسلمان اور مقدس مہم بھی شامل تھے یہ وہ دنوں مقدسین اور  
سے بیت لحم کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ وہی لوگ تھے مسلمان کے ساتھ  
(بقیہ فرسٹ صفحہ ۱۲) مزید نہیں کہتے کیونکہ حکم کی کتب ہم کو اجازت نہیں دی۔  
یہ ہم پر بتا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی مصیبت کو دیکھا جاتا ہے تو تدبیر لاف  
تک کرنا اس کو بڑھے مائتدہ تعمیر کا ماحول کرے۔ تدبیر صاحب اس بحث کو  
جس میں تعلیم کے ہر حصہ پر غور کرتے ہیں وہ جیتے ہیں۔ (د) اسم نویسی کی کامیابی  
تھی اور کہاں کہاں دیکھیں گے (۱۲) اس بات کا ثبوت کہ یہ اسم نویسی کی حقیقت تھی  
کے بیان کے مطابق وقوع میں آئی اور (۱۳) کو گورنری کے ساتھ اس کا کیا تعلق  
تھا۔

کو بھی وہ اس سفر کو خوشگلاست اور تکلیفوں کے حسب سے درج کا  
مورد تھا، خلیفہ کرنے کو تیار تھے تاگو اپنے مندر میں جا کر اصل دستخط  
اپنے نام درج کرائیں۔ گو اس وقت وہ نیکی کے بیج میں گرسا رہے اور  
ان کی سبھی ساری صبح سے غریبی شکایت تھی مگر سیت الحکم کو جانا تھا ہر کر رہا  
تھا کہ شاہی خون ان کی رگ میں حرکت کر رہا ہے۔ بادشاہ کا حکم دن دنوں  
کو دھکیلے ہوئے ان کی مندریں مقصود کی طرف لئے جاتا تھا اور وہ دشوار گزار  
راستے کی سختیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے دن دن آگے بڑھتے جاتے تھے۔ یہاں  
تک کہ ایک دن چٹانی چڑھا لئی گئی کہ اس کی اپنی منزل پر جا پہنچے۔ مگر اس وقت  
پرسنٹ طرح طرح کی تکڑوں میں ڈوبا ہوا تھا اور ہریم تھکان کے مارے  
بے دم ہوئی جاتی تھی اور جب وہ سرسٹے میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ

سٹہ علاقہ نہیں کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں فلسطین کی سرزمین کچھ ایسی طرز کی ہوگی  
جس طرز کی اس کا ملک آرام میں پائی جاتی ہے۔ ان کے سامنے ایک صحن ہوتا  
تھا اور وہاں سے گھرا ہوا ہوتا تھا اور اس سے ساتھ ایک ایک منزلہ مکان لگا  
ہوا ہوتا تھا جو بہشت ہوتے تھے۔ بڑی بڑی سراؤں میں کمی کو ٹھہرا دیا پائی  
جاتی تھیں۔ صحن میں سے نور بانڈھے جاتے تھے اور کو ٹھہرا دیا میں مسافر رہتے  
تھے۔ مسافر اپنے جانوروں کو آپ سنبھالتے تھے۔ اپنا کھانا اور اپنا ہینتر  
اپنے ساتھ لاتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان سراؤں میں اور ہمارے ملک کی  
سراؤں میں جو بڑے چھوٹے دیہات اور دھبوں میں پائی جاتی ہیں، ایک فرقہ نہ تھا۔  
ہوٹل جی میں سچے چمڑے کرے اور آسائش کے سب ملک و ملتان اور لذت کھانے  
میں وقت چاہی اس وقت مل جاتے ہیں، جدید سہولت کا نتیجہ ہیں، لیکن فلسطین

وہی ہوتا ہے جس قدر کہ چاہیے۔ ہر ایک کو چاہیے کہ وہ اپنے حق کو پہچانے اور اسے قائم رکھے۔ اگر کوئی شخص اپنے حق کو پہچانے اور اسے قائم رکھے تو اسے ہر ایک کی تعریف ہوگی۔ اگر کوئی شخص اپنے حق کو پہچانے اور اسے قائم رکھے تو اسے ہر ایک کی تعریف ہوگی۔ اگر کوئی شخص اپنے حق کو پہچانے اور اسے قائم رکھے تو اسے ہر ایک کی تعریف ہوگی۔

ہر ایک کو چاہیے کہ وہ اپنے حق کو پہچانے اور اسے قائم رکھے۔ اگر کوئی شخص اپنے حق کو پہچانے اور اسے قائم رکھے تو اسے ہر ایک کی تعریف ہوگی۔ اگر کوئی شخص اپنے حق کو پہچانے اور اسے قائم رکھے تو اسے ہر ایک کی تعریف ہوگی۔ اگر کوئی شخص اپنے حق کو پہچانے اور اسے قائم رکھے تو اسے ہر ایک کی تعریف ہوگی۔

جس قدر کہ چاہیے۔ ہر ایک کو چاہیے کہ وہ اپنے حق کو پہچانے اور اسے قائم رکھے۔ اگر کوئی شخص اپنے حق کو پہچانے اور اسے قائم رکھے تو اسے ہر ایک کی تعریف ہوگی۔ اگر کوئی شخص اپنے حق کو پہچانے اور اسے قائم رکھے تو اسے ہر ایک کی تعریف ہوگی۔ اگر کوئی شخص اپنے حق کو پہچانے اور اسے قائم رکھے تو اسے ہر ایک کی تعریف ہوگی۔



مذکبات تک یہ عجیب سماں پورے پورے لوہے پر مبرکی سمجھ میں نہ آیا۔  
جب یہی سس پھین کی سرسٹے میں پہنچا تو میں نے اس کمرے کو دیکھا جہاں  
ماریٹن کو کھڑے ہوا تھا۔ اس کے ماں باپ بھی کچھ کام کے لئے یہاں آئے  
تھے۔ نوہویہ بھی تنگدستی کے جنگل میں گرفتار تھے اور جب یہ سرسٹے ایک بڑی  
بھڑ سے پُر اور سنو و جھان سے گونج رہی تھی میں اس وقت وہ شخص پہنچا  
جو قذیب کو ایک نئے سانچے میں ڈھانسنے والا تھا۔

سیخ کی پیدائش کے بعد سیخ کو سرسٹے میں پھر شور و غل کا بازار گرم  
ہوا۔ بہت لمبے باغیچے حسب معمول پھرا پنے کاروبار میں مصروف  
ہوئے۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ گزری رات ایک ایسی بات و خبر میں  
کئی شے جو تمام دنیا کی تاریخ میں بے نظیر ہے۔ ہر ایک بچہ جو اس دنیا میں  
آکا ہے گویا راز سرسٹے کی طرح یا توں کہیں کہ نہ دنیا کی طرح ہوتا ہے۔  
جس میں طرح طرح کے امکانات کے ہوا پر بند ہوئے ہیں۔ بیشک قیامت اور  
حرم میں جہنم سے وقت بھی اور جانتے بھی کہ حرم ہو ایک غریب گھر  
میں پیدا ہوئی اور ایک غریب تجار سے بیابانی گئی ہے، اس سردار سے  
متاثر گئی ہے کہ اپنی قوم کے مسیح موعود اور دنیا کے نجات دہندہ  
کی وجہ سے اعتبار سے خدا کے بیٹے کی ماں کلائے۔

ایک قدیم نبوت کے مطابق اسے قس جگہ پیدا ہونا تھا۔ وہ نبوت  
یہ تھی کہ اسے بیت لحم، خلتا، ہر چند کہ قویہ وہ کے سرداروں میں متاثر  
ہونے کے لئے چھوٹا ہے تو بھی چھوٹے میں سے وہ شخص ملے کے چھ پاس ملے گا،  
(بقیہ نمٹ صفحہ ۲۵) انجیلوں کا وہی مقصد اس سے محفوظ رہتا ہے اس کی چٹائی  
اور اس کے مستعمل کی دیانتداری کا پکا ثبوت ہے۔

جو امر اس میں حاکم ہوگا۔ اگرچہ ان دو جہانوں کو تنگ مزاج گندس کا  
مٹک بیت لحم کی جانب جو جنوب کی طرف واقع تھا پہنچ لیا تھا، تو بھی  
یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ساتھ ہی ساتھ ایک اور ماٹھ بھی کام کر رہا تھا  
اور وہ ماٹھ اس کا تھا جو اپنے ارادوں کو پورا کرنے کے لئے تہمتناہوں  
اور بادشاہوں، بڑے بڑے مہرول اور پارلیمنٹوں کے ارادوں کو  
اپنے پس میں رکھتا ہے خواہ وہ اسے جہاں یا نہ جائیگا۔ اس لئے وہ  
کے دلی کو محسوس کیا۔ اسی سے غریب کو غلام کی طرح اپنے قدیموں میں لگایا۔  
اسی نے نہ در در کو دھڑکا کر اپنا جاکر بنایا۔ پس وہ اس قابل تھا کہ گندس  
کی حرص اور تکبر کو اپنے اغراض کے پورا کرنے کی خاطر ہی حکمت  
کے مطابق کام میں لائے۔

مختصت پرستار۔ اگرچہ مسیح نے بڑی پستی اور خاموشی سے  
دنیا کی سطح پر اپنا قدم رکھا۔ اگرچہ بائبل گان میں ہم نے یہ یاد کیا ہے  
وہ زمین کیسا عجیب و غریب سرزد ہوا ہے۔ اگرچہ ہم نے اس  
بات سے بالکل بے خبر تھا کہ بارغ عالم میں ایک نیا گل کھلا ہے،  
جس کی خوشبو سے سام جٹ سکنا اٹھے گی اور آج وہ بادشاہوں کا  
بادشاہ ہو گیا ہے جو صرف سلطنت روم پر حکمران ہوگا بلکہ اس کی سہو  
کا سکہ ان ممالک میں بھی رائج ہوگا جہاں رومی عقاب سے اب تک  
میں مارا۔ اگرچہ یہی قوم کی آئینہ کو جزو دنیا کی طرح شور مچاتی ہو گئی سی  
معمولی طریق پر جا رہی تھی، اور اس نادار و فقیر سے جو سرزد ہو چکا تھا  
ن، اٹھ اٹھی تدبیریں گئی توگ ایسے بھی تھے جو اس عجیب و غریب و غریب  
تھے جس طرح، مسیح کے رحم میں جب اس کے خداوند کی ان سرسٹوں تک













ہلاک کر ڈالیں پر اگر وہ پہاڑی چٹان کو ہوائی ضرور سے چکنا چور کر  
سکتا تو خدا کے ارادوں کو بھی کاٹ ڈالتا۔ اس نے مرغ مہر و مار کو شکار

و اغیر ٹوٹ جھوٹ (۳) نسبت ضرور کہتے ہوئے یوں کہتے ہیں کہ (یعنی میر و میں) سب  
میں آدم پر طبع کرنا تھا اور انسانیت سے بالکل بے سرو تھا۔ میں جس شخص نے یہی جوی  
کو تیل کیا اور ایسے چوڑی کانٹوں پٹے سے دایرہ کی اور تھوڑے دم میں فصلانہ کر کے ہم  
ظاہر کی کہ اس کے تمام آدمی کھٹے ہیں تاکہ اس کا حشر بڑی دھوم دھام سے اٹھے  
اگر ایسا شخص چن چن کر مراد و استا تو یہ ان لوگوں کے لئے ہوا جس کی امامانہ طبیعت  
بجلی واقف تھے عجب کا بالنت ہوتا ہے لیکن ہے کہ ہر آدمی کو کتبہ جو بھیں جو اس قدر  
سے برکت و برکت بدھ تھے وہ اس سے واقف نہ تھا اور اگر عاقبت تو بھی لازم رہتا  
کہ اس کو حشر دیکھنا بعض انھیں سے اس کی خدمت میں میر و بواغش پیش کئے ہیں۔  
اولیٰ مراد ان اور کو بھی ایسا ہی سے واسطہ نہیں تھا برکت میں ہی ہوتا ہے کہ مراد  
کوئی ایسی امت اپنی غریبوں میں صریح کرنا نہیں چاہتا تھا جس میں غریب کی طرف توجہ  
کبھی نہ ملے حالانکہ یہ دعویٰ ہے کہ اس میں کوئی کچھ نہ ہو جس کی کچھ نہ ہو جس کی کچھ نہ ہو  
کے یہ کوئی نہیں کر سکتے صرف وہی لوگ اس کی تعیری پر شک رہتے ہیں ہر زمانہ  
کہ شہادت میں ہر آدمی یا غیر قوموں کی قوادیت سے نام نہاد طلب کرتے ہیں۔

نہ آدم کو توڑنے سے بھی اس کا ذکر ہی کتابوں میں نہیں آیا اور اس کی حد بیان  
حق کا آواز اس میں شریعہ مدعی منقولہ کلمات میں ایک دن اور جہ کا ملک تھا  
اس میں اس وقت کو چھوڑ دیئے گئے تھے کچھ نہیں رہ گئے تھے رقم کرنا  
ان پر نہ ہو کر ہی معلوم نہ ہوا۔ ایک شخص نے جس کا نام کر دیا اس تھا اس میں  
مساہدہ ہے کہ جب اس شخص نے شہادہ دیا تو اس نے کہا کہ اگر تم کے لئے دریا میں کے لوگوں  
میں نہ کہیں گے تو ان کا حکم ہو دینے کا تھا۔ . . . . . ہو دینے کا تھا  
ان کا تعلق تھا اس سے کہ اگر میر و میں کا یہ نسبت اس کے سوا کسی اور شخص کی نہیں ہوتی

کرنے کے لئے اپنی تلوار کھینچنے پر چلائی پر وہ پہلے ہی سے اڑ گیا تھا  
یعنی اس کے کوہ صوف مصر سے گیا اور میر و میں کی موت تک نہیں رہا۔  
جب میر و میں ملک عدم کو روانہ ہوا تو چونکہ نہ صرف کوہ میں آتا اور  
وہاں رہے لگا کہ وہ کہ بیت لحم جانے سے چلنے لگے اس کو روک دیا تھا اور  
دھکی کر بیت لحم میر و میں کے شے رخصت اس کی حدود میں منع تھا جو  
پنے قابل ہا یہ کہ ہم مزاج اور طبع شہ تھا۔ میر و میں کی کوئی آنکھوں کا  
س کے کھلے طرف دیکھنا اس بات کی اسدناک موت تھی کہ وہ بیت لحم کی طرف  
اس سے تباہی لگی اور اس کی مرگ کے رحمت کو بدیع عام سے کاٹ ڈالیں گی۔  
نہ صرف میں خفا موش زندگی۔ مسیح کی پیدائش سے سے کر حضرت کے ملک  
جو واقعات سرزد ہوئے وہ تو مفضل طور پر انجیلوں میں قلمبند ہیں لیکن  
نا صرف سے وہ اس کے بعد اس شخص کا سلسلہ گٹھا ہے  
جس کا کچھ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی عام مذہب نے آغا ملک کو کچھ واقع ہو  
اس برابر کہ یہ سب چاہے جو صرف ایک ہی مرتبہ اٹھایا جاتا ہے۔  
اس میں شک نہیں کہ ہمارے دین تو یہ چاہئے ہیں کہ جس شریعہ و وسط  
کے ساتھ مصر سے واپس آئے ملک اس کی مددگی کے واقعات کا  
بیسرہ چھاپا تھا۔ اسی طرح اس کی یہ ایک خدمت کے شہر دا ملک  
بر مرچلا جاتا اور واقع اس حواس نہ ہوئے کہ یہ کچھ ہم دیکھتے ہیں کہ  
نوجوان زمانہ میں جو سوانح عمریوں تحریر کی جاتی ہیں ان میں کچھ شک  
زمانہ کی دھچپ حرکات و سکنات کو سمجھنے کی بجائی جگہ دی جاتی  
ہے اور اس کی یہ وجہ ہے کہ یہ واقعات اس مرحلہ میں سرزد  
ہوتے ہیں وہ گویا اس بات کی بذات کرتے ہیں کہ جس شخص کی زندگی

جسے وہ علاقہ رکھتے ہیں وہ آئندہ کیا ہوگا اور کیا کر لگایا کریں کہ چھٹین کے واقعات ہر وہاں کے چھٹین کے پات ہوتے ہیں۔  
 جس نے کوئی ہم کو یہ بتا دے کہ مسیح کی زندگی کے اس عرصہ میں اس کی اسی عاریت تھیں، ایسے ایسے اُس کے دوست تھے، اسے اسے اُس کے خیالات اور لفظ اور کام تھے نونابہ عرصہ کے جسے ہم اپنی جان تک بنے کو تیار ہو جائیں بلکہ ان تمام باتوں پر شہرگی ہوئی ہے اور اس خاموشی کی دیوار پر سے جو میں چھینتا کہ چاروں طرف سے گھر سے ہے، صرف ایک ہی جگہ یا سردی خاصہ بنارے اس اشتباہ میں بھڑکا جاتا ہے جو نے سنگ و پو سے ٹھٹھٹے ہوئے دروازے سے کام کر کے ہیں اور ہمیں خواہش ہے کہ ہمارے کہ گھر میں ہو تو گلی رخ کی سیر کریں۔ بلکہ نہ اسے دیکھنا کہ اس کے دروازے بند ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ گھر کی خاموشی اُس کے ہوسے سے کچھ کم عجیب ہیں ہوئی۔  
 لیکن بہتات انسان کی ذات میں داخل ہے کہ جب خد کسی بات کو چھپاتا ہے اور آدمی اسے جانتا ہے ہوتا ہے تو اُس کی کوئی بات نہ ہم شروع کرتی ہے اور تھوڑے سے عرصہ میں جلدی صغیر کو تک میرے سے دوسرے میرے تک پہنچے فاسوں سے بھر دیتی ہے۔  
 اسی طرح کلبہ کے ابتدائی زمانہ میں ہو کہ جس بچہ کی شہرت کی کہ جس زمانہ کی نسبت اصل انجیلیں خاموش ہیں، خاموشی کے وقت کی کیفیت رقم کریں اور ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں مسیح کی طوالت کی بات اور کام کہتے سے قہقہہ ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسے

بڑے کام کو انجام دینے کے لئے انسان کی فطرت عقیدہ کی نہیں وہ حسبِ ہمت عملوں کو موقوفہ ناجہوں کے مقابل دیکھ کر وہ لوگوں کا ملاحظہ کرے جس میں فطرت معلوم ہو جائے ہے کہ حقیقت کیا ہے۔ ایک کام جتنے وہ عجیب کر دیتی ہیں اور وہ کہ جس جیل اور بناوٹ سے خاصہ نے ان کی ساخت میں کام لیا ہے اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ چھوٹی اور تھوڑی سا دل میں سائن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسیح اُسے قسم کی کر اسے عرصہ صرف اچھے دیکھا ناظر ہے کہیں میں کے جانور۔ کہ میں نے اسے اُس کے لئے۔ یہ جو لوگوں کو کریں۔ یہ جس میں بدل کے حاصر کو سہ دیکھا نا ہے، عرصہ یہ تھا ہی ان میں اس بات کے گہرا تیسرے فطرت کا ہوا ہے۔

اور اس مقامی نامی سے ہم کو یہ سخت ملی ہے کہ اس مقدس جگہ کے۔ یہ ہم کی رسم کی نہیں اور کہ ہم سے لئے فقط اسے ہی نشانہ کافی سے کہ مسیح وانی اور قدر و قامت میں خود اسے اس کی نفی میں نہ لے کر گیا ہے وہ ہر اکاؤنٹ نہ مضابطہ وافی کی حقیقتی پتہ، جس میں نہ کافی اور شہوت کے خدائی فوہن کے میں نہ تھا۔ یہ سید ہونا با جسم اور دماغ عموماً کے مطابق پر بربر برتری کرنے کے۔ جس کے سوا نہ کیا کہ جو انفرادی کا ہیں وہ اور دماغ کے سگورس صحت اور دینی کا یہ وہ لگا، جس کی صحت کے بند کی جس وجہاں سے تشریح ہی سے دیکھتے ہیں کہ اپنی خوبی اور پاکیزگی کا گویہ ہوتا ہے۔

بہ اگرچہ یہ بھی ہے کہ اس معاملہ میں اپنی فطرت اور ہم کو حیرت انگیز ہے باہر جاتے دیکھتے ہیں تو بھی میں میں باہر کے ملاحظہ نہیں بلکہ یہ

ہمارا مین فرض ہے کہ ہم اُس زمانے کے اوضاع و احوال اور رسم و رواج کو مد نظر رکھ کر باطن و انحرافات سے جو بعد میں اُس کی زندگی میں نمودار ہوئے مدد پا کر اُس کے زمانہ طفلی کو اُس کے عرصہ خدمت سے راجع ہیں۔ ایسا کرنے سے ممکن ہے کہ ہم کو کسی قدر اس بات کا پتہ لگ جائے کہ اُس کی طبعیت کا عالم اور شباب کا زمانہ کبسا تھا اور کہ وہ کیسے تاثیرات کے درمیان اتنے برسوں تک خاموشی میں ترقی کرتا گیا۔

ہم جانتے ہیں کہ سن خاکی تاثیرات کے درمیان اُس نے پرورش پائی وہ کیسے تھے۔ اُس کا گھر اُن گھروں میں سے تھا جہاں ملک کا فقر سمجھا جاتا ہے۔ باپوں کہیں کہ اُس کا مسکن خدا پرست اور خردمند اور محنت کش لوگوں کا گھر تھا۔ یوسف ہو اُس گھرانے کا سرگرم تھا نہایت دیندار اور بڑا با فراست آدمی تھا مگر چونکہ اُس کا ذکر خداوند سبح کی سوانح عمری کے آخری ابواب میں بہت کم آتا ہے اس لئے وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ جاگزی دمہ داری کا وہ چھ مسیح پر چھوڑ کر رہا ہی ملک بھٹا ہو گیا تھا۔ اُس گمان غائب ہے کہ جن خارجی تاثیرات نے مسیح کی نشوونما میں حصہ لیا وہ بیشتر اُس کی ماں کی طرف سے آئی تھیں۔ اُس کی عظمت کا موازنہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ وہ نبی کی حورنوں میں سے وہی انتخاب کی گئی کہ مسیح کی ماں بننے کے عملی تجربے سے منازکی جائے۔ چرکیت اُس نے اپنی اس عداوت عورت اور مقدس پرگیا اُس سے عیاں ہے کہ وہ بڑی پارسا عورت تھی جو شاعرہ طبیعت اور طرب الوضی کی صفات سے بہرہ ور تھی۔ اُس کی نسبت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ پاک نواختوں کا سہارہ کرنے والی اور پرانے عہد کی دیندار عورتوں کی شخصیت پر غور کرنے والی عورت تھی کیونکہ یہ گیت عبد علی کے

خیالات سے پُر اور سنہ کے محبت کے تصورات سے ملبو ہے۔ اُن کو اپنی عورت تھی جو ایک طوفانِ زبورِ حکم سے آزاد تھی اور دوسری جانب یہ یقین تھی کہ اُس عورت کو جو اُسے بخشی گئی تھی، جو اپنی محبت سے کرے، یہ وہ اُس کی ملکہ نہ تھی جیسا کہ باطن پرستی نے اُسے بنائے کی کوشش کی ہے بلکہ وہ ایک پاک اور مقدس اور پر محبت اور بلند مزاج عورت تھی اور کیا ان حمیدہ صفات کا پلہ کافی نہیں؟ مسیح نے اُس کی محبت کے زیر سایہ پرورش پائی اور اس محبت کا جواب فرمودہ عبادت محبت میں ادا کیا۔ لیکن اس گھر میں اور بھی کئی لوگ رہتے تھے۔ اُس کے کئی بھائی اور کئی بہنیں تھیں۔ ان میں سے دو یعنی یعقوب اور یسوعا کے خطوط نئے عہد نامہ میں مذکور ہیں اور اُن کے مطالعہ سے معلوم ہونا ہے کہ وہ کس شخصیت کے آدمی تھے۔ شاید یہ کٹا کٹا خیال نہ ہو گا کہ اُن کے خطوط میں کسی قدر سختی پائی جاتی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ ایمان لانے سے پہلے وہ سخت گیر اور محدودی میں قاصر تھے۔ بہرحال یہ ثابت ہے کہ وہ اُس کے جیسے ہی اُس پر ایمان نہ لائے اور غالباً نصرت میں بھی اُس کے ساتھ شیعہ و مشک نہیں ہوئے تھے۔ وہ قابلاً پیش تنہائی میں زندگی بسر کرتا تھا اور اُس کا وہ اندہ ہٹاک نہ بوران الفاظ نہ ٹکتا ہے کہ انہی اپنے وطن اور اپنے گھر کے بڑا اور کسی جگہ بے عزت نہیں ہونا۔ نہ صرف اُس پر ملوکی کی خبر دیتا ہے جو اُسے اپنے بزم خدمت میں پیش آتی بلکہ اُس زمانے کی سرد فہری پر بھی اشارہ کرتا ہے۔

اُس نے اُسی مکتب میں اور شاید اُسی فقیہ سے تقسیم پائی ہوگی جو



اُس کا دس کے عبادت خانہ سے علائقہ رکھنا تھا۔ اُس کی علمی استعداد  
بظاہر ایک غریب آدمی کی نصیب سے زیادہ نہ تھی اور اسی واسطے فقیر  
طنزاً کہا کرتے تھے کہ وہ کچھ نہیں جانتا، پھر گو اُس نے کسی کا دس میں  
ترجبت نہیں پائی تھی تو بھی شروع ہی سے علم کی محنت اُس کے دل میں  
پیدا ہو گئی تھی اور وہ ہر روز گہری سوچ اور خدمتِ خیالات کی لذت سے  
مغلول ہونا تھا۔ حقیقی علم کے دروازے کی کلید اُس کے ہاتھ میں تھی یعنی وہ  
ایک وسیع دماغ اور محنت سے بھرپور دل رکھتا تھا اور تن بڑی بڑی کتابیں  
ہر وقت اُس کے سامنے کھلی رہتی تھیں یعنی بائیں، انسان اور  
کائنات۔

وہ بڑی سرگرمی کے ساتھ ہر ایسے عمدہ نامہ کی تلاوت کیا کرتا ہر گاہ۔  
اُس کا کلام جو بڑے عمدہ نامے کے اقتساموں سے بھرا ہوا ہے نہایت  
گہرا ہے کہ ایک دہشتے اُس کی ترویج کی غذا اور اُس کے دل کی تسلی کا  
باعت ہے۔ اُس کے شروع جوانی میں جو مطالعہ کیا وہ بعد میں بحث کا م  
یا پناغہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ بڑی آسانی اور سرعت سے اس کلام کو کا  
لا ہے تاکہ اپنی مٹ دی کو اُس سے قریب دے اور اپنی تعلیمات کو اُس کے  
دیسے سے تقویت بخشنے کے واسطے دشمنوں کا گھنہ اُس کی شہادت سے بند  
کرے اور شہنشاہ کی آراستہوں پر اُس کے زور سے غالب آئے۔ اُس کے  
اقتباسوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ان دشمنوں کو اصل عبرانی میں پڑھا  
کرتا تھا نہ کہ یونانی ترجمہ جو اُس وقت عموماً استعمال کیا جاتا تھا۔ البتہ اُس  
وقت عبرانی زبان کا رواج ملکِ عسطنین سے بھی اٹھ گیا تھا اور جس طرح  
اب ملکِ اٹلی میں اطالیتی یا ہندوستان میں سنسکرت مراد نہ بانوں کے

نہرے میں شامل ہے اسی طرح کس کے نامے میں عبرانی تھی پھر تو بھی ہم کہ  
سکے ہیں کہ اُس کی دلی آرزو یہی ہوئی کہ وہ کلام اللہ کو اصل زبان میں  
پڑھے جن لوگوں کو وسیع تعلیم حاصل کرنے کا موقع شروع میں نہیں  
ملا اور جنہوں نے خود باوجود ہر طرح کی مشکلات کے یونانی سمجھنے  
کی استعداد ہم پہنچائی ہے تاکہ نئے عمدہ نامہ کو اصل زبان میں پڑھ سکیں  
وہ قیاس کر سکتے ہیں کہ اُس نے کس طرح ایک گاہ میں رہ کر اُس قدیم  
زبان کو سمجھنے کا ملکہ پیدا کیا ہر گاہ اور کیسے ذوق و شوق کے ساتھ عبادت خانہ  
کے طوماروں کو لے کر یا اُس نسخہ کو جو اُس کے پاس ہوتا ہوگا کھسکا کر قدس  
نوشتر کی عداوت کی ہوگی جس زبان کو وہ عموماً سوچنے اور بولنے وقت  
کام میں لاتا تھا وہ دینی تھی اور جو اُس قدیم زبان کی شاخ تھی جس کی  
ایک شاخ عبرانی بھی ہے۔ اُس کے جو الفاظ اس زمانہ تک پہنچے ہیں  
ان میں کہیں کہیں اس زبان کے بعض جملے موجود ہیں مثلاً "بالیہ قومی"  
اور "ایلی لیا سقنی" وغیرہ اور یونانی سمجھنے کا موقع اُسی طرح اُسے  
جس کا اصل مقام جس طرح مہکات لیتہ لائی لیتہ کو انگریزی یا پنجابیوں  
کو آکر دیکھنے کا حاصل ہے "غیر قومی" کا جس "اُس وقت یونانی بولنے  
والوں سے پڑھا۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ وہ تین زبانوں سے بخوبی واقف  
تھا جن میں سے ایک عبرانی تھی جسے ہم ہی معارف کے اعتبار سے  
وسیا کی نہ بانوں میں دینی زبان کہنا چاہیے۔ اُس کے نوشتوں سے وہ  
بخوبی پڑھا اور دوسری یونانی تھی جو عربی دی علوم و فنون کے خیالات  
کو آکر لے میں اپنا تانی نہیں رکھتی تھی۔ البتہ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ یونان  
کے بڑے بڑے مصنفوں کی تصانیف سے بھی واقف تھا کیونکہ اُس کا

کوئی ثبوت نہیں ملتا اور تیسری، یعنی تھی جو عام لوگوں کی زبان تھی جسے  
اس نے اپنے وعظ و نصیحت کے کام میں زیادہ استعمال کیا۔  
انسانی طبیعت کا علم اور کسی جگہ اپنی اچھی طرح حاصل نہیں ہوتا  
جیسا کہ دیسات میں ہوتا ہے۔ ایک چھوٹے سے گاؤں میں علم اپنے ہمسایوں  
کے مفصل حالات سے بلکہ ہر شخص کی زندگی کے تشب و فراز سے جو کئی واقعات  
ہو جاتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ بڑے بڑے خسروں میں ہم زیادہ  
لوگول سے میل ملاپ رکھتے ہیں مگر اس میں شک نہیں، بہت غفلتوں  
سے اچھی طرح سے واقف ہوتے ہیں کیونکہ شہروں میں صرف زندگی  
کی سچ دکھائی دیتی ہے لیکن گاؤں میں سطح کا دکھاوا بہت کم ہوتا ہے  
اور وہ باتیں جو دل کی نہ سے نکلتی ہیں ریا کاری کی قلع سازی سے  
بڑی ہوتی ہیں۔ ناصرت بڑے بافتندوں کے لئے مشہور تھا جیسا  
کہ اس ضرب انٹل سوال سے مترشح ہے۔ کیا ناصرت سے کوئی اچھی  
چیز لیں سکتی ہے؟ مسیح کی ذات میں گناہ کا خم نہ تھا مگر اس قصہ میں  
رہنے سے اس نے گناہ کی گرم اندری کو خوب دیکھا یا یوں کہیں کہ جس  
بات سے اُسے عمر بھر بڑا تھا اس کے زور شور کو اچھی طرح محسوس کیا  
اور پھر اپنے پیشے کے وجہ سے بھی اُسے انسانی خصلت کو ممانعت  
کرنے کا موقع ملا۔ وہ یوسف کی دکان میں بڑھئی کا کام کیا کرتا تھا اور اس  
کے ہم وطنوں سے بڑھ کر اور کوئی اس بات سے واقف نہ تھا اور وہ اس کی  
عجیب و غریب زندگی سے متحیر ہو کر کہتے ہیں کیا یہ بڑھئی نہیں ہے پھر اس  
بات کی خوبی اور مطلب کی نہ تک پہنچنا کہ کیوں خدا نے سب بڑے بڑے  
عبداللہ کو چھوڑ کر اپنے بیٹے کے لئے ایک پست کام منتخب کیا آسان میں ہے؟

انتہا صاف ظاہر ہے کہ اس سے انسانی محنت اور مشقت کے سر پر  
ابھی شرافت کا تاج لگھا گیا۔ اس سے مسیح نے صلیبوں لوگوں کے دل  
خیالات سے واقفیت حاصل کی اور سمجھا کہ انسان میں کیا ہے بعد میں  
اس کے حق میں کہا گیا کہ وہ انسان سے ایسا واقف تھا کہ اس بات کا محتاج  
نہ تھا کہ کوئی اس میں اس سے درس دے۔

خداوند مسیح کا بڑھئی کی دکان میں بیٹھ کر کام کرنا کی طبیعت خیر اور  
جود انسانداری میں نہیں سکھاتا ہے۔

ہماری خوش قسمتی سے مرقس کی انجیل میں وہ الفاظ محفوظ ہیں جو  
اس کے معاملات ظنرا لکھا کرتے ہیں یہ قریبی بڑھئی نہیں بلکہ الفاظ  
جیسا ہم سے اوپر کہ بنی آدم کی محنتوں کو قریبی زریعہ دیتے ہیں جو بادشاہوں  
کو انسر شاہانہ سے حاصل ہوتی ہے۔ انہوں نے افلاس کے زخموں  
کے لئے حرم کا کام دیا۔ غریب مزدوروں کے حوصلے بڑھائے اور سب  
سے بڑھ کر بنی آدم کو یہ سبق دیا کہ انسانیت میں ایک جوہر ہے جو  
آپ ہی آپ اپنی تھلک دکھاتا ہے اور اس بات کا محتاج نہیں  
کہ سوتا چاندی اس کی رونق کو دوبالا کرے۔

(۱) ان نفظوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارا خداوند شروع ہی سے  
ایک غریب آدمی تھا، نہ صرف منادی کے تین سال میں وہ بے زور و محم  
ہوتا ہے بلکہ یحییٰ ہی سے دنیوی عیش و عشرت کے ساز و سامان سے  
ما آشنا تھا۔ بڑے بڑے شہروں میں تو غالباً یونانی بڑھئی کام کیا کرتے تھے  
اور وہ اپنے فن میں ماہر و متفان ہونے کے سبب سے فارغ البالی اند  
چین نکال کر لے جاتے تھے لیکن یوسف قلیطن کے ایک قیسے کا بڑھئی تھا اور اگر

روایت صحیح ہے تو اپنے کام میں پوری پوری مصارت بھی نہیں رکھنا  
 بقیہ سو وہ ایک عام درجہ کا آدمی تھا جس کی آمدنی نقطہ خاصی ضرورت  
 کے لئے کافی ہوتی ہوگی۔ لوگ ہر زمانہ میں دولت کے نہ ہونے سے بے چینی  
 میں تڑپتے ہیں اور جن کو اس دنیا کا مال مقبوض ہو جاتا ہے ان کو دنیا  
 کے لوگ غوثی قسمت سمجھتے ہیں۔ ہم خود بھی کو دولت کی باندی سمجھتے ہیں  
 یہ اس غلط فہمی سے طرح طرح کی فکر و تسمیہ قسم کے حاصرہ خیالات  
 پیدا ہوتے ہیں۔ اسی لئے بیچ سے قصد اخویہ کی حالت اختیار کی پر  
 اس کی غریبی وہ میری نہ تھی بڑی کو افکار کی چکی میں پس ڈالنی ہے  
 اور اس کے خیال کو برکت کھالے اور کپڑے کی دھن میں نکالنے دھتی  
 ہے اور آخر کار اسے فقر و غارت کے پار سے گزرا کر ذلیل اور سست قسمت بنا دیتی  
 ہے۔ اس کی غریبی ایسی غریبی تھی جو اس دنیا میں بہت لوگوں کے حصے میں  
 آتی ہے۔ اس قسم کی غریبی میں ابتدا عیاشی کی جگہ میں ملنی مگر زندگی کی تمام  
 سادہ ضروریات بخوبی رفع ہوتی رہتی ہیں۔ سو آدمی مدین ہوا کہ داد  
 کے تحت و تاج کا وارث بنا ہوا تھا۔ ان عیاشیوں اور دباظیوں میں  
 رو بہ ہوا ہوگا جو دولت کی کثرت سے پیدا ہوتی ہیں، مگر صبح ان سے بڑی  
 تھا اور دنیا بھی یہی تھا کہ وہ جو مہنی آدم کا ہمدرد و دوست اور دولت  
 دہندہ اور بادشاہ بن کر آیا تھا، ایسی حاسنت اختیار کرتا جو بہت لوگوں  
 کے حصے میں آتی ہے اور ہمیشہ آتی رہے گی۔

۲۔ اور پھر یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ انسان کی طبیعت ہمیشہ شہنی  
 کی طرف مائل ہے۔ جو آدم طلبی کو امیری کا لازمی جزو یا خاصہ سمجھتے  
 ہیں۔ محنت و مشقت کو کم درجہ اشخاص کا حصہ جانتا ہے بلکہ ہر طرح کی محنت

پر حقارت اور ذلت کا درجہ لگاتا ہے لیکن مجموعہ یہ دکھانا چاہتا تھا کہ  
 جو محنت و دیانت داری سے کی جاتی ہے وہ انسان کے فخر کا باعث  
 ہے۔ وہی زندگی کا نمک اور مردی کا کریمہ ہے کیونکہ اس کے بغیر  
 سے انسان بے حائر، کتوں سے بچتا، اور اس کی بدولت اس کی مرض  
 ناپاک خیالات میں ڈوبنے سے محفوظ رہتی ہے۔ یہی سبب تھا کہ صبح  
 نے محنت کش زندگی اختیار کی اور اپنے ہاتھوں سے کام کرنا اہل بنا تا اور  
 جو تھے تیار کرنا دلا دیا۔ اس کے خلاف اس کی بہت سال کو محنت  
 میں آئے ایا کرتے تھے۔ وہ سوچتے تھے کہ یہ ناممکن ہے کہ دنیا کا نجات ہرگز  
 ایسے خدان میں پیدا ہو یا ایسا تنگ دست ہو کہ اپنی روزی کمانے کے  
 لئے بیچ لوگوں کی طرح اپنے ہاتھ سے کام کرے اور ہم دیکھتے ہیں کہ سوامی  
 کو تھے سادھے میں ڈھالنے اور پرفانی باتوں کو تھی بنانے کے لئے اس بات  
 کی اشد ضرورت تھی کہ وہ جو ان بندگیوں کو جو وہیں لائے والا تھا خود  
 حقیقی خالص آدمی اور فرد تھی کا نمونہ بنے۔

۳۔ پھر صبح کی زندگی کا وہ زمانہ ہو کہ نامی میں کٹا، جس کا حال و بخیلوں  
 میں غلبہ نہیں اور جس میں شاید بہت بڑے بڑے و قعات بھی سرزد  
 نہ ہوتے ایک اور سبق ہم سے ملے رکھتا ہے اور وہ یہ کہ خدا ہادی زندگی  
 کی اندرونی حالت پر نگاہ کرتا ہے نہ کہ ظاہری سنن و شوکت اور خارجی  
 سار و سامان پر۔ دنیا اپنی آنکھوں کو لوگوں پر لگاتی ہے جو شجاعت میں نام  
 پیدا کرتے جو علم و ہنر میں یکتا تھے زمانہ کچھ جاتے آہد عرصہ داد و گیر میں  
 سکندر کے ہم پید ہوتے اور حکمت و دانائی میں، فلاطون و ارسطو پر قدرت  
 سے جاتے ہیں مگر ایسے لوگ بہت نادر ہوتے ہیں گریہ سمندر میں سے



ایک قطرہ اور پھر مرنے کے بعد صفحہ ہستی سے ایسے سوت غلط کی طرح  
جھٹ جائے ہیں کہ فقط کسی کسی کتاب کے چند اوراق کے سوا اور کسی  
جگہ اُن کا پتہ نہیں ملتا۔ ہاں چند دن کے بعد اُن کتبوں کو بھی جو اُن کی یاد  
کو تازہ رکھنے کے لئے اُن کی تہمتوں پر لگائے جاتے ہیں کپڑا لگا جاتا ہے  
اور اگر بالفرض حروف نہ بھی ہیں تو بھی کون اُن میں سے جو داستان میں  
آتے ہیں اُن کے کارناموں کو یاد کر کے اُن پر اسلوب تھے میں؟ لیکن  
خدا کی نظر میں نہ صرف وہی شخص پسندیدہ ہے جس کی زندگی اس دنیا  
کی طرح ہے جو چٹانوں میں سے گرتے وقت پتھروں سے ٹکرا کر خود  
میرا تا ہے بلکہ وہ بھی جس کی زندگی ایسی خاموش ہے کہ اُس پاس کے  
لوگ اُس کی حرکت متوجہ ہونے کی ذرا تحریک نہیں پاتے کہ خدا اُس شخص  
کی اندرونی زندگی کی حقیقی خوبی سے واقف ہے۔

۴۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب غریبوں کی بے قدری کی جاتی ہے تو وہ خود  
اپنے آپ کو ناچیز سمجھنے لگ جاتے ہیں، وہ خجیل گرتے ہیں کہ ہم جو ایک قدر  
بے مقدار سے بھی حیثیت میں کم ہیں، اُس دنیا میں مصروف لگے نہیں۔  
پس وہ کھانے پینے اور مرنے ہی کو سب سمجھ جاتے ہیں مگر لیبر سے  
غریبوں کے طرز زندگی کو، ختم کر کے ثابت کر دیا کہ ممکن ہے کہ جو  
زندگی بغاوتِ ناجیز سمجھی جاتی ہے وہی دنیا کی تاریخ میں انقلاب پیدا  
کرنے والی ہو اُس نے ظاہر کر دیا کہ کبھی اور صادق زندگی ہمیشہ بڑے  
بڑے واقعات کے شور و غل، اور بڑی بڑی کامیابیوں کے غلوں  
سے متاثر نہیں ہوتی بلکہ خدا کے بے شمار پیار سے اُن لوگوں میں بھی پائے جاتے  
ہیں جن کو دنیا ناچیز اور حقیر سمجھتی ہے۔ پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ

خداوند کی زندگی کے وہ سال جو مڑھٹی کے کام میں صرف ہوئے گوہر  
حاموشی میں گزرے۔ وہ بھی حقیقی خوشی سے مہلباں ہے جسے جب اُس نے  
منازی کا کام شروع کیا اور لوگوں کی بے پروائی اور سخت دلی کے معائنہ  
سے غلبہ میں ہوا، اس وقت بھی وہ خوشی اور تروتازگی جو اُسے اُن دنوں حاصل  
تھی، پنا جلوہ دکھا جاتی تھی۔

حقیقت یہ دریاوت بن گئی کہ جس جگہ مسیح نے برویش پائی وہ  
اُن جگہوں میں سے ہے جو دنیا میں اپنی خوبصورتی کے سبب بے مثال  
ہیں۔ ناصرت کوستان نہ یوں کی ایک داوی میں واقع ہے جو پتے  
نظاردوں کا ہون دکھ رہی ہے۔ اسی جگہ۔ یوں کا پیارہ گویا اپنی لہری  
سے نیچے اُتر کر اس دروں کے میدان سے لطف لاتا ہے۔ ناصرت کے  
سفید سفید گھریں کی دیواروں سے تاک کی ششیاں بعل گیر ہوتی ہیں،  
زیون اور بخیر اور تاسخ اور انا کے گھر بڑے بڑے گھروں میں پٹے ہوئے  
دکھائی دیتے ہیں۔ کھیتوں کو تھوہری باڑیں چھڑ گرتی ہیں اور جابجا  
رنگارنگ پھولوں کی رنگینی اُن کی خوش نمائی کو رو بالائی ہے گاؤں  
کے چھپے ایک پہاڑی کھڑی ہے جو قریباً پاسو پیٹ اُچھی ہے۔ اُس  
کی چوٹی پر سے دنیا کا عجیب نظارہ آنکھوں کو نصیب ہوتا ہے۔ نکلی  
کی طرف کھیل کے پیارہ میں برقانی ہرمنوں بھی شامل ہے، آسمان سے  
باتیں کرتے ہیں۔ کرل کی چوٹی، صو کا کنارہ، بھیرہ اعظم کا حکمتا ہوا  
پانی مغرب کی جانب دکھائی دیتا ہے، اور مشرق کی جانب کوہ میسور  
اپنے جنگلات کے ساتھ غروبِ شمس کی شکل اختیار کرتا ہوا سر بلند ہوتا ہے۔  
جنوب میں اسدران کا میدان پھیل رہا ہے جس کی دوسری طرف

کوہستانِ افراتیم کا سلسلہ موجود ہے۔ خداوند شمع کے کلام ہے۔  
ظاہر ہوتا ہے کہ اُس نے اُس قدرنی ٹولہ دتی ہے کیا حفظ اٹھایا  
اور کوسوں کی نیرنی کو کس ٹنگھ سے دیکھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے  
اپنے لوگوں میں انہیں کھیتوں کی سیر کرنے کے لئے اُس قدرنی ٹولہ دتی  
کا سر با جمع کیا سو اُن کے میں کرشمہ بول اندر رسوں کو سب سے کام آیا۔  
اسی جاڑی نہ آنے جانے کی عادت سے پاڑوں میں جا کر رات  
بھر وہاں سے وہ عادت بچھڑتی جو اُس کی زندگی میں حاوی جلوہ نہ ہے۔  
یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جو تعلیم وہ دیا کرتا تھا وہ اُس کے ذہن  
میں اعلیٰ تہ طہ پر نہیں کی تھی بلکہ اُس کی تعلیمات کو ایک دنیا کسا  
جلائے جس کا پانی کئی سال تک جمع ہوتا رہا اور حسبِ وقت کیا  
تو بہرہ لگایا۔ اس اُس سے انہیں کھیتوں کے گوشوں اور انہیں  
پہاڑوں کے کناروں پر اُن تعلیمات کو اپنی دُعا اور دھن کے  
زمانہ میں سرچایا ہوگا۔

ایک یادداشت کا ذکر کرتا ہوں جس نے اُس کی تعلیم میں ڈرا  
جستہ بیان بارہ برس کی عمر کو پہنچ کر وہ ہر سال اپنے ماں باپ کے ساتھ  
قرع کے موقع پر یروشلیم جانے لگا۔ ہمارے خوش قسمتی سے سنی مرتبہ کا  
حال انہیں میں ظہور ہے اندر یہی وہ موقع ہے جیکہ ہمیں ہمیں کے عرصہ پر سے  
ایک دفعہ یہ وہ اٹھایا جاتا ہے۔ چونکہ اُس وقت کو یاد رکھتے ہیں جیکہ  
وہ پہلی مرتبہ اپنے گاؤں سے اپنے ٹنگ کے دارالخلافہ کی طرف روانہ  
ہوئے۔ قیاس کو کہنے میں کہ یسوع مس موقع پر کھیسے ہوش و خروش  
سے پڑ ہوگا۔ اسے اتنی تیل کا سفر کرنا تھا اور اسے ٹنگ میں سے

گزرنا تھا جس کا ہر س تاریخی واقعات اور جوش انگیز یادگاروں سے چر  
کتا۔ علاوہ اس کے وہ ایسے قائد کے ساتھ روانہ ہوا جو دم قدم پر  
ایسے مسافروں کے شمار سے بڑھ جاتا تھا جو عریٰ عید کے سبب سے  
غلطی جوش اور ہرگز سے معذور تھے اور جس شہر کو وہ سچا رہے تھے وہ  
ایسا شہر تھا جسے ہر یودی دل و میان سے پیار کرتا تھا اور تاکہ اور  
کسی دارالخلافہ سے کبھی نہیں کیا گیا۔ یہ شہر ایسی چیزوں اور یادگاروں  
سے چرکتا جو اُس کے دل میں ہر قسم کی تحریک اور دلچسپی پیدا کر سکتی  
تھیں۔ عید صبح کے موقع پر کم از کم پچاس مالک سے یروشلیم

دلیاں ہوتے اور مختلف لباس پہنے ہوئے آتے اور ہر مذہب میں جمع ہوتے  
تھے۔ سنی موقع پر وہ جلی مرتبہ اُس عید میں مل جاتے تھے۔  
جس سے طرح طرح کے مقدس اور محبوب لوطی کے خیالات برآمد ہوتے  
تھے۔ پس تعجب نہیں کہ وہ بھی نئی دھیمپ باتوں کے خیال میں ایسا گن ہوا  
کہ جب وہ اس کو دیکھنے کا دن آتا تو مقررہ وقت اور جگہ پر پہنچے قافلے  
دالوں سے نہ مل سکا۔ یروشلیم میں ایک جگہ تھی جس پر یہ فریاد ہوگی  
اور وہ مشکل تھی اور خصوصاً اس کا وہ حصہ جہاں اصحابِ علم و  
حکمت لوگوں کو تعلیم دیا کرتے تھے۔ اُس کے دل میں بے شمار سوالات  
جو جن دن تھے جن کا جواب وہ اُن ٹنگ سے طلب کرنا چاہتا تھا یا پوچھ  
کہیں تحصیل علم کی پیاس کو جو اُس کے دل میں جیکہ رہی تھی اب اُس  
ہوتے کا موقع ملا۔ یہی وہ جگہ تھی جہاں اُس کے فکر و ماں باپ نے اُسے  
پایا جب کہ وہ اُس کی تلاش میں یہ سمجھ کر یروشلیم کی طرف دوتے کو دیکھ گیا  
ہے اور حسبِ حال اُسے تو دیکھا کہ بڑی فوج کے ساتھ اُس زمانہ کی

حکمت کی بانی شمع رہا ہے اور جو الفاظ جو اُس نے اپنی ماں کے  
 مانتے، میرے سوال کے جواب میں بیان فرمائے اُس کے دل پر سے ہوا  
 اُٹھتا رہتا ہے جو کہ جس سے شمع کی سی دیر کے لئے جلا رہتی ہے کہ اُس  
 خیالات کو ایک نظر دیکھو یہ جو صاف سے کہنتوں میں اُس کے دل کو گھوم  
 کیا کرتے تھے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ ایسی جگہ میں تھا تو بھی ان  
 دکھوں، دیموں پر سوز سے کیا تھا جو زندگی کی راہ سے ہر دور گزرتے  
 ہیں پر ایک لمحہ کے لئے میں ہست پروردگار کے لئے کہ زندگی کا کیا مطلب تھا  
 اس مقصد سے پروردگار اُسی وقت سے جانتا تھا کہ تجھے اپنی زندگی کے ایام میں  
 اُس کام کو انجام دینا ہے جو تجھ کے لیے میرے لئے مقرر کیا ہے اور میرے لئے  
 کیا ہے کہ میں اُس سے کہیں اُس سے کہیں چتا چوہا پر جو خوش خیال تمام مقرر اُس  
 کے دل میں جا رہا ہے۔ یہی خیال ہر فرد و ہر فرد کی زندگی کا اوّل اور آخر نفس  
 ہو گیا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ یہ خیال بار بار بعد میں اُس کی باتوں میں ظاہر  
 ہوتا ہے اور آخر کار اُس کی دینی زندگی کے خاتمہ پر ان الفاظ میں گونج اُٹھتا ہے ہر  
 کثرت چھو جاتا ہے کہ کیا شروع شروع ہی سے جانتا تھا کہ میں اُس  
 اور نجات کے کام کے لئے مقرر کیا گیا ہوں۔ اگر ایسا نہیں تو کب اور کس طرح  
 یہ علم اُس کو حاصل ہوا ہے کیا یہ حال اُس وقت اُس کے دل میں پیدا ہوا  
 جبکہ اُس نے اپنی ماں سے اپنی شمع، مَدِائش کا حال مسایا خود بخود اُس  
 کے دل میں رہا ہو گیا، ہر کام حیل کیا دی یا رفتہ رفتہ زندگی جو اُس  
 نے کب، پسے کام کا وہ نقشہ تیار کیا جس کے مطابق وہ اپنی خدمت  
 کے شروع سے آخر تک پہنچ گیا اُسے کام کرتا رہا یا کیا وہ کئی سال کے گزرنے  
 دھیان کے بعد رفتہ رفتہ اُس کے خیال میں آیا یا کیا وہ اُس کی نظر سے گزر

گیا، ان سوالات پر بڑے بڑے مسیحی علماء نے جواب دیے ہیں اور مختلف جواب  
 دیے ہیں پر اگر ہم اُس کے جواب کو جو اُس نے اپنی ماں کو دیا نظر انداز نہ  
 کریں تو ہمیں ماننا پڑے گا کہ کوئی وقت ایسا نہ تھا جسکے وہ یہ نہیں جانتا تھا  
 کہ میں کس کام کے لئے کیا ہوں۔

مقرر ہے کہ ہر شمع میں بار بار اُس نے اُس کی دماغی مشورہ پر  
 بڑا اثر ڈالا ہو اور اگر وہ یہ سب کچھ اُس کے کہنتوں میں کثرت آیا جا رہا تھا تو اُس  
 نے ثابت ہو کر ثابت کر لیا کہ اُس کی زندگی کی مشورہ حکمت کیسی تشنگ ہے۔  
 حال، میں سلام و قیوں پر اُس نے مدد دی ہے کہ مذہب کی حد سے رہی  
 ہو رہی ہے۔ تعلیم اور تفسیر دونوں کا اس وصال کی محتاج ہیں۔ وہ ہیں  
 اُس سے اُن رسوم اور اُن شخصوں کو دیکھنا ہو گا جن پر کچھ عرصہ کے بعد  
 اُس نے پاک غیرت سے معمولہ ہو کر سخت نظر کیا۔

اب ہم اُس خارجی اسباب کو دیکھ چکے ہیں جس کے درمیان میں سے  
 ہر دوش پائی، اور خانی کی طرف قدم اٹھایا۔ اُس ناشر کی نسبت، مبادی کرنا  
 جو اسباب سے اُس کی مشورہ میں کی بڑا آسان کام ہے۔ پر درخت  
 چاہیے کہ جس قدر کسی شخص کی طبیعت زیادہ اعلیٰ اور خود مدد دہی ہے اُس  
 قدر وہ اپنی مشورہ میں خارجی اسباب و مشورہ پر کم انحصار رکھتا ہے۔ اُس کی  
 در اور مددنی تیشوں سے سرب ہوتی ہے جو اُس کے اندر پوشیدہ ہونے  
 ہیں اور اُس میں وہ لیاقت چھپی ہوئی ہوتی ہے جو اُس کی ذات کے مطابق  
 خود بخود کھول جاتی اور ہر ذریعہ اسباب کی مدد نہیں کرتی۔ پس مشورہ  
 خواہ کسی خاص میں دیکھا جاتا ہو یا کسی بڑی بڑی خاصیتوں کے سبب  
 سے وہی ہی شخص بن جائیگا کہ حاضرہ میں رہ کر بنا۔



## تفسیر باب

## قوم اور زمانہ کی حالت

اب ہم سچ کی مدد کے اس حصہ کے نزدیک پہنچے ہیں جس کا مفصل حال آجور میں مذکور ہے۔ سچ سچ تہیں کو چھوڑ کر دنیا کے سامنے آنا اور یہاں اس کام نصب کرتا ہے جس میں وہ قدر پر نہیں ملتا ہے کہ ہم اس قوم کے ہمسایہ جہ پختہ کر رہے ہیں کہ وہ ان کے کام کرنا تھا اور ہم یہ دریافت کریں کہ اسے اپنی حیات کے متعلق کون سے مفصلہ نظر تھے۔ برہنہ کی زندگیوں کے وسیلے سے کوئی نہ کوئی نئی طاقت اس دنیا میں داخل ہوئی ہے جس میں ان کے سوا کوئی اور بھی نہیں تھا اور ان کو ان کے مرنے کا ہے۔ ایک پرکھ کوئی نئی بات اس کے وسیلے سے اس دنیا میں داخل ہوئی اور وہ لوگوں کو کوئی نئی بات سے شرمندہ کر کے دے کر ان کے کام کو بن گئی جس سے وہ ہر ایک شخص کے سامنے غری کی تاثیرات کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے پہنچے ہیں اس نئی طاقت کی مائیت کے سمجھنے کی کوشش کریں جو اس کی زندگی سے صادر ہوئی اور اس بات پر غور کریں کہ جس زمانہ میں وہ طاقت نمودار ہوئی اس وقت دنیا کی کیا حالت تھی مگر ہم دوسری بات کو نظر انداز کریں وہ سب بات کی خصوصیتیں سمجھیں۔ ان کی زندگی میں وہ عقیدہ حل ہو گا کہ اس طرح اس نئی طاقت کو دنیا سے ہٹا کر رکھ دے۔ جس آدمی پر غور کریں جو ان کے سامنے سے سینہ سے لگا یا دشمنی اور عدالت کا پہلو

اختیار رکھنے کے لئے یہ کہنا چاہئے کہ اس نئی طاقت اپنے ساتھ لایا تھا جس کا کام یہ تھا کہ انسانی تاریخ کو ایک نئے ساپٹے میں ڈھال کر نئی شہادت میں تبدیل کر دے۔ جس جب تک ہم ان لوگوں کے حالات سے واقف نہ ہوں جن کے درمیان اس نے خود اس اختیار کی تہ تک نہ ہم اس کی غصہ کو اور نہ اس بات کو جان سکتے ہیں کہ اس غری بخش کو کتنا اپنے ساتھ لایا اس کو تاریخی واقعات کی لڑی میں پڑنے کے لئے اسے کون کون سی مشکلات کا مقابلہ کرنا پڑا۔

جب ہم عبدعزیز کی آخری کتاب کا آخری درجہ کو لے کر عہد جدید کو نکال کر اس کا مطالعہ شروع کرنے میں تو ہمارے دل میں یہ خیال گھومتا ہے کہ گویا ہم ان لوگوں کے درمیان چلتے پھرتے اور اس قسم کی دشواری کا دور دیکھ رہے ہیں جو ہم نے طاقت کی کتاب میں چھوڑی تھیں مگر یہ خیال سرسبز ہے کہ کوئی اور نئی کے درمیان چار سو سال کا فاصلہ ہے اور جو تبدیلیاں، تحریکات کے اندر کسی ملک میں پیدا ہو سکتی ہیں، وہ اس ملک میں واقع ہو چکی تھیں جو دنیا کی طاقت کے زمانہ میں شروع تھیں۔ اب ہم وہ نئی اور نئی زمینیں سے رواج سے خیالات نئے طریقے اور نئے فرمے برپا ہو گئے تھے غرضیکہ ملک کی ایسی کیا پالیسی تھی کہ اگر طاقتی زندگی ہو کر اپنے ملک اور اپنے لوگوں کو دیکھتا تو حیرت کا پہلاں حیات اور مشکل سے ان کو پہچانتا۔

فعلی انتظام میں طرح طرح کی تبدیلیاں ہو چکی تھیں مگر ہماری کے بعد بنیادی قوم کا انتظام دار کارہوں کے ذریعہ اور پیوریوں کا قدامت ملک ایک ہی حکومت کی صورت میں تبدیل ہو گیا۔ کئی دفعہ مذاکرہ ہوا ہے

بارہ دہائیوں پر حملہ کر کے ہر سب سے انتظام کو نابل میں پہنایا۔ کچھ عرصہ کے لئے  
 وزیر مکاروں نے موروثی بادشاہی کے قدیم اختیارات کو بیکارال اور  
 اردو کے لئے جنگ و جدل کرنے ہوئے کچھ شکست کھائی، اور کبھی دھن  
 کو بچا دیکھا یا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد ایک خاموش نے برہمنی تخت نشینی اور حکمرانی  
 کا لکھتہ اٹھایا اور اب انہیں غنائ حکومت اہل قوم کے ہاتھ میں جن کا  
 سکہ تمام مذہب دنیا میں جاری تھا انہوں نے ملک کو پانچ حصوں میں تقسیم  
 کر کے کچھ ایسی ہی حکومت جاری کی جیسی اب ہندوستان میں رائج ہے۔  
 گجرات اور پربت جھوٹے چھوٹے لادھوں کے ہاتھ میں تھے وہ ہندوؤں  
 کے پیشے تھے جس کے بعد میں مسیح پیدا ہوا تھا۔ پرتگیزیہ قوم کے  
 ساتھ دہی ملا کر گئے تھے جو ریاست ہائے ہند کے سردار اور بچ  
 شہنشاہ انگلستان کے ساتھ رہتے ہیں۔ یہودیہ ایک دہی تھی کہ  
 اختصار میں تھا جو سرحد کے دہی شعبہ کے فرمانروا کے تحت سمجھا  
 جاتا تھا۔ دہی اب بھی یروشلم کے گلی کوچوں میں پھرتے دکھائی دیتے  
 تھے۔ دہی مصر پر ہر قلعہ کی چوٹی پر ہمارا تھا۔ دہی محصور ہونے والے  
 ہر سرحد کے پھاٹک پر بیٹھے تھے۔ ہندو دہیوں کے جس حکام جیسے  
 یہودی اختیارات کا ایک آلہ کتنا چاہیے، برائے نام دربار انداز رکھتی  
 تھی مگر حقیقت اس کے حدود اور سرور کا ہنر دہیوں کے ہاتھ میں کھائی  
 سے بڑھ کر نہ تھے جتنا کہ جب ناچ وہ بچا لے تھے وہی ناچتے تھے جس  
 قوم کو دیگر اقوام سے ایک فیہم کا امتیاز حاصل تھا اور جس کے سامنے دنیا  
 کی تمام سلطنتوں کو تسلیم کرنا چاہیے تھا اور جس کی حب الوطنی میں دہی  
 اور قومی محبت کا ایک ایسا مادہ موجود تھا کہ دوسری قوموں کو دیکھ کر تعجب

نہیں ہوا وہ قوم جس وقت اپنے اعلیٰ پایہ سے گریز کر دیں جو  
 رہی تھی

اور جب ہم مذہب کی طرف رخ کرنے ہیں تو مذہبی عالم میں بھی  
 بڑی تبدیلی اور عجیب طرح کا تزلزل نظر آتا ہے۔ ظاہری صورت سے  
 تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا تزلزل کے جوئے مذہب بڑے فروغ پر  
 ہے مگر یہ یہودی قوم جیسی اس وقت اپنے عقائد کی پابندی میں تھی  
 کبھی نہیں ہوتی تھی۔ ایک دفعہ وقت تھا کہ ملت برہمنی لکھتہ مانا کر گئے  
 کا بار ہو رہی تھی مگر اسیری کے بعد اس وقت سے اس ہندو کی ایسی سختی کی  
 کہ اب ہر ملک کے یہودی بچر خدائے وحدہ اور کسی کو عبادت کے لائق نہیں  
 سمجھتے تھے۔ منوں سے بلی تہا اس اگر کا ہنر مندوں کو از سر نو قائم کیا۔  
 جس کی عبادت اور عیدوں کی حفاظت میں اسے مشغول ہونے کو شرم کی  
 اور اس میں سرگور فرقی نہیں آنے دیتے تھے۔ عودہ برہمنی ایسی عریضی ایک  
 اور طریق عبادت میں ہوا جس نے میل اور میل کے کاہنوں کی ہی ہوت  
 قدیم کہ دی۔ اسے خدیا گاہ و عبادت خانہ کہا کرتے تھے اور اس کے  
 کا ورنہ نہ رہی کہلانے تھے۔ قدیم مذاہب میں ہنگام کا ورنہ دیکھ کر نہیں ملتا  
 کیونکہ اس طریق نے میری کے بعد جنہاں اہل اس تعلیم کے پہلوں پر درویشی پائی  
 جو اس وقت کلام الہی سے نئے لوگوں کے دلوں میں موجود تھی جہاں جہاں  
 یہودی آباد ہوئے وہاں پر عبادت خانے بکثرت برپا ہوئے۔ ہر مذہب  
 کے روزیہ عبادت خانے خدا کے ہستاروں کی کثرت سے ٹوٹا ہوا  
 بھر جاتے تھے اور وہی حاضرین کو پند و نصیحت کیا کرتے تھے۔  
 عبادت خانہ کے ساتھ دیتوں کا فہرہ بھی پیدا ہوا اور اس کا سبب

یہ تھا کہ زبان عبرانی اس وقت بولی نہیں جاتی تھی۔ سو اس بات کی ضرورت تھی کہ پڑانے عمد نامہ کا جو ایک حصہ سے دوسرے حصہ تک سال میں ایک مرتبہ ہمیشہ پڑھا جاتا تھا، مروجہ زبان میں ترجمہ کیا جاتا تھا۔ علم انبی کے مدرسے قائم کیے گئے جہاں رات نہ سوتے پڑتے اور فوج تفسیر میں مہارت حاصل کرتے تھے۔

لیکن باوجود اس ظاہری دینداری کی گرم پانڈاری کے مذہب دراصل تنزل کی طرف مائل تھا یعنی خارجی رسوم کی ادا و نفاذ پر مبنی مگر باسی روح اور دنیائی چیزیں سخی کی طرح گل ہونے پر تھی گو پیرانے زمانہ میں یہ قوم یادِ خدا گناہ کے پھندے میں گرفتار نہ تھی تو بھی ہمیشہ اس قبیل تھی کہ اپنی تاریخ کے بدترین زمانوں میں بھی ایسے جیسے مقدمہ اختصاص پیدا کر کے پوسہ کی کاٹنے سے اپنے نمونہ قائم رکھیں اور اس راہ کو مضبوط کریں جو ان کی قوم اور اسمانی بادشاہ کے درمیان موجود تھا جس سے دیکھتے ہیں کہ وہ انبیاء و صف و صدق کی دولت سے غلام تھے، سچائی کو ہر طرح کی آفات سے محفوظ رکھنے سے۔ ان کے سلسلہ میں ان چار صدیوں کے اندر سن کا ذکر ہو رہا کوئی نئی برپا نہ ہوا۔ اس میں شک نہیں کہ ان کے عقیدے میں کلام کی محافظت تو ایسی تعظیم سے کی جاتی تھی کہ اس تعظیم میں بے بسا اوقات بت پرستی کی ٹوٹنے لگ جاتی تھی لیکن ایسے آدمی بہت ہی کم تھے جس کے اندر مروج پاک کا وہ نورِ ہدایت درجہ نہ ہوتا جو انہوں نے کلام کا اصل مطلب سمجھنے کے لئے ضروری ہوتا ہے۔

دین کے دائرہ میں خود ان دنوں پیشو سمجھا جاتا تھا وہ فریسیوں

کا فرقہ تھا۔ فریسی اس بات پر زور دیا کرتے تھے کہ خدا نے قوم یہود کو دیگر اقوام سے امتیاز خاص کے ساتھ جدا کیا ہے۔ اب اگر یہ امتیاز پاکیزگی میں ظاہر ہوتا تو اس پر زور دینا بہت عمدہ اور موافق ہوتا مگر چونکہ لباس اور خوراک اور زبان کے ظاہری امتیازات کی نسبت اس امتیاز کا بہتر رکھنا ایک مشکل کام تھا، اس لئے اس اور خوراک کے بیرونی فرق و امتیاز نے رفتہ رفتہ اس اصلی امتیاز کی جگہ لے لی۔ فریسی جب الوطنی کے عجیب و غریب سے پیر اور ملکی آزادی کے لئے اپنی جان پر کھیل جانے کو تیار تھے۔ وہ غیروں کی حکمرانی سے دل ہی دل میں جلتے اور دوسری ذمہ کو لفظ حقارت سے دیکھا کرتے تھے اور اس امید میں تھے کہ ہماری قوم کو کچھ عرصہ کے بعد ایک خوش حال اور نیکو حال زمانہ نصیب ہوگا مگر مدت تک اس راگ کو لا پٹنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ مغرور ہو کر سمجھنے لگ گئے کہ چونکہ ہم دیر نام کی نسل سے ہیں، اس لئے خدا کی نظر میں ہم بھی پسندیدہ ہیں اور اس بات کو بھول گئے کہ خدا کی نظر میں جو ہے وہ کسی شرافت نہیں بلکہ ذاتی خلصت ہے پس وہ یہودی رسموں کو بڑھانے لگے اور تمام کار و دعا اور عذرہ اور دہ کی کی خارجی رسوم سے اس امتیاز کی جگہ لے لی جو انسان اور خدا کی محبت میں جلوہ گر ہونا چاہیے تھا۔

فریسیوں کے درد کے ساتھ کئی فیسہ بھی ملتی تھی۔ ان کو اس لئے فقہ کہتے تھے جو دیکھ لو سوں کی تشریح اور کتابت ان کے بیرونی اور فہمی لوگوں کے لئے وکالت کا کام کیا کرتے تھے کیونکہ یہودیوں کے



ملکی قوانین کا مجموعہ پاک نوشتوں میں داخل تھا، اس سے عظیم نقد علم اسی کی ایک شرح سمجھا جاتا تھا۔ عبادت خانہ میں کلام الہی کی شرح اکثر دی کی کرتے تھے۔ اگرچہ ہر شخص کو اجازت تھی کہ اگر بوسا چاہے تو بوسے۔ وہ نوشتوں کے بابک، ایک لفظ اور حرف کی تعلیم کا دم بھرتے تھے اور وہ بھی پڑانے والے کے مذہبی، عقول کو لوگوں کے وہ یہاں پھیلائے اور اس کے بڑے بڑے وواعزم بہادروں کا نمونہ بن گئے۔ ان کے سامنے رکھتے ورتیبوں کے کلام کو بیچ کی طرح دونوں میں ہونے کا عمدہ موقع ان کو حاصل تھا کہ ان کے کلام کو انجام دیتے تھے لے عبادت خانہ تک چلے مقام خلیفین انھوں نے اس عہدہ میں کمال کھو دیا اور یہی حکاموں اور مشکوکوں کی بیسی کی سنی گروہ بنے ہر گھائی اور اپنے اپنے مرنے کو سننے والی اغراض کو اور کرنے کا وسیع بنایا اور ان لوگوں کو جس پر وہ رسول کے عوین پتھر دیا کرتے تھے وہ بل کو یہی علم سمجھ کر نظر فرماتے تھے۔ یہاں شریعت کی پاک نوشتوں میں جو باتیں کوئی اور زندگی بخش تھیں وہ اس کی سہولت کے لئے تھیں ان کو نظر نہ دیکر یہاں پشت در پشت مشاہیر مفسرین کی تفسیر میں مڑھتی کشیں اور وہ خبری حاشیوں کو متن پر ترجیح دیتے تھے۔ مرید برائے یہ خیال مروج ہو گیا کہ صحیح تفسیر کو یہی ترتیب دیا جائے جو کلام اللہ کو جو اصل ہے اور چونکہ مرید بہت مشہور معتمدوں کی تفسیر میں صحیح سمجھی جاتی تھیں مرنے کے نتیجہ میں کہ ہزار ہا دامن جو ہر شے کی طرح مشتقہ اور میں سمجھتی سمجھی جاتی تھیں روز بروز بڑھتے گئے یہاں تک کہ ان کا شمار سنت زیادہ ہو گیا۔ رفتہ رفتہ یہاں تک ہوئے کہ یہی کہ ہر کوئی اپنی مرضی کے مطابق

تشریح کرنے لگا اور انوں ہر قسم کی رائے کو کلام اللہ کی کسی نہ کسی آیت سے مربوط کرنا یا اسی کو جائز قرار دینے کے لئے سند و حدیث ڈھونڈنا انسان کا کام ہو گیا

پس اس طرح فریبوں کی ہر نئی ایجاد نے ناجائز ہوئے کا رقبہ حاصل کیا اور ان نئی ایجادوں کا شمار اس قدر بڑھ گیا کہ زندگی کے دشمین کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں ان کا سایہ نہیں پڑتا تھا۔ شخصی اور خانہ دانی عرصہ کی زندگی کے ہر پہلو پر ان لوگوں کی نو ایجادیں ٹھکرن تھیں ان کے شمار کی کثرت کے سبب سے ان کے دیکھنے کے لئے قدرت اعم کی ضرورت تھی اور ان فقیہوں کی تربیت کا بھی بڑا جزو ہی تھا کہ وہ ان مختلف خیالات سے پر تھ جوں اور بڑے بڑے رتبوں کے مستند کلام کا علم رکھیں اور تفسیر کے ان طریقوں کو ضبط کریں جن کی بنیاد یہ تھی کہ اپنے خیالات کو جو بڑھایا تھا۔ یہی وہ مخصوص تھا جس سے وہ عبادت خانہ میں آنے والوں کو سب سے آتش کرنا چاہتے تھے۔ فہم کی گردن پر ایسی بے شمار پھرتی سمجھتی، قول کا بوجھ ڈالے تھے جن میں سے ہر ایک کو دس احکام کی مانند حدیث کی طرف سے متاے تھے۔ یہی وہ ناقابل بہار منت و چر تھا جس کی نسبت بطرس نے کہا کہ نہ ہم اور نہ ہمارے باپ دادا سے اچھا سکتے ہیں۔ یہی وہ بوجھ تھا جس نے خواب پریشانی کی طرح لوگوں کی ضمیر کو دبا رکھا تھا۔ اس سے بہت سے بڑے نیچے پیہ ہوئے ہر ایک مسئلہ تاریخی حقیقت ہے کہ جب دشمن کو وہی جگہ دی جاتی ہے جو اخلاقی صداقت کا حق ہے تو اخلاق کی رونق کا اور ہو جاتی ہے تفسیر اور فہم اس فن میں طاق

تھے کہ اپنی خود رانی کے موافق شرح گو کہے اور تمہیری من ملامت پر اپنی مرضی کے مطابق بھیت کر کے بڑے بڑے اخلاقی رفیق کی بیانی ہلا دیں اور نئے نئے دستوروں کی پابندی کے سٹکوں پر لگیں۔ جس طرح یہ لوگ باپتھی کے دانتوں کی طرح چاہر میں کچھ اور باطن میں کچھ اور ہی تھے۔ دیکھنے میں سراپا پاکیزگی مگر صورت میں خود غرضی کے عاشق اور لطف فی خواہشات کے شے میں جوڑ تھے اور یہی حال قوم کا تھا۔ وہ بھی فکر طرح اوپر سے کرامت پر اندر بدی کی عقوبت سے سڑ رہی تھی۔

ان کے مقابل ایک اور فرقہ مخالفت میں ٹٹا کھڑا تھا۔ وہ صدوقیوں کا فرقہ تھا۔ صدوقی بزرگوں کی روایتوں کو منہ نہیں مانتے تھے بلکہ برعکس اس کے یہ چاہتے تھے کہ بائبل کے فیصلے پسند کیجئے جائیں، اور بغیر اس کے اور کسی رائے کی قدر نہ کی جائے اور نہ ہی وہ یہ چاہتے تھے کہ اعتقاد کی جگہ مذہبی رسوم کو دی جائے مگر اس مخالفت کا باعث نہ کسی عقول کی پابندی نہ تھی بلکہ ان کی متکبرانہ طبیعت اس کی موجب تھی۔ یہ لوگ سراپا ایمان سے خالی اور غیر گہمی اور دنیوی مزاج سے پر تھے۔ اگرچہ وہ اخلاقی صداقتوں کی تعریف میں بڑی سرگرمی دکھایا کرتے تھے تو بھی ان کا عالم اخلاق کچھ اور ہی تھا۔ ان کے اخلاق میں حقیقی جوت اور روحانی حیوانیت نہ تھی کیونکہ وہ الٰہی قدرت کی ان اعلیٰ منازل سے ناواقف تھے جہاں سے سچے اخلاقی زندگی کی ندیاں جاری ہوتی ہیں وہ فریسیوں کی دستور پرستی سے اپنی تمیز کو نہ بڑا کرنا پسند نہیں کرتے تھے مگر اس کا اصل سبب یہ

تھا کہ وہ چاہتے تھے کہ عیسٰی و عیسیٰ سے زندگی بسر کرے اور ہر روز روز عید اور ہر شب شنبات ہو۔ وہ فریسیوں کی اس خصوصیت کہ منی میں اٹھایا کرتے تھے جس کی وجہ سے وہ اپنے منی وروں سے الگ رکھتے تھے مگر صدوقی اس ایمان اور ان قومی جمہیروں سے بھی اپنے ہاتھ دھو بیٹھے تھے جو فریسی فرقہ کا خاصہ تھیں۔ سو وہ غیر قوموں کے ساتھ کھلم کھلا، سستے چلتے، یونانی تہذیب و شائستگی کی پیروی کرتے اور غیر مالک کے متاعل سے دل بدل لے تھے۔ ملکی زندگی کے لئے طنائے کونا پسند تھا۔ اس فرقے کی ایک شاخ رن خیالات میں اس درجہ تک پہنچ گئی تھی کہ ان کو یہودی کہتے تھے۔ انہوں نے یہودیوں میں غاصب کی مدد کی، دراب پوشاہ کی وجہ سے اس کے پیشوں کے شرم گئے ہوئے تھے۔

یہ صدوقی بیشتر اعلیٰ خانہ نواں اور دولت مند گھرانوں سے علاقہ رکھتے تھے اور فقیر اور فریبی زیادہ تر درمیانہ درجہ کے لوگ ہیں۔ تھے کہ کوئی ربا میں سے بھی اعلیٰ خانہ نواں سے علاقہ رکھتے تھے۔ ادنیٰ درجہ کے لوگ اور عیسائی باشندوں کو دولت نے امیروں سے جدا کر رکھا تھا گو وہ فریسیوں پر فریفتہ ہو کر انہیں کا دم بھرتے تھے کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جہاں لوگ جس طرف گرم جوشی دیکھتے ہیں اسی طرف ہوجاتے ہیں۔ سب سے آخری درجہ پر ایک کثیر جماعت موجود تھی جس نے مذہب اور مروت پر موم ٹھہری سے ہر طرح کا رشتہ قطع کر لیا تھا۔ وہ محض پولیس سے اسے اور گھبراہٹ اور گھبراہٹ کرتے تھے اور کوئی ان کی مددوں کی پروا نہ کرتا تھا۔

ہم نے دیکھا کہ قوم بیدار کی اس وقت دینی اور اخلاقی حالت نہایت زبردستی ہو رہی تھی۔ کس یہ سول پیش آتا ہے کہ کیا یہی لوگ خدا کے لوگ ہیں؟ عام میں لوگ، اہرام اور اشفاق اور یعقوب کی، ولاد اور عدس کے وارث تھے، اگرچہ چاہے خلافت میں ڈوبے چھوٹے تھے۔ اگر ہم اس زمانہ سے قطع نظر کر کے پیچھے کی طرف دیکھیں تو کئی صدیاں پہلے قدیم عربوں کی نورانی شعوریں اور ان باتوں کے حلال چہرے جو حد کے پہنچا لی اور ہم مزاج تھے، ہماری نظروں سے گزریں گے اور کئی دہائیوں اور کئی آدمیوں کے دیکھے ہوئے نہیں گئے، اگر کئی ایسی کیفیتیں دیکھنے میں آئیں گی جو اپنے چہرے اور ائمہ کے سبب مشہور تھیں، اور اسی طرح اگر آئندہ زمانے کی طرف دیکھ کر اٹھا کر دیکھیں تو ادھر بھی بڑی اور نفیست کا رد و درہ نظر آئے گا۔ خدا کا وہ کلام جو انسان سے نازل ہوا اور اس کے دہلیز سے سامان کیا گیا، کبھی بے انجام نہیں رہ سکتا تھا۔ اس نے ہر ایک کو میرا کامل مکاشفہ اسی قوم کو عطا کیا جائے گا اور انسانیت کا یہ نقش اور کامل نمونہ اسی قوم میں سے نکلے گا اور اسی میں سے وہ چشمہ جاری ہوگا جو بنی آدم کو نئی زندگی اور زندگی، نورانی طاقتیں دے گا۔ پس اس قول کے مطابق ابھی ایک عجیب زمانہ نہ ہو سکا ہے یا نہیں کہیں کہ شہودی نامزدی کا دور اس وقت تک عرصہ کے لئے حرکتانی خطوں میں جنب ہو کر غائب ہو گیا تھا، لیکن تھوڑی دیر کے بعد پھر وہ وہ خود کے ساتھ خدا کی مقرر کردہ راہ میں پہلے کو تھا۔ اگرچہ اس وقت زمانہ کے ظاہری حالات کسی قدر موفقی سے معلوم ہوئے تھے تو بھی خدا کا فرمان پورا ہونے کا وقت آچکا تھا۔ چنانچہ کئی خدا پرست دیندار

اس وقت آپس میں کہتے تھے کہ کیا جوئے سے بے کرباب بنی ایک بزرگ کے آئے کی خبر دیتے ہوئے یہ نہیں بتاتے کہ وہ عین ان کے ہیں؟ جیسا کہ اخلاقی تاریخ کی تاریک رات کے اندھیرے سے بھی بڑھ جائے گی اور قومی ایشیائی اقتصاد پر کوئی نہج جائے گی؟ یہ زمانہ مانگے گئے مشن کے کھوئے ہوئے جلال کو دوبارہ روشن کرے گا۔ اور جسے کہ بدترین زمانوں میں بھی نیک اشخاص کا وجود معدوم نہیں ہوتا لہذا اس وقت بھی بزرگوں کے خود غرض اور بہ اخلاق فرقوں میں بعض بعض صاحب دس باقی تھے لیکن ایسے زمانوں میں حقیقی دینداری زیادہ تر کم حیثیت لوگوں کی جھوٹوں میں بسید کرتی ہے اور جس طرح ہم کو ائمہ ہے کہ وہ میں کتبوں تک کلیسا میں بھی بہت ایسے لوگ تھے میں جو ان رسوم کو جو مسیح اور ان کے درمیان پروردہ کرتی ہیں ترک کر کے حیات کے چشمہ تک پہنچ جاتے ہیں اور روحانی مذاق کی انداز سے اغویات سے کنارہ کش ہو کر وہ وقت کو مضبوطی سے پکڑ لیتے ہیں۔ اسی طرح ہم بہ ائمہ بھی دیکھتے ہیں کہ فلسفوں کے عام لوگوں میں بھی کئی ایسے لوگ تھے جو خدا کے کلام کو قیادت خانوں میں سن کر اپنے گھروں میں پڑھ کر اپنے اہل خانہ کی بھاری اور بے شمار نصیحت کو نظر انداز کر دیتے تھے اور گزشتہ زمانوں کے جملہ یعنی پاکیزگی کی روح اور خدا کے کمال کو دیکھتے ہوں گے جن کے نظارے سے فیض بہرہ مند تھے۔

لیکن فقید بھی فتنوں کی مشین گامیوں سے بے پروا نہ تھے۔ وہ بھی ایک طرح ان کی چھان میں گئے جوئے تھے اور فریبوں کی توبہ ایک حکوومت ہی تھی کہ وہ مسیح کے آسمان اُمیدوں پر فرشتہ ہو رہے



تھے گھر قیامت پر بھی کہ انہوں نے اپنی بے وطنی و تشنگیوں سے میوں کے کلام پر مردہ ڈال رکھا تھا اور آئے وے زمانہ یعنی مسیح کے عہد کی نشان دہی و شہادت اور یہ وہ وجوہات کی ایک مرضی تصویر ہے قیاس کے مطابق مسیح مریض تھے مسیح کو خدا کا بیٹا اور اس کے، سے کہ خدا کی بادشاہ کا اعزاز سمجھ کر تھے لیکن اس کے ساتھ ہی اس بہت سے بھی منفرد تھے۔ حسب مسیح کے تئوں کا تو وہ بڑے بڑے معجزوں اور اپنی قدرت سے یہودی قوم کو عوامی کی قید سے آزاد کر کے عیسوی عزت اور سوک کے اعلیٰ درجہ تک پہنچائے گا اور اس لمحہ کے تھے سے بھی سرور و جود ہے تھے کہ وہ جو تین ٹوٹی قوم کے شریک ہیں، اس کی بادشاہی میں اعلیٰ منصبوں اور مہموں پر فائز ہوئے جائیں گے، مگر بھی پر نہیں سوچتے تھے کہ وہ بھی ضروری امر ہے کہ اس کی طاقت کے لئے ہمارے زندگی میں باطنی تبدیلیاں پیدا ہوں اور اس کا سبب یہ تھا کہ دنیاوی جلال کی جھلک نے پاکیزگی اور محبت کے لئے ان کی غصروں کو ان سے چھپا دیا تھا۔

جب اس قوم کے اصل خدا یا انجیل کے پورے گامہ آیا تو ہودی تاریخ کی ایسی صورت بنی جیسی کہ بے رحمی اور اس صورت سے اس کام کو جسے مسیح موعودہ کو انجام دینا تھا مسیح، لکھنوں سے بھر دیا۔ امید یہ ہوئی چاہیے تھی کہ جب مسیح آئے تو وہ تمام قوم کو گزشتہ عیسوی کے خیالوں اور آفتوں کے تحقیقی منہ سے بھر پور پائے گا اور اس سے تالیف کر کے اس سے ایسی اور دشمن کرے جو جو من اور تاثیر سے پر ہو کر دنیا نہ ہو بلکہ برعکس اس کے یہ دیکھتے ہیں کہ جب وہ آیا اس وقت تمام قوم اپنے اعلیٰ تصورات کو کھو گئی اور ان کے غرض اور نئے خیالات پیدا

جو گئے تھے ہیں وہ ایک ایسی قوم کے غرض میں جو پاکیزگی سے ہر دور اور خدا کے مقرر کردہ انتظام کے مطابق دوسری قوموں کو برکت پہنچانے کے لئے تیار ہوئی اور اس کی پیروی اختیار کر کے درجہ کمال تک پہنچیں اور پھر تمام دنیا پر روحانی مسیح پائے میں اس کی مدد کرتی وہ ایسی قوم سے دوچار ہو جائیں سے ان باتوں میں سے کسی کی امداد نہیں کی جاسکتی تھی۔ لہذا اس سے پہلے اپنے اس ملک کی اصلاح کا بیڑا اٹھنا اور اس نقصات کا نشانہ بن کر جو سا سال کی پست حالی سے پیدا ہو گئے تھے۔

## چوتھا باب تیارمی کی آخری منزلیں

اب جس وقت قوم کی یہ حالت ہو رہی تھی اس وقت وہ جس کے آنے کی راہ لوگ ہے اپنے خیال کے مطابق دیکھ رہے تھے اس دنیا میں آیا لیکن انہوں نے نہ جانتا کہ وہ آگیا ہے، اور وہ کب یہ خیال کر سکتے تھے کہ جس کی منتظر ہی کے مستحق ہم خود فکر میں مصروف اور دغا و سازیاں میں مشغول ہو رہے ہیں وہ ناصرت جیسے حقیر شہر میں ایک بڑھئی کے گھر میں پرورش پاتا رہا ہے اور یہ حقیقت یہی ہو رہی تھی اپنی وہ برصفت کے گھر میں اپنے کام کے لئے تیار ہی کر رہا تھا۔ وہاں رہا تھا کہ انہوں نے نہ مانے کی محنتوں اور موجودہ حالات کو دیکھ کر اپنے کام کی عظیم

مرمت کے سمجھنے میں مصروف تھا وہاں اس کی آنکھیں ملک کا معائنہ کر رہی تھیں اور اس کی دل گتہ دہر خرابی کی کثرت کو دیکھ کر اس کے دل میں غریبہ پڑا تھا اور وہ اسے اندر دیکھ کر نظم و فتن کی خوش کرنے کے محسوس کر رہا تھا اور اس کے بھاری منہ کی انجیم دہی کے لئے ضروری تھیں۔ آخر کار یہ جذبہ شوق دریا کی طرح اڑا آیا اور وہ بوجور ہوا کہ اسے دل کا صاف نہ ہو کر اسے اور جس کام کے لئے آیا ہے اسے انجام دے۔

میں شروع کر، اپنے اصل کام کی بھاری بھوری کے لئے ہفت تین سال بٹھانے اور گریہ اس بات پر خود کر کے کہ انسانی زندگی کے معمولی تین سال کس قدر جلد گزر جاتے ہیں اور ان کے گھر پر کیا غم و کام ان سے مسکوب ہو سکتا ہے۔ ہم محسوس کر رہے تھے کہ سیرت عجیبہ ہم اور عظیم فائست کی موتی، درمیانہ زندگی لاٹانی طور پر اپنے اردوں کی یگانہ اور زندگی سے غم و ہمتی جس نے سیرت سے غم و ہمتی بنایا پر ایسا گراں گزرا، پے سے کسی سیرت کا فائدہ نہیں کر سکتا اور ہی آدم کے لئے صداقت اور معرفت کی مدت کی میری مراثی پیچھے چھوڑی جیسے کوئی ریزن کوٹ نہیں ملتا۔ عموماً مانا جاتا ہے کہ جب سمجھ و دنیا کے سامنے آیا اس وقت اس کے فائدہ مند مشورہ نہ کرے نہ نصیب کے ساچکے میں مرتب ہو چکے ہوتے اور اس کی سیرت کا ہر بیٹو جو نہ کیا تھا، اور اس کے اوڑھے اسے راسخ اور یکے کو گئے تھے کہ وہ بے ہنگام بہت اپنے کام کو انجام نہ پہنچانے کے لئے لگا کر کوشش کر سکتا تھا۔ تیس سال کے عرصہ میں کسی ایک دم کے لئے اس سے دیکھ جائے اور پھر جس پر اس نے اپنے کام کے

شروع میں قدم رکھتا تھا اور اس کا یہی سبب ہو گا کہ کام شروع کرتے سے پہلے میں برس کے عرصہ میں اس کے تصورات اور اس کی سیرت اور اس کی تدبیریں اپنی نشوونما کی نہ مہر میں شے کرتی ہوں گی۔

اس کی زندگی کا جو حصہ ناصرب میں گزرا، اس میں بظاہر کسی طرح کوئی غیر معمولی خصوصیت نظر نہیں آتی۔ پھر اگر سیرت اٹھا کر دیکھا جائے تو یہ میں قسم قسم کے تصورات اور گونا گوں خیالات کی کثرت جس سے پہلے اور اس کے بعد یونیورسٹی کی متوکل، رنگ و لکھاٹے کی مائیں کس کو، بسوں ملک اور خیرہ زندگی کی سطح کے نیچے آباد کی گئی تھیں جس جاری تھے جو انجام کا اس فوجی صورت پھول اور خوش مائیں میں نمودار ہوئے تھے جن کو اب تمام رت حیرت کی سفر سے دیکھا ہے۔ اس تباری میں بہت سادہ رنگ۔

تیس برس تک خاموش رہا، اسے اصل کام کو فائدہ نہ دیا تھا اور ایک طویل زمانہ تھا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے بعد بھی اور کوئی بات اس کی زندگی میں اس خاموشی سے زیادہ شاندار نہیں ہو گئے کام اور کام و دوسری میں طے کرنا ہے۔ یہ خاصیت تھی اس میں نہ صرف ہی میں پیدا ہوئی تھی وہ خاموشی کے ساتھ اس وقت تک انتظار کی کہ تاراج جب تک کہ تاراجی پوری نہ ہوئی۔ وقت سے پہلے کوئی چیز اس کو تنہائی سے باہر نہیں لا سکتی تھی۔ چنانچہ یہ یہ تہجد دست نو، ہنس کر اسے گھر سے نکل کر اپنے زمانہ کی خرابیوں اور غلطیوں کا مقابلہ کر کے اور نہ یہ آواز کو اپنے مجسول کو جائزہ پہنچائے وقت سے پہلے اس کو باہر لائی۔

مگر جب وقت آیا تو اس نے بڑھئی کے اوزاروں سے ہاتھ اٹھایا اور اس لباس کو جو اپنی دکان میں بیٹا کرتا تھا اسٹارڈ والا اور اپنے گھر اور

ناصرت کی دلکش ادوی کو حیران کر دیتے طریق زندگی پر قدم رکھ کر ابھی سب کچھ تیار نہ تھا کیونکہ اگرچہ اُس کی فہمیت و محنت کی حالت میں اعلیٰ درجہ کی ترقی کر گئی تھی تو بھی اپنے کام کو اچھا لگانے سے پہلے اسے ایک خاص قسم کی مدد کی ابھی ضرورت تھی۔

اُس اسی طرح پر بھی ضرور تھا کہ اُس کے تصور اور ارادے سے ایک عجیب قسم کی آزمائش کی گئی تھی۔ پہلے سے ثابت مضبوط و محکمہ کے بجائیں۔ میں اُس کی تیار کی انہری روایتیں مبنی بہتہ اور آزمائش ابھی و گورج بن آئے والی تھیں۔

اُس کا بیسیستمہ واضح ہو کہ سچ نہ صرت کی خدائی سے شکل کہ ایک ایک لوگوں کے سامنے نہیں آیا بلکہ اُس کے آنے کی اطلاع پہلے دی گئی بائیں کہیں کہ ایک طرح سے اُس کا کام اُس کے اچھا لگانے سے پہلے شروع ہو چکا تھا۔ سچ موعود کی آواز سننے سے پہلے قوم کو ایک مرتبہ ہر نبوت کی آواز و حرکت سے خدائی ہو رہی تھی و نصیب ہوئی۔ چنانچہ تمام ملک میں یہ خبر پہل گئی تھی کہ موعود۔ کئے صحابہ میں ایک بہتہ موعود اور ہوا ہے۔ وہ نہ ان کلمہ کے فقروں کی مانند ہے جو مرے کلمے لوگوں کے خیالات کو عبادت خانوں میں منت یا کرتے ہیں اور نہ ان پر و شلیم کے رہنے والے مت دلوں کی طرح سے جو موعودانہ توبہ میں ناک آورہ صحابہ میں متناقی میں ملکہ الہیہ صاحب شخص ہے جو خود تادم کی ہودگی سے نہ داور بدن میں توں سبک ہے وروں کی طرف مخاطب ہو کر دلوں ہے در پھر میرے اعتبار کے ساتھ کہ گویا اپنے الہم کے متعلق کسی طرح کا شک و حیرت مطلق نہیں رکھتا جو حق بیستمہ دینے وال اپنی ماں کے

بیٹا ہی سے مذہب تھا اُس نے کئی ماں صحرا میں کاٹے تھے جہاں وہ بچہ مراد کے ساحلوں پر اپنے دلوں کے خیالات میں گن ہو کر سر کیا کرتا تھا۔ وہ پرانے بیٹوں کی طرح باؤں کی پوشاک اور چمڑے کا کر بندہ کرتا تھا اور نفس کشی کی شدت اس درجہ تک پہنچی ہوئی تھی کہ وہ تجھے اچھے کھاؤں کا محتاج نہ تھا بلکہ اُن ٹڈیوں اور تحشی ختمہ سے لگا کر کیا کرتا تھا جو اُس بیابان میں مل سکتے تھے۔

یوحنا کی نسبت، جو کچھ کام الہی میں لکھا ہے اُس سے معلوم ہوا ہے کہ وہ گوشہ نشین، درمناست، ریاضت کرنے والا اور نفس کشی کرتا تھا۔ اُس نے آباد جگہوں کو چھوڑ کر بیابان میں رہنا اختیار کیا۔ اُس نے اُس کی بدعریض نہ تھی کہ نہ موعود و ہوا جس کجی کی طرح ہی آدم سے بے پروا اور مستعد ہو کر کسج نہائی میں جا چکے یا اپنی نہ صائیت سے تنگ کر یا اُس سے پناہ پانے کے لئے بھاگ جائے بلکہ اُس کی صحرا نشین کا یہ مقصد تھا کہ اپنے اور برقاؤں پائے اور وہ دعویٰ پیدا کرے جو خدا کے پیچھے تھی اور سچ کے پیچھے و سکے سے ضروری ہے۔

یوحنا کی طبیعت میں ہوش و بخت تھا۔ ہیں اُس سے بڑی محنت و درجہ و جہل سے اپنے مزاج مرتقا ہو پایا۔ اگر اُس میں صدمہ نہ تھا نہی نظر آتی ہے نہ وہ بڑی دعا اور تہی توبہ سے حاصل کی گئی تھی۔ پر اُس کی دعا اور توبہ کی جگہ دوسری بیابان تھا۔ اُس صبح کی بیٹہ نی پر جو اُس کو نصیب ہوئی نہائی کے ایسے اندازہ خود سے جو ظاہر کر کے ہے کہ جنگل میں بڑی جدوجہد کے ساتھ غلبہ حاصل کیا ہے اور جو اُن کی کی زندگی سے ظہر موعود تھا اُس میں سے بھی، بات اُس نے آدمی



اور بے حیائی کے طوفان کی بڑائی تھی جو صحرائیں اُس پرانی مٹی پر اُسی طرح اُس کی تعلیم سے بھی اُس سیلاب کا رنگ لگا رہا تھا جس کا ہے جہاں اُس نے اپنے کام کی تیاری کی چنانچہ وہ اپنی تقریب میں بار بار پتھر اور سانپ اور سونے کے ہوتے یا بے پھل درختوں کی سطریں پیش کرتا ہے۔  
 قدر و قدر کے اُسے اُس کی طبیعت اور کام کے لحاظ سے چلتے ہوئے چرخ یا متعلیٰ سے تشبیہ دی اور شے اِستیعنت وہ از سر نو ایک دہنا تھا۔ پس اُس کا اپنے آپ کو ادا اکت نہایت درست اور موثر لقب تھا۔ اُس کی ایک ایک حرکت سے ہی آواز کی تھی کہ تھوڑے کی راہ تیار کر دے یہی شخص پیش روی کے کام کے لائق تھا کیونکہ اس میں ایس کی طرح کثرت پائی جاتی تھی۔

گو بارہندہ اس کو متہ شبی کے وہ نہ تدری کے مرہب سے بخوبی واقف اور اپنے سامنے کی تمام خرابیوں سے آگاہ تھا۔ مٹی مٹی و قوت کی مہا کاری کو خوب جانتا تھا اور عام وضع کی بدیاں بھی اُس سے پوشیدہ نہ تھیں۔ وہ وہ بریل وہ دلی کو چاہیے اور خمیر کو لانے کی عجیب قدرت دیکھتا تھا اور بے خوف و خطر ہر قسم کے لوگوں کے دوسریب گناہوں کو ناش کرنے جانتا تھا۔ لیکن جس بات کے سب سے لوگ اُس کی طرف تباہ و ناخوب ہوئے اور جس بے شک کے بک سرے سے دوسرے بک سرے ہو دی کے دلی میں ایک جنبش پیدا کر دی، وہ اُس کا پیغام تھا اور وہ بہتھا کہ مسیح کا وقت نزدیک آگیا ہے، اور وہ بہت جلد خدا کی بادشاہی قائم کرنے والا ہے۔ بہت کم آدمی مرنے اور سارے علاقہ اُس کی طرف اُٹھ آیا کیونکہ یہ سب کاساں تھا اور لوگ زبردستی کے کام

سے فارغ تھے۔ پس طرح طرح کے لوگ اُس کی باتیں سُننے لگے۔ فرسی بہت تن کوئی تھے کہ مسیح کی بابت کچھ نہیں بلکہ صدق بھی اُس کی باتیں سن کر کوٹ بے لگے اور حیرت و حیرت کے تمام مہربان سے ہزاروں لوگ اُس کی مٹادی سننے کے لئے آئے اور بہت سے لوگ ہوجا بجا اسرائیل کی نجات کے منتظر اور دست بردار تھے اُس کے پاس جمع ہوئے تاکہ اُس سے اس خوش انگیز وعدہ کی خبریں سُن کر علاوہ اس پیغام کے کُتھار کے پاس ایک اور پیغام تھا جس نے مختلف دلوں میں مختلف قسم کے خیالات پیدا کیے یعنی اُس نے اپنے بٹنے والوں کو یہ بھی بتایا کہ تم قوم کی مجموعی صورت میں مسیح موعود کی ملاقات کے لئے بالکل تیار نہیں اور تمہارا اہم کام کی نسل سے ہونا اُس کی بادشاہی میں داخل پانے کے لئے کافی حق نہیں سمجھا جا سکتا کیونکہ اُس کی بادشاہی درست باقری اور پاکیزگی کی بادشاہی ہے۔ پس مسیح کا پہلا کام یہ ہوگا کہ وہ اُن کو حراں صحت سے بے پروا ہیں اس طرح رد کرے گا جس طرح زمیندار بھوسے کو ہر طرح سے باجس طرح باغ کا مالک درخت کو جو میوہ میں مٹا جڑ سے کاٹ ڈالتا ہے۔ اُس نے قوم کے ہر مرتے، در ہر شخص کو ہدایت کی کہ جب تک وقت ہے اُسے نصیحت جاناؤ اور توبہ کرو کیونکہ یہی بادشاہی کی برکتوں سے محفوظ ہونے کی یہی ایک لازمی شرط ہے۔ پس اس اندرونی تبدیلی کو ایک خارجی رسم کے وسیلے سے ہم ہر کرنے کے لئے اُس نے اُن سب کو جنہوں نے اُس کے پیغام کو ایمان سے قبول کیا دیا اُسے یمن میں پیشہ دیا۔ کئی لوگوں کو خوف اور امید نے ہلا دیا اور انہوں نے

اُس سے بیستہ پانچ گزشت ایسے بھی تھے جو اپنے گناہوں کے ناش کئے جانے سے سخت ناراض ہوئے اور اُس نے رام کی اور بے ایمانی کی حالت میں اسے گھر کی طرف رو نہ ہوئے۔ ان میں زیادہ تر خرسی تھیں جن کے ساتھ وہ زیادہ سختی سے پتل آیا اور جو اس کو اس سبب سے ناخوش ہوئے کہ اُس نے اس بات کی چنداں قدر نہ کی کہ وہ ابراہام کی ولاد ہیں کیونکہ اُن کے حیار کے مطابق اُن کا سارا دار و مدار اسی بات پر تھا۔

ایک روز پچھتا بیستہ دسے واسے کے غصے والوں کے درمیان ایک شخص نمودار ہوا جس کی طرف یہ بیستہ دسے والے بڑی توجہ سے دیکھنے لگا۔ اُس کی آواز بڑے بڑے آوازوں کے ساتھ کہتے ہوئے وقت نکھی نہیں لڑکھائی تھی اس دور میں شخص کی ضرورت دیکھ کر کانپنے لگ گئی اور جب گفتگو کر کے بعد اُس سے بیستہ پانچ کی درخواست کی تو پچھتا سے پہلے ہی کرنا چاہا کیونکہ وہ جان گیا کہ یہ شخص اُس وہ کے بیستہ پانچ میں سے ہی ہوں اور وہ کو بے تاس دے رہا ہوں اور یہی یہ لڑائی ہے کہ میں اُسے بیستہ ڈول۔ اس کو وار شخص کے چہرے پر کچھ ایسی شانہ عظمت اور پاکیزگی اور مذاقی نمایاں تھی کہ اُن کا جیسا مضبوط شخص بھی تھا پھر اُن کا کوئی نہ تھا اور یہی وہ تھا کہ دیکھ کر نہایت پیشواں ہو یہ شخص بیسویں تھا جو ناہرت سے اپنی دکان چھوڑ کر سہرا اور چلے آنا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے بیسویں اور پچھتا کی ملاقات کبھی نہیں ہوئی تھی اگرچہ اُن کے

خاندانوں میں باہمی رشتے داری کا تعلق پایا تھا اور اُن کی زندگیوں کے باہمی رابطے کی پیشین گوئی ہو چکی تھی۔ اس ناواقف کی وجہ عاقلانہ یہ تھی کہ ایک کا گھر گلیں میں اور دوسرے کا بیسویں میں تھا اور ان دونوں ملکوں کے درمیان بڑا فاصلہ تھا۔ اُن کے اور اس کے سوا ایک بڑا سبب یہ بھی ہو گا کہ جو تاجپیشہ کی عادیوں کا آدمی تھا اور اُس کی زندگی کا اکثر حصہ جنگلوں میں صرف ہوا تھا لیکن جب بیسویں کے حکم کی تعمیل کرتے کے لئے اُن کو تاجپیشہ دینے

سے جو تاجپیشہ دے دے اور بیسویں کی ناواقفیت کو صبح کے بیسویں کے وقت غائب ہونے کا سبب سے صرف بحث میں رہی ہے۔ اسی ناواقفیت کی وجہ سے کہ دونوں کی باتیں انہیں میں دستہ داری تھیں اور دونوں کو ایسے دردوں کے شکار تھے۔ یہ یہ ہونے اور اُن کے جوا گناہ عام اور اُس کام کے باہمی تعلق کی وجہ سے ہیں۔ کیونکہ اگر اُن کی دست دگ پچھتا سے ماوراء اس حال کا جو اب اس میں رہا گیا ہے کہ پچھتا کا گھر ناہرت سے بہت دور تھا اور اُس کی طبیعت بھی عورت پسند واقع ہوئی تھی۔ اگر اُن کو یہ صاحب سے اپنی راضیت اور کشت کناب میں اس معصوم پرکھ کر بے تاس دے دے کہ اس میں کی ہے جو صلیب سہرا معلوم ہوتی ہے اور یہ کہ جس نے ان باتوں کو نہ کے پچھتا کی عجیب پوشش اور کام کی تہری کی وہی نے اُن کے بیوں کو چھری ہوئی سے منکر دیا تھا اور اُن کی سے حتیٰ کہ اپنے ہیوں سے بھی ان کی عیب باتوں کا جوہر نہ کریں تاکہ وہ خود بخود اپنی انتظام فوراً ہی کے مطابق ہوتی ہیں اور اُس کی فوج یا گ سے جو ہو کر ہے پچھتا نام دریا ہی لکھتا ہے۔ سے وہ عیب باتوں کی ہیں۔ ان باتوں کا کام صرف یہ تھا کہ وہ اپنے پچھتا کی پرورش بندہ کی کے قبول کے مطابق کریں اور اپنی باتوں کے پورے کی لیبس کا عوش میں اور اُن کی خد کے وقت میں۔

لگا تو اس وقت اس نے معلوم کیا کہ اس اجنبی کے عجیب رُحیب - راب کا کیا مطلب ہے کیونکہ خدا کی ہدایت کے بموجب اس وقت اس کو وہ نشان بخشا گیا جس کے وسیع سے اسے مسیح کو جس کا پیشرو وہ تھا پہچاننا تھا۔ چنانچہ روح القدس مسیح پر جبکہ وہ یروشلیم سے دُعا مانگتا ہوا باہر آیا نازل ہوئی اور اسی کے ساتھ ہی آسمان سے آواز آئی کہ یہ میرا بیٹا بیٹا ہے۔

جوشنا پر یسوع کے مدد سے جو تاثیر یہ ہوئی وہ غفلتوں کی نسبت کہیں زیادہ خوش اسلوب سے یسوع کی مبارک ضرورت کا نقشہ کھینچتی اور اس کی سیرت کی ان خاصیتوں کا پتہ دیتی ہے جو ناصرت میں رفتہ رفتہ ترقی پا کر خوار کا ل ہو گئی تھیں۔

پیشہ یسوع کے لئے ایک طرہ مطلب رکھتا تھا۔ عام لوگوں کے متعلق بہ ضابطہ دو مطلب رکھتا تھا یعنی اس سے ایک تو پُرے گناہوں کو ترک کرنا اور دوسرے مسیح کے زمانے میں داخل ہونا مراد تھا۔ یسوع کے لئے گناہوں کو ترک کرنے کی ضرورت تھی کیونکہ وہ بے گناہ تھا۔ پس اگر اس معنی کے مطابق اس نے پیشہ یا موصوفہ اس طرح کہ اس نے اپنی قوم کی حلقہ کھڑے ہو کر اس بات کا اقرار کیا کہ میں اپنی قوم کے لئے محسوس کرتا ہوں کہ وہ پاکیزگی کی محتاج ہے مگر اس کے پیشہ پانے کا اصل مطلب یہ تھا کہ وہ خود اسی دروازے سے جس نے رانے میں داخل ہو جس کا بانی مبنی وہ آپ ہی تھا گویا اس ضابطے کے وسیع سے اس نے یہ ہر کیا کہ وہ آپ ہی ہے کہ میں ناصرت کے کا دیار کو ترک کر کے اپنے خاص کام میں مصروف ہو جاؤں۔

اکثر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ مسیح نے کیوں پیشہ پایا؟ اسے اس کی کیا ضرورت تھی؟ اس سوال کا جواب ہم آج پر رقم کر چکے ہیں۔ مگر یہاں ایڈیٹر تمام صاحب، مکمل طور پر نہایت معقول بیان لکھنے میں کہ مسیح نے اس پیشہ کے بارے میں ایک دفعہ پوچھا تھا کہ یوحنا کا پیشہ کہاں سے ہے۔ آسمان سے یا آدمیوں سے؟ اس سوال کے جواب میں سوال زبردست کا جواب چھپا ہوا ہے وہ یوحنا کے پیشہ کو خدا کی طرف سے کھینچا تھا اور پھر خدا کا منہ کر لیا ہوا تھا اسے خوشی سے گورا کرنے کو تیار تھا۔ مگر روح القدس کا اس پر نازل ہونا اس کے پیشہ پانے سے بھی زیادہ تر مطلب تھا۔ روح پاک کا نازل ایک بے معنی اظہار نہ تھا اور نہ ہی وہ ایک ایسا نشان تھا جو فقط یوحنا کی خاطر دیا گیا تھا بلکہ وہ اس خاص برکت کا ایک نشان تھا جو اس وقت یسوع کو بخشی تھی تاکہ وہ اپنے کام کے لئے زیادہ طاقت حاصل کرے اور اس کی طبعی طاقتوں کی نشو و نما نہج بن کر بجائے۔ لوگ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ یسوع کی انسانیت ازل سے آخر تک روح القدس کی محتاج تھی۔ ہم اکثر یہ خیال کرتے ہیں کہ اس علاقہ کے سبب سے جو اس کی انسانیت اور انجمنیت میں پایا جاتا ہے اسے روح القدس کی مدد کی ضرورت نہ تھی مگر حقیقت میں اس کی مدد کی بڑی ضرورت تھی کیونکہ انسانی ذات کا کہنے کے لئے اس کی انسانی ذات کو اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ اعلیٰ سے اعلیٰ برکت سے مستار ہو اور پھر ان برکتوں کے استعمال میں کسی طرح کی مصلیٰ اس سے مسودہ ہو۔ اکثر اس کے کلام کی حکمت اور خوبی کو اور اس کی عالم انجمنی کو جس سے وہ لوگوں کے خیالات کو جان لیتا تھا اور اس کے شعرات کو اس کی انسانی ذات سے

مستحب کیا کرتے ہیں۔ میں تجلیوں میں یہ کام عموماً رُوحِ مقدس سے منسوب  
کئے جاتے ہیں۔ اب اس کا یہ مطلب میں کہ ان باتوں کا متعلق اس کی  
سوداگرت سے کچھ بھی نہ تھا۔ مطلب یہ ہے کہ رُوحِ القدس کے اس  
کی نفسانی ذات کو اس لائق نہا کہ وہ ان باتوں کے متعلق اس کی  
الہی ذات کا آئینہ بنے۔ یہ برکت اُسے جتنہ کے وقت خاص طور پر بخشی گئی  
اور اس وہام کی رُوح سے مشابہت رکھتی تھی جو یہودیہ اور یوہنا جیسے  
جیسوں کو ان باتوں پر محنت ہوئی تھی کہ وہ اپنی اپنی خدمات کی انجام دہی  
کے لئے جوئے گئے اور جن کا ذکر ان کی کتابوں میں پایا جاتا ہے اور اسی  
طرح کی برکت سب بھی انہیں مل کر جاتی ہے جو خدا و ام آدمی کے مہم سے بہرہ ور  
ہو کر اپنے خدا کی خدمت کیلئے ہیں۔ میں فرق اتنا ہوتا ہے کہ رُوح کو یہ  
رُوح محدود اندازہ میں دی جاتی ہے اور شروع کو غیر محدود طور پر بخشی  
گئی تھی اور اس میں خصوصاً معجزہ دکھانے کی طاقت بھی شامل تھی۔

**مسیح کی آزمائشیں :-** سبب کے بعد رُوح کے نزول سے مسیح پر اسی  
حالت ہوئی جو وہ اوقات ابی و گول کی زندگی میں نمودار ہوا کرتی ہے جو اپنی  
خدمات کی انجام دہی کے لئے رُوح کا اہم پاسے ہیں گو ان کی زندگیوں میں  
وہ حالت محدود طور پر نمودار ہوئی ہے اور وہ حالت یہ تھی کہ اس کی تمام  
مسیحی سربراہیوں کی آپ سے مشعل ہو گئی۔ اس کی خواہشات و اوقات  
نے تازگی حاصل کی اور اس کے خیالات اس دھبوں میں بھر ہوئے کہ  
کن سے۔ یہی اپنی خدمت کی بجا آدمی کے لئے استقامت کرے۔ گو  
ایک عرصہ وہ کئی سال سے تیار ہو رہا تھا اور مدت سے اس کا دل اپنے  
کام پر لگا ہوا تھا اور اس کے سرانجام کی تجویزیں بھی سوچ چکا تھا۔

نوبھی یہ عین منطرت کے مطابق تھا کہ جس وقت الہی نشان ظاہر ہو اور  
یہ خبر دے کہ کام اب شروع ہوا۔ چاہئے کہ جس وقت رُوحِ مقدس کے  
کہ جن حالتوں کے وسیع میرا کام انجام پائے گا وہ میرے قبضے میں ہیں۔  
اسی وقت کچھ عرصہ کے لئے کچھ نہائی اختیار کرے تاکہ ایک مرتبہ پھر  
اپنے سارے کام پر نظر ڈالے۔ اس سے شست بنے کے لئے رُوح  
کے ہتھیاروں کو نہیں ہستا تھا بلکہ جنگ کے لئے۔ پس وہ یوں کا کاٹا  
چھوڑ کر رُوحِ مقدس کی رہائی سے ایک باب میں داخل ہوا اور جہاں  
روز بکریکستانانی راویوں اور ہاتھوں میں گشت کرتا رہا۔ وہاں اس  
کے دل میں سے حیرت اور افسوس نغمےیں جاری ہوئیں کہ وہ ان میں سے  
جو کہ دنیا گھٹان پناہی بقول لگیا۔

ایک روایت سے جو بہت پرانی نہیں تھا ہوتا ہے کہ یہ  
آزمائش ایک پہاڑ پر واقع ہوئی جو کہ یہ تجو سے شمت دور تھا اور  
جو اس سبب سے کہ مسیح وال چالیس دن تک روزے کی حالت میں  
وہ قوارٹھ تیار کیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ پہاڑ سب سے ہرے  
ہرے لباس سے بالکل محروم اور ایک خشک جنگل میں غراں کھڑا تھو  
مردم کے پانی کو جس میں کوئی جاندار مخلوق زندہ نہیں رہتا دیکھ رہا ہے۔  
ہر جگہ اس پہاڑ سے کیسی مختلف تھی جہاں مسیح نے مبارکبادیں اپنی زبان  
میں دیکھ سے فرمائیں۔ وہ پہاڑ اچھے اچھے درختوں کے سبب سے بہت  
خوش رہتا تھا اور اس کے پاس جیسے گہنہست کا پانی پور کی طرح جھک رہا  
تھا۔ جس پہاڑ پر مسیح آزمایا گیا ہے درخت ہونے اور بے رونقگی کے  
سبب سے پھر درختوں کے لئے ایک ہمدردی ممکن معلوم ہوتا ہے پر بار



رہے کہ یہ ایک روایت ہی ہے۔

واضح ہو کہ یہ آزمائش ایک حقیقی واقعہ ہے اگرچہ یہ بتانا بہت مشکل ہے کہ آیا یہ آزمائش خارج میں واقع ہوئی یا صرف اُس کا خیال ہی مسیح کے دل میں پیدا ہوا اور وہ اُس پر غالب آیا ہم صرف اسکا کہنا چیتے ہیں کہ جنوں نے ان آزمائشوں کو رقم کیا ہے اُنہوں نے اُن کا حال یا یا تو مسیح سے متا ہوگا یا اُس سے جنہیں مسیح نے بتایا ہمارے خداوند نے اس عجیب تجربہ کا حال یہی ضرورت میں بیان کیا ہوگا جس سے اُس کا اصل مطلب بھرت، چھٹی طرح سے واضح ہو گیا ہوگا اور جس سے منصفہ دلوں کو نہایت مفید سبق ملے گا، پس جس بات کا سمجھنا ہمارے لئے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ مسیح کی آزمائش بڑی پروردگار کی طرف سے تھی اور حقیقی قسم کی تھی۔

جائیں دن کی فاقہ کشی نے خداوند مسیح کے جان پر بڑا اثر کیا ہوگا کیونکہ وہ اس قسم کی فاقہ کشی کا جو کہ نہ تھا سو اس دنیا میں اس لئے نہیں آیا تھا کہ تمہاری کشتی میں گھس رہے یا دے اس لئے آیا تھا کہ اس دنیا میں اپنی آدم سے ملے اور جس طرح آدمی آدمی سے ملتا جلتا ہے وہی ہر ایک سے لڑا و رابطہ رکھے۔ اُس نے کبھی روزہ کے متعلق بھی کوئی خاص حکم نہیں دیا۔ البتہ وہ جگہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کوئی روزہ رکھنا چاہے تو بے شک رکھے گا۔ کوئی مخالفت نہیں (متی ۱۶: ۱۷-۱۸، ۱۹: ۱۱)۔ اُس کے الفاظ سے بخوبی ظاہر ہے کہ وہ کھانا پیتا "آیا اور وہ کسی چیز کو حرم میں نہ تھا بلکہ ہر چیز میں اعتدال کو روا رکھتا تھا۔ وہ اپنے دوستوں کی بے ضرر ضیافتوں میں جانا اور اپنی دم کے جلسوں میں شامل ہونا تھا۔ اسی لئے اُس کے دشمن، "سے کھاؤ اور شرابی" کہتے تھے۔ پس چائیں دن

کے دورے کے بارہوہ دعا اور گلیں دھیان میں مگن رہنے کے بھوک بڑی ضرورت ہے اُس پر غالب آئی ہوگی۔ اب اسی موقع پر آزمائش کر سالا بھی اُن موجود ہوا۔ کیا وہ کسی بد شکل روح کی بلا ہیئت صورت میں نکلا رہا یا اور انی فرشتے کے چہرے کے ساتھ نمودار ہوا؟ کیا وہ افسانہ کا نہیں بدل کر جس کے سامنے آیا یا صرف دلی خیالات کے وسیع سے اُس کے پاس کیا؟ یہ ایسے سوالات ہیں جس کا جواب دینا جیسا کہ ہم اوپر کو اُسے ہیں افسانہ کی طاقت سے، اور ہے ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ یہ واقعات خود کسی ضرورت میں پیش آئے ہوں حقیقی واقعات تھے کیونکہ جس میں یہ واقعات قلمبند ہیں اُس پر اسام کی خبر کی ہوئی ہے اور ہم اُس کی حقیقت پر شک نہیں کر سکتے۔ مینوں آزمائشوں میں شبیہاں کی سے نظر رکھا۔ اور آزمائشوں کی نامگیری اور خیال کا انوکھا من اور سالانہ طبیعت کے علم کی باریک بینی ایسی ہے جو افسانہ کی ایجاد کے دائرے سے باہر ہے۔

لیکن پھر یہ سوال پیش آتا ہے کہ شیطان نے اُس کو اس سبب تک عرض میں جبکہ وہ دورہ رکھے ہوئے، دراصل گناہ دھیان میں مشغول تھا کیوں اور کس طرح آزمایا؟

اس بات کے سمجھنے کے لئے ضروری امر ہے کہ جو کچھ میری قوم کی نسبت تحریر ہو چکا ہے ہم اُس پر پھر غور کریں اور خصوصاً اس بات پر کہ مسیح کی آمد اور اُس کی آمدناری کی نسبت جو امیدیں اُس کے دلوں میں تھیں وہ کس قسم کی تھیں؟ وہ ایسے مسیح کی انتظاری کرتے تھے جسے اُس کے خیال کے مطابق لوگوں کو اپنی کرامات سے جبریت کا پتلا سنا

نہ ایک عالمگیر عظمت کی طرف واپس آتا تھا اور جس کے کام کا مرکز وہ تھا۔  
 کوہن تھا۔ وہ سوچتے تھے کہ، ست ہادی اور ایکڑنگی اس سے بعد  
 کے زمانہ میں ہوں گی۔ پس انہوں نے مسیح کی باوٹھی کے اعلیٰ تصور کو مانگی  
 اور دیا توہ تصور کو، اور اس کی توجہوں کو جو مشکل معاملات پر  
 توجہ دینا تھا وہ تکرار، ان حذرات نے اس توجہ کو خاک میں ملا دیا۔ اب  
 جس بات میں مسیح کی آزمائش کی گئی وہ یہی تھی کہ اس کام کو پورا کرنے میں  
 جو اس نے اس کے پیروں کی تعلق حذرات نے اس کو ہکا بکا کیا اور کہا کہ  
 لو میری قوم کی امیدوں کو کسی قدر پورا کر۔ میں مسیح نے ضرور محسوس  
 کیا ہو گا کہ اگر میں اس زمانہ کی تو میری قوم کے لوگ یا تو اس پر حاش گئے اور  
 مجھ سے ناراض اور بے ایمانی کے جوہر نکلتے رہو کہ میری پیروی چھوڑ دیں  
 گئے۔ پس اس کی مختلف آزمائشیں اسی ایک خیال کی مختلف صورتیں  
 تھیں مثلاً میری اور اسودگی کے لئے پیروں کو ردی بنانے کی رغبت  
 اس عرض سے دی گئی کہ وہ اپنی معجزہ قدرت کو جو اس سے عطا ہوئی تھی  
 ایسی اغرض کے پورا کرنے میں صرف کرے جو اس اعلیٰ غرض سے کہیں کمتر  
 تھیں جس کے پورا کرنے کے لئے وہ قدرت اس کو دی گئی تھی اور یہ آزمائش  
 ان آزمائشوں میں جو بعد میں اس پر حادث ہوئیں پہلی تھیں کہ اس کے بعد  
 بچہ کا درد خواست کرنا کہ ہم کو ایک نشان دکھایا یا نہ دکھایا کہ اگر تو صیب  
 پر سے اتار دے تو ہم تجھ پر ایمان لائیں گے۔ یہی قسم کی آزمائشیں تھیں۔  
 یہ اہلی آزمائش جو اس سے علاقہ رکھتی تھی یا تو اس کی س کا تعلق اس  
 حیرانی طور سے تھا جو انسان اور حیوان دونوں میں موجود ہے مگر یہ  
 آزمائش ایک بھی صورت میں پیش نہیں آئی بلکہ شیطان اس سے حکارتی کے

برقع میں پیش کرتا ہے۔ شیطان دراصل مگر درپردہ یہ کہہ رہا تھا کہ میں  
 کو بھی ایک مرتبہ یا بان میں فروتن بنانا اور بھوک کے جنگل میں گرفتار  
 ہونا چاہتا لیکن خدا نے ان کو اس من سے جسے فرشتوں کی خوراک  
 اور آسانی روٹی کہتے چاہتے، اسودہ کیا۔ اب کیا خدا کا بیٹا اس جنگل  
 میں اپنے لئے دستروان تیار نہ کرے۔ پس اگر تو چاہے تو آسانی  
 ایسا کر سکتا ہے۔ پھر دیر کرنے سے کیا فائدہ؟ اگر تاجرہ کے لئے  
 جبکہ وہ غم کے مارے بے جاں ہو رہی تھی، فرشتے نے جائز سمجھا  
 کہ اس سے ایک کھانا دکھائے اور اگر بھوک سے مر لے ہوئے الیاں  
 کے واسطے بہ مناسب سمجھا گیا کہ خداوند اسے چھو کر اس کا کھانا اسے  
 دکھائے تو کیا یہ مناسب نہیں کہ خدا کا بیٹا جو فرشتوں کی خدمتگاری  
 کا محتاج نہیں بھوکا نہ مرے؟  
 جو جواب اس کو ملا اسے حکمت کی کان گنا چاہیے۔ ہمارے  
 خداوند نے اسی سبق کی طرف جو اس کے کوہیا بان میں بھوک کے ویسے  
 سے سکھا یا گیا تھا اشارہ کر کے وہ الفاظ سامان فرمائے جو پرانے عہد نامے  
 میں نہایت پر معنی ہیں کہ انسان صرف روٹی ہی سے جیت رہا ہے  
 گا بلکہ ہر بات سے جو خدا کے منہ سے نکلتی ہے۔ کیسی عمدہ نصیحتیں  
 ہمارے لئے ان کلمات میں چھپی ہوئی ہیں۔ کیا ہم ان سے یہ نہیں  
 سیکھتے کہ ہمارے لئے مناسب نہیں کہ ہم نفس حیوانی کی ضرورتوں  
 کی پیروی کریں اور نہ یہ زیادہ ہے کہ ہم انہی نرمی اور عشرت کے لئے  
 اپنے نفس کی طاقتوں کو مرنے سے لودہ پراستعمال کریں۔ ہم اپنے نفس میں  
 بلکہ خداوند کے ہیں۔ پس جن چیزوں کو ہم اپنا سمجھتے ہیں ہم ان کے

سہ تھو جو چاہی سو نہیں کر سکتے جس طرح انسان میں جسمانی مادے سے بڑھ کر ایک روح موجود ہے، اسی طرح مادی خواہشات سے بڑھ کر زندگی کے افضل اصول بھی اُس میں موجود ہیں۔ وہ جو خیال کرتا ہے کہ میں صرف روٹی سے بیٹوں گا اور روٹی ہی تنے حاصل کرنے میں ہی میرا رونا جبر کرکشتوں کو کام میں لاتا ہے وہ جب اُس روٹی کے حاصل کرنے میں کام رہے گا تو اپنے آپ کو سخت تکلیف میں پائیگا اور آخر کار خدا سے بھی ہوجائے گا اور چونکہ وہ اسی قدر روحانی خوراک کا خواہش نہیں کرے، لہذا وہ صرف دھوکا مرے گا، پر وہ جو یہ جانتا ہے کہ آدمی موت روئے سے نہیں جستا وہ شکم پوری کی خاطر اُس مرکبوں کو جن کے سبب سے زندگی پامالی معلوم ہوتی ہے سرگرد نہ کھوئے گا۔ وہ اپنے فرض کو داکو لگا کر رہے جسم کی حفاظت خدا کے سپرد کرے گا جس فیہ جسم کو پیدا کیا وہ مسکائی۔ روٹی اور اُس پانی کی تلاش میں اسے کچھ جیسے پانی کر پھر کرانی پس نہیں ہوتا۔

نیکی کے نگر سے پر سے اپنے تئیں گرانے کی آزمائش بھی گویا چیلنج دیکھنے کے سونق کو پورا کرنے کی ایک مرغیب بھی کیونکہ لوگوں کے درمیان سچ کی اہمیت بہ خیال مروج تھا کہ وہ دیکھا کہ ہر سچ پر سے گواہ کو گواہ کے درمیان نمودار ہوگا۔ شیطان کی متزددت دیکھئے۔ پیسے کو اُس نے اُس کے بھروسے پر حملہ کیا لیکن جب دیکھا کہ اُس کا بھروسہ مضبوط ہے اور وہ خسانی خواہشیں کے پھندے میں گرفتار نہیں ہو سکتا تو یہ دوسری پیش کرنا ہے جس میں خسانی خواہش کی ترغیب مطلق نہیں پائی جاتی۔ اس میں روحانی حقارتی کو گستاہے گویا یہ کتنا ہے کہ خدا پر کامل بھروسہ

رکھا ہے۔ اگر سچ نیرا بھروسہ کامل ہے تو نیکی کے نگر سے پر سے گرا کر اس کا ثبوت دے۔ اگر نیرا بھروسہ کامل ہے تو اُس وعدہ کو جو تر سے حق میں کیا گیا ہے برحق سمجھے گا اور اُس کے مطابق عمل کر کے دکھائے گا۔ پھر دیکھئے چونکہ مسیح سے پہلے آزمائش کا جواب دینا ہی سے دیا تھا، اسی لئے اس دوسری آزمائش میں وہ بھی کلام کے درجہ سے اُس پر حملہ کرتا ہے۔ تیسری آزمائش جو سب سے بڑی تھی یہ یعنی کہ شیطان کو سجدہ کر کے نام و نشان کا بادشاہتوں پر قابض ہو۔ اس آزمائش کا یہ مطلب تھا کہ وہ اُس مالگیر بھرتہ کا جو مسیح کی بادشاہی کے متعلق یہودیوں کے درمیان مروج تھا یا بندہ ہوا، روئے بہ تھا کہ وہ کہتے تھے کہ اُس کی بادشاہی سراسر مذہبی طاقت کا اظہار ہوگی۔ یہ آزمائش وہی آزمائش ہے جو حد کے ہر خدم کے سامنے اُس وقت آتی ہے جبکہ وہ یہ دیکھ کر اپنے دل میں کڑھتا ہے کہ شکی دنیا میں بہت کم رہتی ہے۔ اس آزمائش میں خدا کے نیک اور سرگرم بندے بھی کبھی بھی گونہ نہ جانتے ہیں یعنی وہ باطن سے نہیں بلکہ ظاہر سے اپنا کام شروع کرتا چاہتے ہیں بالکل کہیں کہ وہ اندر ہی رشوم کے خارجی چھلکے کو بے پیدا کرنا چاہتے ہیں اور پھر اُس میں حقیقت کا مفر بھرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔

یہی وہ آزمائش تھی جس میں حضرت محمد صاحب گرفتہ ہوئے، اور انہوں نے پیسے تلوار سے لوگوں کو مطیع کیا تاکہ بعد میں انہیں دیندار بنائیں۔

یہی وہ آزمائش ہے جس میں فرعون جبر و سٹ گرفتار ہے جو پہلے عورتوں کو بہتہ دینے اور پھر ان کو انجیل سناتے ہیں۔

ہم کو ایک قسم کی دہشت دامن گیر ہوئی ہے جب ہم اس بات

پر خود کرنے میں کہ کیا اس قسم کے ادنیٰ اور نا اہل خالالت مسیح کی پاک  
اور مقدس روح پر سے بھی گذر سکتے تھے؟ کیا استیلاؤں اس کو متغیب  
دے سکتا تھا کہ کوئی پر بھروسہ رکھنا چھوڑ دے اور مجھے سمجھ کر؟  
اس میں شک میں کہ یہ آزمائشیں اسی طرح کدو اور ہیکار ہو کر قوت  
گئیں جس طرح سمندر کی موجیں سنگین جہاز سے ٹکرتی تھیں کہ وہ اپنی جہت  
پر اور ہمسایہ بھی نہ بھجوں کہ اس قسم کی آزمائشیں اس وقت سے پہلے  
میں مار مار کر تھکتی تھیں اور پھر کئی دفعہ اس کی زندگی کے تاریک  
دستوں میں اس کے ساتھ آئیں کہ میں یاد رکھتا ہوں کہ وہ آزمائشیں  
گناہ میں بلکہ آزمائش میں گرفتار ہو کر گناہ گناہ ہے اور یہ نہیں بالکل  
صحیح ہے کہ جس قدر کوئی شخص زیادہ کاملیت کے ساتھ پاک ہوتا  
ہے اسی قدر آزمائش کے درد کو زیادہ محسوس کرتا ہے۔ اب اگرچہ متوجہ  
میں اس پر غور نہیں کرتے کہ اسے حملہ کرنا چھوڑا تو یہ ہم اس جنگ  
کو فیصلہ کن سمجھیں کیونکہ اس نے اس موقع پر شکست فاش کھائی اور  
اس کی طاقت مغلوب ہو گئی۔ انگلستان سے منسوخ شدہ عملوں نے  
اس موقع پر اس کتاب پر سے ڈاڑھی گندہ کو ختم کر کے مسیح کی کمال  
فتح کو بظاہر کھینچا ہے۔ اب مسیح اپنے کام کی تجویز پر سوجھ بوجھ میں  
ہے وہ اس پر آیا۔ اس نے تو پہلے ہی سے اپنی تجویز پر سوجھ بوجھ میں تھی  
اس وقت آزمائش کی آگ کھاروہ اور بھی مضبوط ہو گئی اس کی زندگی  
میں اور کوئی باب اس کی بھری ہوئی نظر نہیں آتی جتنی کہ اس نے بڑی  
مشکل مارجی سے اپنی بھاری کھوایا۔ جن لوگوں نے بڑے بڑے کام کئے  
ہیں ان کی بہت دیکھا جاتا ہے کہ اس میں کئی ایسے گزندے ہیں جو اپنے کام کے

مقتضی کوئی خاص تجویز نہ منظور کھتے تھے بلکہ انہوں نے رفتہ رفتہ خاص  
خاص حالات کے بعد ہر نئے قدم اس رستہ کو لیا جس پر انہیں قدم  
ارٹا تھا اور ان کے ارادوں میں نئے سے واقعات اور دیگر اشیاء  
کے صلاح و مشورہ سے نئے نئے فیصلے یہ سب انہیں مسیح نے اپنے  
کام میں تجویز کو مکمل کر کے پیش کر کے اور آزمائشیں ایک مرتبہ علی سر  
اس تجویز سے بار بار دہرائیں۔ جس طرح وہ اپنے ہاتھوں کے مضامین  
میں اس پر قائم رہا اور اسی طرح اپنی ماں اور شاگردوں کی دست  
اندازی کے وقت بھی اس پر جبار اور وہ تجویز یہ تھی کہ وہ خدا کی  
ماوسا ہی کو لوگوں کے دلوں میں قائم کرے اور اس کے انجام دینے  
میں پریشانی اور میسر کی طاقت کو استعمال نہ کرے بلکہ محنت کی قدرت  
اور صداقت کی طاقت کو کام میں لائے۔

## پانچواں باب اس کے کام کے حصے

ہمارے خداوند کا کام قریب تین برس کے عرصے میں ختم ہوا  
اور ان میں سے ہر ایک سال اپنی اپنی خصوصیتیں رکھتا ہے مثلاً پہلے  
سال اس کو بہت شہرت حاصل نہ ہوئی اور چونکہ اس سال کے محلا  
مقتضی عہدہ نہیں اور سرورہ اس سال کے اندر رفتہ رفتہ لوگوں کے



سائے یا لکڑیوں دونوں باتوں کی وجہ سے ہم اس سال کو گئی کا سال کہیں گے۔ اس سال کا زیادہ بھلاہٹہ مودبہ میں صرف ہوا۔ دوسرے سال کو قبولی عام کا سال کہہ سکتے ہیں۔ اس سال کے ادھر اس کی شہرت تمام ملک میں پھیلی گئی اور وہ سب ویرانہ اپنے کام میں مصروف رہا یہاں تک کہ سب چھوٹے بڑے اس کے نام سے ڈرنا لگے ہو گئے۔ یہ سال بھل میں صرف ہوا۔ تیسرے سال کو ہم مخالفت کا سال کہہ سکتے ہیں۔ اس سال کے ادھر میں عوام کی حیرت و حیرت کا دور ہو گئی اور اس کے دشمن بڑے درد سے اس پر حملہ کرنے لگے۔ حتیٰ کہ اسے جان سے مار ڈالا۔ اس پہلی سال کے پہلے چھ مہینے بھل میں صرف ہوئے اور باقی چھ مہینے ملک کے دیگر حصوں میں گئے۔

جب ہم اس تقسیم پر غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ہمارے اور ان کی زندگی اپنی ہی شکل کے اعتبار سے بڑے بڑے مصلحت اور خبر خواہی ہی آدم کی زندگی سے بہت مشابہت رکھتی تھی۔ عموماً اس قسم کی زندگی ایسے وقت سے شروع ہوتی ہے جبکہ بچہ روتے روتے لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف مائل کرنے لگتا ہے اور پھر ایسا زمانہ آتا ہے کہ اس کی تعلیم اور اصلاح شہرت کے وسیلہ سے ملک کے ہر کونے اور ہر گوشے میں پہنچ جاتی ہے اور آخر کار وہ دین آتے ہیں جبکہ لوگوں کے مذہبات جن پر اس نے حملہ کیا تھا ان میں نہ صرف آرا پھوٹے اور عوام کے جذبات کی تازہ جمعیت سے مسلح ہو کر اس پر ایسا حملہ کرنے ہیں کہ اپنی نظرت کی دھن میں اسے جکنا چور کر ڈالتے ہیں۔

## گنہگار کا سال

اس سال کی نسبت جو تحریری حالات ہم تک پہنچے ہیں وہ بہت ہی نکتہ ہیں مثلاً ان میں صرف دو باتیں و نعمات کا ذکر پایا جاتا ہے اور اس جگہ ان کا بیان اسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب کے آئندہ کام کی گویا ایک فہرست ہے۔

جب مسیح اپنی آزمائش کے چالیس دن پورے کر کے اور اپنے کام کی اسی تجویز کو چار ماہ کے وسیلے سے زیادہ مضبوط ہو گئی تھی اور اس تحریک کو جو مسیح کے وقت سے اب تک اس کے سبب میں جوش زن قی و پیہ سائنہ کے کہ بیان سے واپس آیا تو ایک مرتبہ پیر دن کے کنارے پریشوار کا دور پختہ گواہی دی کہ یہ وہ میر جانشین ہے جس کی بابت میں بار بار لوگوں کو خبر سے ٹھیک ہوں۔ پوچھنے لپنے کئی عہدہ شاگردوں سے اس کی ملاقات کروائی اور انہوں نے اسی وقت سے اس کی پیروی اختیار کی۔ اغلب ہے کہ اس کے شاگردوں میں سے جو شخص سب سے پہلے مسیح سے دوچار ہوا، وہ پوچھا تھا جو بعد میں مسیح کا سب سے پیارا شاگرد نکلا اور جس نے اس کی زندگی اور سیرت کی اعلیٰ تصویر کشی کی جو اسے کی گوتی تھی نے اس میں ملاقات اور دیکھے کا بیان مذکور کیا ہے اور جو آخر مسیح کی عظمت اور پاکیزگی نے اس کے شیر چہرے پر ڈالا وہ اب تک تازگی کے ساتھ اس بیان سے تشریح ہے دوسرے نوجون جنہوں نے اسی وقت اس کی

پتھر دی اختیار کی ولفندیس، بطرس، فیلوس اور تھالی میں تھے۔ ہر  
سب نوجوان کو چھنا بیسہ دینے والے کے دیکھنے سے اس نے اس وقت  
کے نقش قدم پر چلنے کے لئے تیار کیے گئے اور گواہوں سے اس وقت  
پہلے کام کاج کو ترک کر کے اس کی ایسی پیروی اختیار کی جیسے کہ  
پتھر دن بعد کی تو بھی اس پہلی ملاقات پر ایسی تاثری ان پر طاری ہوئی  
ان کی بعد کی زندگی کے لئے سب سے کامیاب کام کر گئیں۔ یہ تو ہیں معلوم  
نہیں کہ کیا بیسہ دینے والے کے تمام شاگرد ایک ہی سیاح کے پیرو بن گئے  
لیکن سمجھ سکتے ہیں کہ جو سب سے اچھے تھے وہ ایک دم اس  
کے پیچھے ہو گئے۔ بعض مفسدوں نے بیسہ دینے والے کے دل  
میں بھی آتش حسد بھڑکانی چاہی۔ چنانچہ اس نے ماکہ ایک اور  
مخلص پتھر کی عزت اور مقدس کی متاع کو لوٹ رہا ہے سن وہ  
اس پروردگار کی غایت کو جو جی میں سمجھتے تھے۔ اس کی  
علیٰ درجہ کی خدمت ہی اس کی اسلئے درجہ کی برتری تھی۔ صوم اس نے  
ان کو جواب دیا کہ میری خوشی ہی ہے کہ میں لکھنؤ اور وہ بڑے  
اور بتایا کہ صبح ہی وہ دکھا ہے جو لکھنؤ کو پہنچنے سے پہلے بہشت میں  
سے جانے لگا۔ میں تو فقط دکھا کا دوست ہوں، اور میری خوشی ان  
میں ہے کہ ان شاء تعالیٰ کی خوشی کا تاج اسی کے سر پر سجا ہوا دیکھوں۔  
ابا بیٹو! یہ ان نئے پیروؤں کو ساتھ سے کر اور اس جگہ کو چھوڑ  
کو جہاں موت کام کرتا تھا مثال کی جانب قاتلے کیل کو روانہ ہوا  
جہاں ایک شادی کی تقریب پر اسے جانا تھا کیونکہ وہاں جاسے  
کے لئے اسے دعوت دی گئی تھی وہاں اس سے یابی کوئے بلال اس

مچھڑے کی قوت کو بھی ہر کیا ہوا اسے دی گئی تھی۔ یہ معجزہ گواہ اس کے  
جس کا اہم ہر تھا جو بالخصوص اس کے شاگردوں کے لئے جلوہ نما ہوا  
اور ہم بڑھتے ہیں کہ وہ اس وقت سے اس پر ایمان لائے جس کا  
ہر مطلب ہے کہ انہوں نے بپتسمہ کے طور پر مان لیا ہے کہ یہی مسیح  
ہے۔ عہدہ بریں اس معجزہ کا یہ بھی مقصد تھا کہ وہ اس کے دیکھنے  
سے اپنی خدمت کا صلہ طلب ظاہر کرے اور دکھائے کہ اس  
کا کام کو چھنا بیسہ دینے والے کے کام سے بالکل مختلف ہے۔ چنانچہ  
ایک گوشہ نشین اور صاحب ریاضت شخص تھا جو بنی آدم کی رہائش گاہوں  
اور مسکوں سے قطع حق کر کے صومالیہ پہنچا تھا اور ہم دیکھتے ہیں  
کہ صومالیہ میں اس سے اپنے سامعین کو جو کیا لیکن صومالیہ کا یہ کام تھا کہ  
وہ لوگوں کے گھروں میں جوتی کی خبر لائے ہاں اسے ان کے عام کاروبار  
میں ان سے باہر حال ہوتے تھے حالات کو ٹھیک ٹھیک کے نیسے غالب  
ہی دکھاتے تھا اور یہ مذہبی گویا ایسی تھی جیسی کہ نے بننے کی  
مذہبی موتی ہے

اس معجزے کے بعد وہ عید فصح میں شامل ہونے کے بعد  
یہود کو واپس آیا اور ہمالیہ پہنچ کر ایک اور بھی زیادہ پیرا پیرا ہوت  
اسی بتائیں اور برحوش جلیبت کا وہ جو ان دنوں اسے حاصل تھی یعنی  
سکے سے ہر قول اور بھڑ بھڑکی وغیرہ جیتنے والوں کو جنہوں نے اس کے  
صحن میں جلیبت جی رکھی تھی لکال کر اسے پاک صاف کیا۔ ان لوگوں  
کو سکے نامی کر جلیبت کی اجازت اس سے دی گئی تھی کہ جنہوں  
کی ضرورتیں رفع کی جائیں یعنی یہ صومالیہ کے لوگوں کے پاس ایسے

ذہبوں کو فروخت کر لی جو وہ غیر ملکوں سے اپنے ساتھ نہیں لے سکتے تھے اور نیز ان کو غیر ملکوں کے سکوں کے تبادلہ میں وہ بیوہ بن گئے دیں جس میں انہیں بیسکل کے نذرانے ادا کرنے پڑتے تھے یہاں جو کام بظاہر نیک صورت سے شروع کیا گیا تھا وہ آخر کار عبادت میں ایک سخت رخنہ نہ ڈی کا باعث اور نو فریبہ بنا کر اس جگہ سے نکلنے کا موجب ہو جو خدا نے ہمیں اپنے گھر میں عطا کی تھی۔ شروع سے اس شرمناک حالت کو اپنے یروشلم میں لے جانے کے موقع پر غالباً کئی بار غیرت کی نظر سے دیکھا ہو گا مگر اب جبکہ وہ بندہ پاکر نعیموں کی سی سرگرمی اور جوش سے مشغول ہو رہا تھا اس لئے علامہ راج پر حملہ کیا اور اس وقت بھی کچھ کچھ ڈھکی چھانی سے اشارہ دیا کہ اس کے چہرے سے عیاں ہوئی ہوگی جو اس رشتہ کو دار ہوتی تھی جبکہ وہ چوتھا سے بے بسی کا بیٹی ہوا اور وہ اس کی صورت کو دیکھ کر بالکل حیران سا رہ گیا تھا۔ اس دہرہ کے سبب سے اس کا بخار گر رہا تھا جس سے کسی نے اس کے برخلاف چوں تک نہ کی اور دیکھنے والوں سے اس کی صورت میں ان قدیم نبیوں کے آثار دیکھے جن کے سامنے کیا اورتہ اور کہ غریب سب دم بخود ہو جاتے تھے۔ اس کا یہ فعل گویا اس کے مخصوص کام کا آغاز تھا جس کا پیرا اس نے لڑائی دینی خواہیوں کی اصلاح کے لئے اٹھایا تھا جو اس وقت مروج تھیں۔

اس عہد کے موقع پر اس سے کئی معجزے دکھائے جن سے ان جنسیوں کے درمیان جو مختلف ملکوں سے اس شہر میں جمع ہو رہے تھے اس کا چرچا پھیل دیا ہو گا۔ ایک نتیجہ یہ بھی ہوا کہ اس کے پاس

ایک مدت کو وہ عرب دار و نکر کا شکار سناشی آیا جس کے مدبروں اس نے نبی بادشاہی کی جاہلیت اور اس میں دھن بولنے کی ضرورت پر وہ سریر کی جو چوٹا کی انجیل کے تیسرے باب میں مرقوم ہے۔ دم کے سرور میں سے ایک سرور کا کمال فروشی کی صورت سے اس کے پاس نہ گویا اس کی گویائی کا ایک پُر امید نشان تھا لیکن یہ گویائی ہی مفقود اس رشتہ میں سے تھا جس پر مسیح کی قدرت کے ابتدائی ائمہ نے دار النخل فرمایا کہ اللہ پیدا کیا۔

اس جگہ تک وہ ہم مسیح کے کام کے شروع کا کسی قدر مفصل حال دیتے ہیں لیکن اس کے بعد اس کے کام کے پچیس سال کا مفصل بیان ایک ایک صفحہ پر جانا ہے اور ائمہ کاٹھ ماہ کی نسبت صرف اتنا یہ بتانا ہے کہ وہ بیوہ بھی مقیم دیتا تھا۔ اگرچہ لیونچ آپ میں تک اس کے مشاگرد مقیم رہتے تھے اور یہ کہ وہ چوتھا کی نسبت زیادہ لوگوں کو مقیم دیتا اور ستاگرد بناتا تھا اس کے ساتھ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کچھ نہیں اس سال کی نسبت معلوم ہے وہ صرف جو کتنی بجلی سے معلوم ہوا ہے، یہی تین بجلیں بالکل اس سال کے حالات کو مایل نہیں کرتیں وہ گلیں کے کام سے شروع ہوتی ہیں۔ اللہ ان سے اتنا اشارہ دیتا ہے کہ گلیں میں کام کرنے سے پہلے بیوہ میں بھی اس نے کام کیا تھا۔ یہ رسول ہیں آتا ہے کہ یہ خاموشی کیوں اختیار کی گئی اور اس سال کے مفصل حالات کیوں درج نہیں کئے گئے؟ اس کا جواب دینا ذرا مشکل کام ہے لیکن یہ کہا جاسکتا ہے کہ چوتھا جو یہاں تک واقعات کو بالتفصیل بیان کرتا آیا ہے ان کاٹھ

ماہ کے واقعات سے ناواقف رہتا تھا۔ اُس کی حاضری کا کوئی اور ہی سبب ہوگا۔ مگر وہ کوئی سبب ہے؟ شاید ہم میں مشکل کا حل کسی درپخت کے اُس اشارہ ہی پائے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ عرصہ کے لئے مسیح نے جو حق پیشہ دینے والے کا کام جت رکھا یعنی وہ اپنے شاگردوں کے وسیلے سے پیہر دینا اور گھوٹا سے بھی زیادہ ساگر دینا رہا۔ اب کیا اس کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ اُس نے یہ جان کر کہ عید فصح کے موقع پر مسیح نے انعامات سے جو اثر کیا اُس سے جہاں ہے کہ میری قوم ابھی مجھ کو مسیح سمجھ کر قبول کرنے کو تیار نہیں سمجھتا ہے کہ جو کام تو یہ اور پیشہ کے وسیلے سے اس قوم کو تیار کرنے کے لئے کیا جاتا ہے وہ ابھی جاری رہے؟ پس اس بات کو اپنے دل میں جگہ دے کر اُس نے ایک مدت کے لئے اپنی اعلیٰ ذات اور عہدہ کو چھپایا اور گھوٹا پیشہ دینے والے کا ہم خدمت بننا مناسب سمجھا۔

پہلی تین انجیلوں میں جو حاضری اس عرصہ کے متعلق بتائی جاتی ہے اور نیز اس بات کے متعلق کہ اس کے بعد مسیح کے پیروں نے اپنے آپ کو کمال بھی رقم نہیں کرتے اس کی یہ شرح پیش کی جاتی ہے کہ مسیح پہلے یہودی قوم کے پاس آیا جس کے باغیہ رہنما میرا سلیم میں موجود تھے اور وہ وہی مسیح تھا جس کا وعدہ اُن کے باپ داود سے کیا گیا تھا کہ وہ جس میں اُن کی تاریخ اپنے کمال کو پہنچنے والی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ اُس کا کام تمام دنیا میں پھیلنے کو تھا مگر ضرور تھا کہ وہ اُسے یہودیوں سے شروع کرے لیکن اس قوم نے اپنے سرداروں کے وسیلے سے اُسے دُور کر

دیا۔ لہذا وہ مجبور ہو کر اپنی جماعت کسی اور مرکز پر جمع کرے اور چونکہ یہ ممکنہ اُس وقت جبکہ اناجیل تحریر ہوئی تھی جو بولی صاف ہو گیا تھا پس پہلے نہیں حواریوں نے اُس کام کو نظر انداز کر دیا جو قوم کے دائرہ اخلاقیہ اور دیگر بڑی بڑی جگہوں میں کیا گیا تھا کیونکہ اُس سے کوئی بڑے نتائج پیدا نہیں ہوئے تھے اور انہی نوہر اُس زمانہ پہ لگائی جبکہ اُس نے اپنا درس کی جماعت کو فراہم کیا تاکہ اپنی کلیسیا کی بنیاد ڈالے۔ یہ حال صحیح ہو یا نہ ہو لیکن ایک بات میں شک نہیں کہ وہ یہ ہے کہ مسیح کے پہلے ہی سال کے کام کے آخر میں یہودیہ اور میرا سلیم میں اُس خوفناک واقعہ کا سایہ پڑ گیا جو کچھ عرصہ کے بعد یہودیوں نے والافٹ یا لکوں کہیں کر اُس بدترین قومی جرم کا سایہ پڑ گیا جس کی مانند دنیا میں اور کوئی قبیح جرم ملزوم میں پڑا اور وہ جرم یہ تھا کہ یہودیوں نے اپنے مسیح کو روک لیا اور صلیب پر چڑھایا۔

## چھٹا باب دوسرا سال قبول عام

ہمارے خداوند نے جو بڑی اطراف یعنی (یہودیہ) میں سال بھر کام کرنے کے بعد پھر شمال کا رخ کیا۔ کیونکہ کلیں کے رہنے والوں میں نہ تو وہ تعصبات پائے جاتے تھے جو باشندگان یہودیہ میں تھے،



اور نہ ان میں وہ بے جا فخر و جود تھا جو یوڈیہ کے رہنے والوں میں پایا جاتا تھا۔ لہذا اس کو یہ اہمیت تھی کہ میں لکھیں ہں۔ یہ لوگوں سے دوچار ہوں گا جو ان عیسائیوں سے پاک ہیں۔ علاوہ بریں اس نے یہ بھی سوچا ہو گا کہ لوگوں میں اس جگہ سے جو قوم کے ہتھیاروں کا مرکز ہے بہت قدر ہے تو بھی اگر میری تعلیم اور میرے نمونہ کی تاثیر ملک کے ایک حصہ میں بخوبی جڑ گئی ہو تو میں قومی اتحاد کو یکجا کر کے جنوب کی طرف پھیراؤں گا اور ہر طرح کے تعصب کو ترک و مٹن سے اڑا دوں گا۔

لکھیں۔ صوبہ لکھنؤ میں آئندہ اٹھارہ ماہ تک ہمارے فداوند نے کام کیا ایک چھوٹا سا علاقہ تھا بلکہ یہ کتنا درست ہے کہ تمام فلسطین ایک چھوٹا سا ملک تھا۔ جتنا چھوٹا اس کا طول و عرض تھا کہ اس کے قریب سے میل کی مسافت پر بھی مسکنات لکھنؤ کے قریب سے بہت تھوڑا تھا۔ ہمارے راستے میں اس بات سے واقف ہونا سب ضروری امر ہے کہ اس سے اس میں بڑی کمال بخوبی کھل جاتا جس سے وہ تمام ملک کا دورہ کیا کرتا تھا اور جگہ جگہ کے لوگ اس کا حکم سننے کے لئے اس کے پاس جمع ہو جایا کرتے تھے۔ اس موقع پر یہ بتانا بھی ضروری ارفادہ نہیں کہ جن لوگوں نے فلسطین کو ترک کر دیا ہے وہ اپنی حقیقی عظمت کے انعام میں چھوٹے چھوٹے ملکوں سے وابستہ تھے مثلاً روم ایک اکیلا شہر اور یوکان ایک چھوٹا سا ملک تھا۔

ملک فلسطین چار حصوں میں منقسم اور ان میں سے لکھنؤ سب سے شمال میں واقع تھا۔ یہ صوبہ ساہیل تھا اور ان میں چھوٹا تھا۔

اس کی زمین بیشتر مرتفع تھی اور بے ترتیب پہاڑوں کی مداخلت سے کہیں اونچی اور کہیں نیچی تھی۔ مشرقی سرحد پر ایک شیبہ واقع تھا جس کے پہلو میں سے دریائے بردن گزرتا تھا اور جس کے وسط میں حصین جبل بحیرہ اعظم کی سطح سے تقریباً ۵۰۰ فٹ نیچے برسط کی طرح واقع تھی۔ تمام ملک قدیم جزیرہ اور درہمزی سے ملا تھا۔ جب بجا دیہات اور شہر آدھے تھے۔ موسعت کے مقابلے میں آبادی بہت زیادہ تھی۔ حصین کے کنارے پر ہر قسم کے گاد و بار کا بارگرم تھا۔ یہ حصین نہریں میں اور چھوٹے چھوٹے تھے۔ اس کے مشرقی ساحل کے گرد ایک سبز قطعہ پامیل وسیع اس طرح واقع تھا کہ گویا چاندی کی چادر پر سبز مٹیل کی مغزی ملی ہے۔ اس کی دوسری جانب بڑے بڑے پہاڑ کھڑے تھے جن کی سطح پر سبز اور گھاس کا نام و نشان نہ تھا بلکہ جیسا کہ نالیاں بوندی نالوں کے ہاؤں سے پیدا ہو گئی تھیں رکھائی دینی تھیں مگر مغربی ساحل کے نزدیک یہ پہاڑ کسی قدر ہموار ہو گئے تھے لہذا جیسا کہ شہر اور سبز سے بلبس دکھائی دیتے تھے۔ لکھنؤں سے ہر طرح کا اناج پیدا ہوتا تھا اور حصین کا کنارہ جو دامن کوہ سے لگا ہوا تھا زمینوں اور نالوں اور انجیر کے خوبصورت درختوں سے پُر بہار تھا۔ شمالی سرحد کا نقشہ کچھ اور ہی تھا وہاں حصین اور پہاڑوں کے درمیان جو جگہ واقع تھی وہ دریا کے ڈیلٹا کے صوبہ سے ایک وسیع میدان کی شکل رکھتی تھی اور ان ندیوں سے سرباب ہوتی تھی جو پہاڑوں سے نکلنے لگے تھے۔ یہ جگہ گنیرت کا میدان کہلاتی تھی اور اپنی خوش مناسبتی اور نہریں کے باعث بارش اور گرمی کا مقابلہ

کرتی تھی اب بھی جیکہ تحصیل کے طاس کا باقی حصہ ویرانہ سا پڑا ہے جہاں کہیں اہل ذراعت کا ہاتھ پہنچتا ہے وہاں یہ جگہ خوبصورت کھیتوں سے لپیٹی ہوئی ہے اور جہاں ذراعت نہیں ہوتی وہاں غلامی جھاڑیوں کے جنگل کھڑے ہیں۔ ہمارے خدانہ کے زمانہ میں کفر و کجی سے بدلتا اور قرابن بڑے بڑے شہر آباد تھے مگر چھوٹے چھوٹے صوبوں اور گاؤں سے تحصیل کا ساحل بھرا پڑا تھا اور بے شمار لوگ ان جگہ بروقت موجود رہتے تھے۔ کھانے پینے کی چیزیں کثرت سے دستیاب ہوتی تھیں۔ کھیتوں اور باغوں سے ہر طرح کا اناج اور پھل برآمد ہوتا تھا۔ تحصیل میں اس قدر پھیلیا پائی جاتی تھیں کہ ہزار ہا بھی گہر نہیں سے وہ نہی کھاتے تھے اور علاوہ بریں وہ دھارے جو مصر اور مشرق وسطیٰ اور فرات کے درمیان واقع تھے وہ بھی اسی جگہ سے گزرتے تھے اور ان کے سبب سے یہ جگہ تجارت کی منڈی بن گئی تھی۔ تحصیل کی سطح پر مزاروں کشتیوں دکھائی دیتی تھیں۔ کئی ایسی کڑی کی عرض سے اور کئی مال اسباب کو ایک جگہ سے دوسری جگہ ہفتانہ کے لئے اور کئی تفریح طبع کے واسطے استعمال کی جاتی تھیں غرضیکہ یہ علاقہ کام اور رونق کے اعتبار سے زندگی اور اقباسدی کام کرتا تھا۔ جو تجارت ہمارے خدانہ نے بروہیم میں دکھائے ان کی خبر ان لوگوں کے وسیلے سے جو عہد سے واپس آئے تھیں میں پہنچ گئی تھی اور اعلیٰ ہے کہ اس کی متادی اور مقصد کا چرچا بھی اس کے والد ہونے سے پہلے گیل میں شروع ہو گیا تھا۔ پہلے پس نوادہ ماضی کی طرف روانہ ہوا جہاں اس نے پرورش پائی تھی اور وہاں بدلت کے روز عبادت خانہ

میں داخل ہوا۔ وہاں اس سے درخواست کی گئی کہ کلام الہی پڑھے اور حاضرین کو پند و نصیحت سے بہرہ ور فرمائے کیونکہ اس کی متادی کی شہرت بھی جا بجا پھیل گئی تھی۔ اس موقع پر مسیح سے بیسیاہ نبی کی کتاب سے ایک جگہ جس میں مسیح کی آمد اور کام کا بہت علم و بیان پایا جاتا رہے پڑھ کر متنی "خداوند کی روح مجھ پر ہے اس لئے کہ میں نے مجھے غریبوں کو خوشخبری دینے کے لئے بھیجا ہے" اس نے مجھے بھیجا ہے کہ قیدوں کو رہائی اور اندھوں کو بینائی یا لے کی خبر سناؤں۔ مجھے جوڑوں کو آزاد کروں اور خدانہ کے سال مقبول کی متادی کروں سبب اس نے ان آیات کا مطلب سمجھا اور مسیح کے زمانے کی خصوصیتوں کی تصویر کھینچنا شروع کیا یعنی جب غلاموں کی آزادی اور غریبوں کی دوستی اور مریضوں کی شفایابی کا راہنما ہوا تو سامعین کے دل میں جن کے درمیان اس نوجوان واعظ نے پرورش پائی تھی یہ شوق پیدا ہوا کہ اس کی باتیں کان لگا کر سنیں۔ چنانچہ کچھ مدت کے لئے سب ہمدرد گوش معنوم ہوتے تھے اور سب طرف سے تعجب و آفرین کی "وا ذلک ہو مہی تھی۔ من دیوں یحوی عبادت خانوں میں حسین و آفرین کے کلمات کا استعمال ہوتا تھا سب سمجھ جاتا تھا۔ لیکن ان کی آن میں یہ نقشہ مانگ بس گیا اور لوگوں نے کانٹھوس شروع کی۔ کوئی کستا تھا کیا یہ تو ہی جڑھی نہیں جو ہمارے یہاں کام کیا کرتا تھا؟ کوئی بول اٹھا "کیا اس کے ہاں باپ اسی جگہ کے رہنے والے ہیں؟" کوئی پوچھتا تھا "کیا اس کی بہنوں کی متادی اسی شہر میں نہیں ہوئی؟" غرضیکہ آتش حسد بھڑک اٹھی اور جب اس لئے یہ بتایا کہ جو موت اس وقت پڑھی گئی ہے

وہ تجھ میں پوری ہوئی تو وہ لوگ سخت غصے سے دھڑکیے اور کہا کہ جیسے نشان تو نے میرے شکم میں دکھا ہے وہی دیکھ ہی پہلے بھی دکھا تھا۔ اس سے انہیں ہواب دیا کہ جس بے ایمانوں کے درمیان کوئی شخص نہیں دکھا سکتا۔ یہ سُرگراہوں نے بڑے غضب کے ساتھ حملہ کیا اور سیدہ بابت نماز سے لڑائی کر فوراً شہر کے کھوارے ایک طبقے پر سے نکلے تاکہ وہاں سے سُرگراہی گرا دیں اور اگر کوئی محمدا زہود پر غارت ہو جائے تو گراہی دینے اور اپنی ضرب مثل شہر پر بیج کے قاتل ہونے کی شہرت کو ادا کرتے ہو بعد میں میرے پیغمبر کے حقت میں آئی۔ اس واقعے کے بعد اس نے نصرت کو بالکل چھوڑ دیا البتہ ایک مرتبہ پھر اپنے دو قصبوں کی محنت کے باعث وہاں گیا مگر اس وقت بھی وہ کسی نیشنل شہر پر نہ پہنچا۔ پھر سُرگراہی سے کفر غم میں جو بھڑکے گلیوں کے خیالی معر فی ساحل پر واقع تھا رہن احتیاط کیا۔ پھر سُرگراہی بالکل معدوم ہو گیا ہے یہاں تک کہ یہ بھی یقینی طور پر معلوم نہیں کہ کون سی جنگ باد تھا اور شاید یہی سبب ہے کہ ہم اس شہر اور بیچ کی زندگی میں ایسا رابطہ کھو جس میں ہونا چاہیے تھا۔ مغامروں کی باب ہوتا ہے شد بہت لہجہ جس وقت پیدا ہوا۔ نصرت جہاں میں سے سردسری آئی اور میرے شہر جہاں وہ مصائب ہوا پہلے ہی وہاں میں مروت نہ رہی تھی لیکن انسیا ہے کہ یہ جگہوں کے ساتھ ہم کفر و کجی سے محفوظ رہے جسکے دس کیونکہ آئندہ قحارہ ماہ کے لئے یہ عرصہ اُس کی ناگہانی کا ایک اہل جہت تھا یہی جگہ اُس کا گھر باسکن تھی۔ یہ جگہ اُس کا شہر کھلائی تھی جس کا بانیہ ہونے کے سبب اُسے جزی بھی

دینا پڑا۔ کفر غم گلیں میں کام کرنے کے لئے ایک عہدہ مرکوز تھا کہ جس قدر کارروائی تھیں گلیوں کے قریب و چاروں میں ہوتی تھی اس کا مرکز ہی شہر تھا۔ مزید برآں کفر غم سے شہرہ گلیوں کے دیگر حصوں میں باسانی جا سکتے تھے اور جو پھر اس شہر میں سرزد ہوتا تھا اُس کی خبر بھی ملے جلد دوسرے علاقوں میں پھیل جاتی تھی۔ اب اُس نے کفر غم میں کام شروع کیا اور کئی ماہ تک یہ طریق اختیار کیا کہ اُس جگہ کو اپنی خاص قیام کی جگہ بنایا اور وہیں سے ہر وقت دور کرتا اور گلیوں کے قصبوں اور گاؤں میں مناری کر مانتھو ج کیا۔ کبھی کبھی وہ مغرب کی جانب ملک کی اندرونی طرف کو جانا ہو گا اور کبھی ان گاؤں کا دورہ کرتا ہو گا۔ پھر گلیوں کے کنارے پر واقع تھے اور کبھی اس ملک کو تشریف لے جاتا ہو گا جو مشرقی ساحل پر واقع تھا۔ ایک کشتی ہر وقت تیار رہی تھی تاکہ جہاں کہیں وہ جانا چاہے باسانی جا سکے۔ دورہ کرنے کے بعد کفر غم کو واپس آ جانا ہو گا اور وہاں کبھی ایک دن ہی ایک ہفتہ اور کبھی دو ہفتہ کے لئے قیام کرتا ہو گا۔ چند ہفتوں کے عرصہ میں اُس کا نام تمام ملک میں سنا۔ جو گیا۔ پھر وہ ایک بڑا دھڑا اُسی کا چرچا ہوتا تھا۔ کشتیوں میں لوگ اُسی کی باتیں کرتے تھے اور گھر گھر میں اُسی کے نام کا درہ ہوتا تھا۔ لوگوں کے دلوں کی عجیب قسم کی تحریک پیدا ہو رہی تھی جیسے دیکھو کہ اُس کے دیدار کا مستثنائی تھا۔ ہزاروں لوگ اُس کے پاس جمع رہے تھے اور درباروں کا شمار بڑھتا جاتا تھا۔ جہاں کہیں وہ جاتا تھا وہاں اُس کے پیچھے چلتے تھے۔ اُس کی غور سے سے عرصہ میں اُس کی شہرت دور دور تک پھیل گئی

اور بے شمار لوگ میری تعلیم، بیوقوفی اور پیرا سے آنے لگے بلکہ اردو میرے بھی جو کہ جواب میں واقع تھا اور اسی طرح صدر اور حیدر سے جو تعلق میں واقع تھے ہزار ہا آدمی آتے تھے اور کبھی کبھی اس کثرت سے جمع ہوتے تھے کہ جگہ چھوٹی پڑتی تھی کیونکہ لوگ ایک دوسرے پر گریہ پڑتے تھے ایسے ایسے موقعوں پر سیداقوں اور بیابانوں میں لوگوں کو لے جانا پڑتا تھا، عرضیہ تمام ملک ایک سرے سے دوسرے سرے تک حرکت میں آیا تھا اور گھل میں کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں لوگ اس کے نام سے واقف نہ تھے۔

اب یہ سوال پیش آتا ہے کہ مسیح نے کونسا طریقہ اختیار کیا جو تمام ملک میں ایسی حرکت پیدا ہو گئی؟ واضح ہو کہ یہ تحریک اس دعوے کا نتیجہ نہ تھی کہ عیسوی مسیح موجود ہے۔ اس میں وہ بھی شک نہیں کہ یہ دعویٰ تمام ملک کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک عجیب جوش سے بھر سکتا تھا اگر مسیح نے ابھی اس دعوے پر بہت زور دینا شروع نہیں کیا تھا البتہ کبھی کبھی اشارتاً جنادیا کرتا تھا کہ میں ہی وہ مسیح ہوں جو خود ہوں جس کی راہ تم دیکھ رہے ہو جیسے کہ اس نے ناصرت کے بعد مختلف میں کیا۔ اگر سناؤ تو یہاں پہلے وہی اسی دعوے کو پیش نہیں کیا کرتا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ گھل کے لوگ ایسے تھے جو جلد متاثر ہو کر جوش میں آ سکتے تھے۔ عہدہ ہرگز وہ مسیح کی بادشاہی کی دنیوی نشان و نشانات کے نہایت دلہ دہ ختمے ہیں اگر ان کے سامنے یہ دعوے پاو بار کیا جاتا تو ممکن ہے کہ وہ دنیوی طاقت کا مقابلہ کرنے کے لئے بغاوت پر آمادہ ہو جاتے اور اس ناسزا حرکت کا یہ نتیجہ ہوتا کہ لوگوں کے دل مسیح سے خوف ہو

جاتے اور وہ دنیوی تلوار کا شکار بن جاتا اور اگر یہ دعویٰ برہنہ نہیں کیا جاتا تو وہاں بھی یہی خطرہ تھا کہ بیوقوفی اس کے برخلاف اٹھ کر اس کا کام تمام کر دیتے۔ پس ہر طرح کی غفلت، ناداری سے بچنے کے لئے اس سے میری بہتر سمجھا کر میری دانت اور غم سے کی حقیقت کچھ عرصہ کے لئے منکشف نہ ہو اور لوگوں کے دل تیار کئے جائیں تاکہ جب اظہار و انکشاف کا وقت آئے تو میری بادشاہی کو جلد قبول کر لیں مگر فی الحال یہی بہتر ہے کہ میری سیرت اور کام کو دیکھ کر وہ آپ ہی نتیجہ نکالیں کہ میں کون ہوں پس وہ دیکھ جو اس نے اپنے کام میں استعمال کئے اور جن کی وجہ سے لوگ اس قدر جوش و خروش سے بھر گئے اور اس کی طرف راغب ہوئے وہ ہی تھے یعنی اس کی منادی اور اس کے معجزات تھے۔

**مسیح کے معجزات**۔ شاید اور سب باتوں کی نسبت اس کے معجزات نے لوگوں کو زیادہ تر اس کی طرف راغب کیا۔ انجیل کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کفر عجم میں جو معجزہ اس نے پسے ہیں دکھایا اس کی خبر پھول کی خوشبو کی طرح تمام شہر میں پھیل گئی اور ہزاروں اشخاص اس گھر پر جہاں وہ رہتا تھا جمع ہو گئے اور جب کبھی وہ کوئی عجیب شہیم کا معجزہ دکھاتا تھا تو لوگوں کا جوش اور بھی دو بالا ہو جاتا تھا اور اس کی خبر ہر جگہ پہنچ جاتی تھی مثلاً جب اس نے پہلی دفعہ کوڑھ کی بیماری کو جلد کیا تو لوگ حیرت سے بھر گئے اور یہی حال اس وقت ہوا جب اس نے پہلی دفعہ ایک دیو کو نکالا اور جب اس نے ایک مرد کے لڑکے کو حیرناش میں زندہ کیا تو پہلے سب لوگوں پر خوف چھا گیا پھر سب کے سب خوشی سے بھر گئے اور حیرت اور تعجب سے مہمور ہو کر اس عجیب واقعہ کی بابت



ایس میں گفتگو کرنے لگے تمام گھیل میں عجیب قسم کی حرکت پیدا ہو گئی۔ ہزار ہا بیمار جو چل سکتے تھے، اگر تھے اُس کے پاس آسکتے تھے، آتے تھے اور جو آب نہیں چل سکتے تھے انہیں اُس کے دوست چار پاؤں پر اٹھا کر اُس کے پاس لاتے تھے، غرضیکہ شہروں اور گاؤں کی گلیاں جہر سے اُس کا گزر ہوتا تھا بیماروں سے جہر جاتی تھیں اور کبھی کبھی شمار اس قدر بڑھ جاتا تھا کہ اُس سے کھانا کھانے تک کی بھی حرکت نہیں ملتی تھی چنانچہ ایک دفعہ وہ اُس تختیت بھرے کام میں لیا مستغرق ہوا اور لوگوں کے دیکھوں کو دیکھ کر ایسا ہوش میں آیا کہ اُس کے رشتہ دار اُس رقت کو دیکھ کر نامناسب مداخلت پر آمادہ ہوئے، اور اُس میں کہنے لگے کہ وہ بیخود ہو گیا ہے۔

ہمارے خدو اوند کے معجزات دو قسم کے تھے یعنی اول وہ جن سے بیمار چلنے لگے اور دوم وہ جو قوت کی طاقتوں پر غالب آئے مثلاً بانی کوئے بنانا، طوفان کو تھاویں اور روٹیوں کے شمار کو بڑھانا لیکن پہلی قسم کے معجزے دوسری قسم کے معجزوں سے شمار میں بہت زیادہ تھے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اُس نے طرح طرح کی بیماریوں کو اپنی معجزانہ قدرت سے دور کیا۔ ٹکڑوں کو چھپنے، اداہوں کو دیکھنے، اور بہروں کو سسے کی طاقت عطا فرمائی، اور سفوفوں کو چنگا اور کوڑھیوں کو پاک صاف کیا۔ وہ ان میں طرح طرح کے طریقے کام میں لاتا تھا لیکن ہم کو یہ یہ معلوم نہیں کہ وہ کیوں ایسا کرتا تھا۔ کبھی تو وہ بیمار کو چھوٹا تھا کبھی بڑی بڑی لگاتا تھا اور کبھی مریض کو غسل کرنے کا حکم دیتا تھا اور بسا اوقات بلا واسطہ بھی مریض کو چکا کر دیتا تھا بلکہ کبھی کبھی بیمار کو دیکھتا بھی نہ تھا اور دوسری سے

کہہ دیتا تھا اور وہ چنگا ہو جاتا تھا۔ جسمانی امراض کے علاوہ وہ عقلی امراض کو بھی اپنی معجزانہ قوت سے دور کر دیتا تھا معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کے زمانے میں عقلی امراض کثرت پھیل گئے تھے اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایک طرح اُسی زمانہ کے ساتھ منکشف تھے۔ لوگ اُس سے بہت ڈرتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ یہ امراض بدروحوں کے داخل ہونے سے پیدا ہوتے ہیں اور یہ عیاں اُن کا بالکل صحیح تھا۔ وہ شخص جسے مسیح نے گدی بنیوں کے ملک میں قبروں کے درمیان چنگا لیا اس جو ساک مرض کا ایک عجیب مور ہے۔ اُس کا کپڑے پہن کر اور شفا پا کر مسیح کے پاؤں کے پاس بیٹھا نظر کرتا ہے کہ مسیح کی پرستش اور تسلی بخش اور شاندار حضور کی اُن لوگوں کے دلوں پر جن کی عقل میں متور لگتا تھا عجیب قسم کا اثر رکھتی تھی۔ لیکن مسیح کے معجزات میں سے اُن کو زندہ کرنے کے معجزات سب سے زیادہ حیرت انگیز تھے گو وہ بار بار وقوع میں نہیں آتے تھے پر جب وقوع میں آتے تھے تو لوگوں کو حیرت کا پتلا بنا دیتے تھے۔ دوسری قسم کے معجزے بھی یعنی وہ جو دائرہ قوت میں نمودار ہوئے اسی طرح بیان سے باہر ہیں۔ اگر وہ فقط عقلی امراض کو چنگا کرنا تو شائد لوگ بہتے کہ اُس کی زور اور طبیعت کے اثر نے عقلی تقصیر کو دور کر دیا اور بعض جسمانی امراض کی مداخلت کی نسبت بھی یہ کہا جاسکتا تھا کہ وہ ایک پوندہ مرضی کی تاثیر کے وسیع سے دیکھئے گئے، لیکن موحہ مارتے سمندر کی سطح پر چلا ہر طرح کی تعبیر کے دائرہ سے باہر ہے۔

اب یہ سوال پیش آتا ہے کہ مسیح نے کس لئے اپنے کام میں معجزات کو ایک وسیلہ بنایا؟ اس سوال کے کئی جواب دیئے جاسکتے ہیں۔

(۱) اُس نے یہ معجزات اس لئے دکھائے کہ اُس کا خدا کی طرف سے ہونا ثابت ہو۔ گو یہ معجزات وہ ہر انسانیت کے لئے ہر اُس کی رسالت کو ثابت کرتے تھے۔ پھر انہی معجزات کے کئی نمونوں کو اُس سے پہلے معجزات دیکھنے کی قدرت عطا کی گئی تاکہ اُن کی رسالت پایہ ثبوت کو پہنچے اور گو جو خدا پرستہ دینے والے سے جو قدرت در در کے بعد عہد نبوت کو آئے نہ تو انہی معجزات سے معلوم کیے جاسکتے ہیں تو بھی مسیح کے لئے جو بزرگ سے بزرگ نبی سے بھی بزرگ تر تھا، معجزات کی نفی زیادہ تھی بلکہ ضرر تھا کہ وہ گزشتہ نبیوں کے معجزات سے بڑے بڑے معجزات دکھا کر اپنی رسالت کو ثابت کرے۔ اُس کا یہ دعوے کہ میں مسیح ہوں ایک عظیم دعویٰ تھا اور وہ لوگ جو رسالت کے ثبوت میں معجزات دیکھنے کے عادی ہو گئے تھے اُس کے ایسے دعوے کو ہرگز قبول نہ کرتے اگر وہ کوئی معجزہ انہی ثبات نہ دکھاتا: (۲) پھر مسیح کے معجزات اُس نئی پھر پوری یا تو بہت کے گماں کا جو اُس میں مجسم ہوا تھا لازمی اظہار تھے۔ وہ خدا کا منظر تھا اور اُس کی انبیت روح القدس کی بے نیاز قدرت سے مالا مال تھی۔ یہ بات قواعد فطرت کے عین مطابق تھی کہ جب ایسا شخص دنیا میں آئے تو عجیب قسم کے کام اُس سے سرزد ہوتے۔ وہ بذات خود ایک عجیب معجزہ تھا اور اُس کے دیگر معجزات اس بڑے معجزے کی بکریں تھیں۔ اُس کا س دیا میں قدم رکھنا ہدایت خود قانون قدرت کی سوتیلیب کے برعکس تھا۔ اولاً کہ اُس کا اس دنیا میں آنا گویا انتظام موجودات میں ایک نئے عنصر کا داخل ہونا تھا تاکہ دنیا کو اپنی سطوری کی بیکتوں سے مالا مال کرے اور

جب وہ داخل ہوا تو اُس کے ساتھ اُس کے معجزے بھی داخل ہوئے۔ نہ اس لئے کہ تہ تییب میں حضور پیدا ہو بلکہ اس لئے کہ جو خدایا پیدا ہو گئی تھی اُس کی اصلاح کی جائے۔ لہذا اُس کے تمام معجزات پر اُس کی سیرت کی گہرگی ہوئی تھی یعنی اُس کے معجزے نہ صرف اُس کی الہی قدرت کا اظہار تھے بلکہ اُس کی پاکیزگی اور حکمت اور محبت کو بھی ظاہر کرتے تھے۔ یہودی اکثر اُس سے طے پڑے اچھے حلیے طلب کیا کرتے تھے تاکہ عبادت دیکھنے والی ہوتی کہ پورا کریں مگر وہ بھی اُن کا کہنا نہیں مانتا تھا اور صرف اُس قسم کے معجزے دکھایا کرتا تھا جو میں کو تقویت دینے کے لئے ضروری سمجھے جاتے تھے اور جو لوگ چنگے کئے جاتے تھے اُن میں ایمان کا ہونا ضروری شرط تھا غرضیکہ وہ نہ کبھی لوگوں کے سروں کو پورا کرنے کے لئے اور نہ کبھی اُن بے ایمانوں کا منہ بند کرنے کے لئے معجزے دکھاتا تھا جو اکثر اوقات اُس سے معجزے طلب کیے کرتے تھے۔ اُس کے معجزات کی یہ خاصیت تھی کہ انہیں اُن شخصوں سے جدا کرتی ہے جو قدیم اچھے دکھانے والوں یا بدن کیتھاک دانشوں سے منسوب کئے جاتے ہیں۔ مسیح کے معجزات پر عجیب اور رحم اور محبت کی گہرگی ہوئی ہے کیونکہ وہ اُس کی سیرت کا اظہار تھے۔ ۳۔ اُس کے معجزات اُس کے روحانی اور نبوت بخش کام کی علامتیں ہیں۔ اگر آپ تھوڑی دیر غور کریں تو آپ قائل ہو جائیں گے کہ اُس کے معجزات دنیا کی خدائی اور تکلیف پر فتح پالنے کا نشان تھے۔ بنی آدم کئی قسم کی خرابیوں کا شکار ہو گئے ہیں بلکہ یہ کہنا بجا ہے کہ تمام فطرت کے ڈھانچے میں وہ آئندہ پائے جاتے ہیں جو کسی گزری ہوئی تپ ہی پر دلالت کرتے ہیں۔ ہماری مخلوقات کی کراہت تک کو اپنی ہے اور درودہ میں پڑی

تذہبی ہے۔

موجودات کی یہ بنی قیاس ابتری اور خرابی بنی آدم کے لئے گناہ کا نتیجہ ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر ایک بیمار یا نقصان کسی خاص گناہ سے علاوہ رکھتا ہے گو بہت سی بیماریاں اور نقصانات ضرور خاص خاص گناہ سے پیدا ہوتے ہیں اور گناہ گناہ کے نتائج تمام بنی آدم میں عموماً پٹے پڑتے ہیں، پھر بھی دنیا کی خرابی گویا اس کے گناہ کا سبب ہے اور چونکہ مادی اور اخلاقی خرابیاں ایک دوسری سے علاوہ رکھتی ہیں، مثلاً ایک سے دوسری کا حال کھل جاتا ہے۔ پس جب اس نے جسمانی پن کو دھک کیا تو یہ نعل گویا باطنی بصیرت کو بحال کرنے کی علامت ٹھہرا۔ اسی طرح جب اس نے مردوں کو زندہ کیا تو یہ ظاہر کیا کہ روحانی دنیا میں بھی یہی زندگی اور قیامت ہوتی۔ جب اس نے کوڑھ کو دھک کیا تو گویا یہ پتہ دیا کہ میں ہی گناہ کا کوڑھ بھی دھک کر سکتا ہوں۔ جب اس نے روشروں کو مجھرا ان ظہر پر چھایا تو گویا اس صحرے سے زندگی کی مدد کی پر بھی تقرب کی اور اس کا طوفان کو بند کرنا یہ دلائل کرا تھا کہ وہ پریشان سمیر کو بھی اطمینان کو رسکوں عطا کر سکتا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ مسیح کے معجزات اس کے کام کا ضروری اہلادی حصہ اور اسے قوم میں مشہور کرنے کا ایک عمدہ وسیلہ تھے۔ اس کے علاوہ وہ لوگ ہ شفا یاب ہوتے تھے اور وہ شکر گزری کے رشتہ سے اس کے ساتھ جکڑے جاتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ جو پتے جس کے معجزات پر بیان لائے ان میں سے کئی بعد میں ایمان کی اعلیٰ منزل تک پہنچے مثلاً مریم مگدینی کو جس میں سے اس کے ساتھ دلوں کا لے تھے

اسی قسم کا تجربہ نصیب ہوا۔

اور اگر اس کی نسبت سوچا جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسے اس کام سے کبھی ہمت دکھ اور کبھی بڑی خوشی ہوتی ہوگی۔ طرح طرح کی بیماریوں اور گناہ کے اندوہنک نیچوں کو دیکھ کر اس کا شہریت اور ہمدردی دل جس کی نرمی کبھی کم نہیں ہوتی تھی زخمی ہو جاتا ہوگا، مگر اس کی عظیم ہمت کا ممکن ایسی ہی جگہوں میں ہونا چاہیے جہاں مدد کی ضرورت تھی، اور مسیح طرح کی برکتوں کو ہر جہت تقسیم کرنا اور گناہ کے داغوں کو جابجا دھانا اس کے لئے بڑی رحمت کا باعث ہوا ہوگا۔ اس کے معجزانہ چھوٹے سے صحت کا ٹوٹ آنا، بند ٹکھوں کو خوشی اور شکر گزری کے ساتھ کھینکے دیکھنا، ماؤں اور بیٹیوں کی دعاؤں خیر کو اس وقت جیکہ وہ ان کے عزیزوں کو جھنگا کر کے اس کے حوالے کرتا تھا، مسندائیں ہیروں اور گلوں میں داخل ہوتے وقت غریبوں کے چہروں پر محبت اور تعلیم کے آثار کو دیکھنا، اس کے دل کو خوشی سے بھر دینا ہوگا۔ غرضیکہ وہ اس چستہ سے جو بھلائی کا منبع ہے خوب سیر ہو چکا تھا اور چاہتا تھا اور اب یہ ہوتا ہے کہ اس کے شاگرد بھی اس سے سیر ہوں۔

### مسیح کی تعلیم اور اس کی تاثیر

ہمیں یقین ہے کہ اوپر کے بیان سے ہمارے ناظرین پر بخوبی واضح ہو گیا ہوگا کہ مسیح کے کام میں معجزات کیا جگہ رکھتے ہیں۔ اب ہم اس کی ایک اور تعلیم کی نسبت چند خیالات پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اس کی تعلیم اس کے معجزات سے بڑا اثر رکھتی ہے۔ اس کے معجزات

گھنٹے کی طرح لوگوں کو اس کے پاس بلانے کا کام دیتے تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ لوگ اس کے حضور فراہم ہو کر اس کے کلام کو سنیں۔ ان میں شک نہیں کہ اس کے معجزات کے سبب سے اس کا نام نزدیک اور دور سب جگہ مشہور ہو گیا۔ اس کی تعلیم بھی اس کی شہرت کا سبب تھی۔ فصاحت وہ حادثہ ہے جو لوگوں کو ایک دم میں حیرت کا پتلا بن کر سفر کرتی ہے۔ ہر قوم اس حادثہ سے متاثر ہوتی آئی ہے۔ برہمنی ہندو گوشت ہو کر اپنے بزرگوں کے کارناموں کے افسانے اور کہانیاں سنتے تھے۔ مذہب یونانی اپنے معلموں کے ایک ایک لفظ کی قدر کرتے تھے اور اہل روم بھی جو زندگی کے معمول کاروبار کے سوا اور کسی کام سے سرور کار نہیں دیکھتے تھے، اس حادثہ کے اثر اور قوت کے قائل تھے۔ یونانی تو اس کے ایسے حاشیے تھے کہ اور کسی چیز پر ایسے فریفتہ نہ تھے جیسے فصاحت و بلاغت پر۔ اس کے بزرگوں پر کوئی ایسا فصیح نہ تھا جیسے ان کے بنی جنہوں نے آسمانی صداقت کو فصاحت کا لباس پہنا کر لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ اگرچہ پوچھتا بہتہ دیتے والے نے کبھی کوئی معجزہ نہیں دکھایا تھا تو بھی لوگ اس کے باتوں کے سننے کے لئے ہر طرف سے کثرت سے جمع ہوتے تھے کہ ان کے کلام میں نبیوں کی فصاحت کی قدرت وعدہ کی طرح کونسی تھی اور لوگوں نے اس عجیب قدرت کو جس کا نظارہ ایک مدت سے نصیب نہیں ہوا تھا، اس کے بزرگوار الفاظ میں محسوس کیا اور اس طرح اس کے پاس جمع ہوئے جس طرح چشمہ شیریں پر چوہے کیوں کا ہجوم ہوتا ہے اور چونکہ مسیح بھی نبی تھا لہذا اس کی منادی کا شہرہ ہر جگہ پھیل گیا۔

”اور وہ ان کے عبادت خانوں میں تعلیم دیتا رہا اور سب اس کی بڑائی کرتے رہے۔“ لوگ اس کی باتوں کو بڑی حیرت سے سنتے تھے۔ کبھی کبھی ایسا بڑا مجمع ہوجاتا تھا کہ اسے جھیل کا کنارہ چھوڑ کر کشتی پر سوار ہونا اور وہاں سے ان کی طرف مخاطب ہو کر اپنی زبان حقیقت بیان کو کھولنا پڑتا تھا۔ اس کے کلام میں کچھ ایسی تاثیر تھی کہ اس کے مخالفوں کو بھی یہ کہنا پڑا کہ ”انسان نے کبھی ایسا کلام نہیں کیا“ اگرچہ اس کے الفاظ جو قلب بند ہو کر بہار سے زمانے تک پہنچے ہیں، بہت ہی محفوظ ہیں تاہم ان سے بخوبی اندازہ لگ سکتا ہے کہ آیا اس کے مخالفوں کی یہ رائے جو اوپر بیان ہوئی صحیح ہے یا نہیں اور یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کا کلام سامعین پر کیسا اثر ڈالتا تھا۔ اس کی شہرت تقریروں کا خلاصہ جو انجیلوں میں محفوظ ہے اگر الگ کر کے چھاپا جائے تو مجموعی قسم کے چھ سترہوں سے زیادہ جگہ نہ لینگا، تاہم یہ کہنا ہے جائز کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی علمی خزانہ بنی آدم کے وہ شریں نہیں آیا جس طرح اس کے پیچھے سے اس کی ذات مبارک کا اظہار تھے اسی طرح اس کا کلام اس کی ذات کا مظہر تھا، چنانچہ اس کے ایک ایک لفظ میں اس کی سیرت کا جلال چمک رہا ہے۔

اس کی منادی کا طریقہ اس کی قوم کے بزرگوں کے طرز تقریر کی مانند تھا۔ اس امر میں ہل مشرق اور اہل مغرب میں بڑا فرق پایا جاتا ہے مثلاً مغربی ممالک کے باشندے جب کسی بات پر غور کرتے یا کسی خیال کو الفاظ میں ادا کرتے ہیں تو عادت کی روانی اور تشریح و تفسیر کو نظر رکھتے اور اپنے خیالات کو منطقی ترتیب اور سلسلے کے



مطابق چیز کرتے ہیں۔ پس جس طرح مشق پر اہل یورپ ذہنیت میں وہ  
یہ ہے کہ ہونے والا ایک محکمہ ان انتخاب کر کے اسے مختلف حصوں  
میں تقسیم کرے اور پھر ایک ایک حصے پر سلسلہ وار اپنے خیالات ظاہر  
کرے اور یوں ایک حصے کو دوسرے حصے سے ربط دیتا ہوا اپنی  
تقریر کو ایسی رقت انگیز اپیل سے ختم کرے کہ سامعین کے دل اس  
کے ہاتھ میں آجائیں اور جو کام ان سے کرانا چاہے کرانے لگیں۔ لیکن عکس  
اس کے اہل مشرق کا یہ طریق ہے کہ وہ ایک نکتہ کو لے کر اس کی تفصیل  
میں لگے رہتے ہیں، اسی کے تشبہ و فراز پر خود کرتے اور جو صدائیں  
اس کے متعلق ذہن نشین ہوتی ہیں، انہیں ایک جگہ جمع کر کے چند  
جہان گذارہ اور قابلِ یاد الفاظ میں اوکڑ دیتے ہیں۔ وہ احضار کو پسند کرتے  
اور دل میں کھب جانے والے محاورات کام میں لائے ہیں یا جیسا کہ  
کہ اہل مغرب اپنی تقریر کو بڑی ترکیب اور مناسبت سے مرتب کرتے  
ہیں چنانچہ ان کی تقریریں ریخیر کی کڑیوں کی طرح ایک خیال دوسرے  
سے وابستہ ہوتا ہے لیکن اہل مشرق کی تقریر اور تحریر تاروں پھری  
رات کی مانند ہوتی ہے جس طرح رات کے وقت سیاہ یا نیلیوں  
آسمان کی سطح پر تار سے چمکتے ہیں اسی طرح ان کی تحریر میں لسانی  
نکات کے جو اہر جگمگاتے ہیں۔

صحیح اس قسم کے طرزِ سخن کو کام میں لایا۔ اس کے کلام میں عیناً  
الفاظ اور محاورات ایسے موجود ہیں کہ ان میں سے ایک ایک کوزہ  
میں دریا کا مصداق ہے یعنی بڑی بڑی گہری حقیقتیں چھوٹے چھوٹے جملوں  
میں ادائی گئی ہیں اور ایسی پرتائیں ضرورت میں کہ تیر کی طرح دل میں کھب

جاتی ہیں۔ اگر آپ ان الفاظ کو جو اس سے منسوب کئے جاتے ہیں اور جو  
انجمنوں میں نقلند ہیں پڑھیں اور ان پر خود کریں تو آپ دیکھیں گے کہ  
ان میں سے ہر ایک لفظ دل کو گھونچ لیتا ہے اور ایسے عین معانی رکھتا  
ہے کہ جبب لطافت اور صداقت کے دل پر میں ہوتا اور پھر یہ بھی دیکھیں  
گے کہ ماوجود اس کے اس کے کلام میں کچھ ایسی خاصیت پائی جاتی ہے  
کہ اس کی باتیں حدِ حفظ ہو جاتی ہیں چنانچہ وہ اس کی اُمت کے حافظ  
میں پتھر پر کی نگار کی طرح قائم ہیں۔ ان کی یہ عجیب خاصیت ہے  
کہ دماغ بھی ان کے معانی کو سمجھنے میں پاتا کہ وہ پہلے ہی سے امثال  
کی طرح ذہن میں نقش ہو جاتی ہیں۔

علامہ بریل اس کی تعلیم کی کتاب اور خاصیت یہ ہے کہ وہ طرح  
طرح کی صنعتوں اور تشبیہوں سے پُر ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ  
اس کی قوتِ مخیلة حیل کے حوصلے تشبیہات کے ذریعے سے اپنا کام  
کرتی ہے۔ وہ ہر جگہ فطرت کی گونا گونی صنعتوں کو بڑے شوق سے  
ملاحظہ کیا کرتا تھا۔ پتھروں کے رنگ پتھروں کے ڈھنگ، درختوں کا ٹھنڈا  
موسموں کا بدن اس کی حقیقت شناس چشم سے پوشیدہ نہ تھا اور اسی طرح  
وہ جی آدم کی زندگی کی ہر گزیر سے گزرتی تھا چنانچہ وہ جانتا تھا کہ  
مذہبی امور، درکار و بار اور خانگی تعلقات میں انسان کیا ہے  
کسی نہ کسی فطرتی تشبیہ کو کام میں لائے بغیر نہیں دل سکتا تھا اور نہ  
بغیر اس کے خود کر سکتا تھا۔ پس ہم دیکھتے ہیں کہ اس کا کلام طرح طرح  
کی تشبیہوں سے پُر ہے جن کے سبب سے ایک قسم کی بولچولی اور حرکت  
اس سے ہو رہا ہے، وہ قیاسی تھپے اور وہی دعوئے پیش نہیں

کہ بلکہ حقیقتوں کا فوٹو کھینچ دیتا ہے اور اس کے الفاظ سے ملک کی خصوصیات اور زمانہ کے حالات اس طرح نکلتے ہیں جس طرح تصویر سے ٹپکا کرتے ہیں۔ کہیں موسیٰ کی پھیلائی ہوئی جین کے شین شہداد کی دیو سے اس کی آنکھیں تر و تازہ ہوتی ہیں، سرسبز کھیتوں میں لہلہا رہتی ہیں۔ کہیں بھڑکے ہوئے چوہوں کے پیچھے پیچھے جا رہی ہیں۔ کہیں شہر کے سنگ اور گتہ درگاہ کے نظرائے ہیں۔ کہیں کنواری لڑکی کے شین بھر دھوا کی غنچہ کھڑی ہے، اپنا حلوہ دکھاتے ہیں، اگر سیکل میں ایک طرف غریبی پاک دوسوں کی آیات ملتے، دروازوں پر لگائے کھڑے ہے تو دوسری طرف ایک محسوس لینے والا گردن جھکائے دیکھا جاتا ہے۔ اگر ایک دھمکتا ہوا اپنے محل میں جھٹکا ضیافت کے سرے اڑا رہا ہے تو ایک مہیبت زدہ غریب جس کے زخموں کو کٹے جاٹ رہے ہیں اس کے دروازے پر پڑ گرا ہے۔ یہ اور بھی طرح کے آئینے نظر آتے ہیں جو اس کے کلام میں بکثرت موجود ہیں اور ان کے وسیلے سے اس زمانے کے اوضاع و اطوار و طریقہ معیشت کے اندرونی اور بیرونی حالات نکلتے جاتے ہیں جن کا ذکر عام تاریخی کتابوں میں پایا جاتا ہے۔

لیکن ان سب باتوں سے بڑھ کر اس کے کلام کا یہ خاصہ تھا کہ اس میں تبدیلیات کا استعمال بکثرت پایا جاتا ہے۔ اس میں وہ دونوں باتیں ہیں کا ذکر اور پرچہ اٹل جاتی ہیں۔ ان باتوں میں کہ تبدیلیاں مختصر ہیں اور تبدیلیاں کلام کی ترکیب سے پیدا ہوتی ہیں۔ تبدیلی زندگی کے عام واقعات ہیں جسے کسی واقعہ و سخن لیتی اور اس کی ایک جگہ کی دوسری تصویر بنا کر اس سے

اپنے کام میں لاتی ہے اور اس کے وسیلے سے کسی روحانی مجید کو جو اس سے شناسنت اور مشابہت رکھتا ہے، ظاہر کرتی ہے۔ اظہار حقائق کے لئے یہ طریقہ قوم یہودی کے درمیان عام تھا مگر مسیح نے اس کو خوب چلا دی اور مکالم تک پہنچایا۔ اس کی باتیں جو اب تک محفوظ ہیں ایک نئی دنیا کے قریب عقیدوں پر مشتمل ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس طرح سامعین کے حافظہ پر ہم جاتی تھیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ استادوں کے سرمنوں سے چند سال کے بعد فقط وہی مثالیں یاد رہتی ہیں جو وہ تقریریں استعمال کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ عیسائیں اس وقت سے سے کہ اس وقت تک لکھتے درگت عیسائیوں کے حافظہ میں محفوظ رہتی ہیں۔ اس میں مسرت و میثابیح بونے والا۔ اس کنواریاں، نیک سامری اور دیگر عیسائیں لاکھوں لوگوں کے دلوں میں گویا جو بصورت تصویروں کی طرح فلک برہی ہیں۔ کیا دنیا کے بڑے بڑے شاعروں یا نثر نویسوں کے کلام میں مثلاً سعدی، ابراہیم، ظہوری اور فردوسی وغیرہ کے کلام میں کوئی ایسی جگہ سے پائے جاتے ہیں جنہوں نے مسیح کی مثالوں کی مانند بنی آدم کے دل پر گرفت پائی ہو یا ان کی صداقت اور تازگی ایسی عالم گیر طور پر محسوس کی گئی ہو، مسیح کو مثالوں کی تلاش میں چودہ نہیں جاتا پڑتا تھا جس طرح ایک ماہر اور مشاق مصور کھڑیا مٹی کی ٹٹلی یا ایک مجسمہ کوئلے کے کمر ایک ایسی تصویر کھینچ دیتا ہے کہ اس سے دیکھ کر یا تو ہنسی کے مارے کلیجہ پھٹا جاتا پڑتا ہے یا آنسوؤں کے دیا جاری ہو جاتے ہیں یا دیکھنے والے ہنسنے لگتا ہے۔ برویہ و سادہ جاتا ہے کسی طرح مسیح بھی زندگی کے عام واقعات کو چٹا دیتا

ہے مثلاً نئے حائے پرستے پارچے کا پتہ نہ لگانا۔ میرانی مشکور کا نئی  
نے کے سبب سے پھٹ جانا۔ لڑکوں کا بازووں میں کھڑے ہو کر  
شادی اور نام کے کہیں کھیلنا۔ کسی چھوٹی لڑکی کا طوفان کے قریب سے  
لکھا کر گر پڑنا وغیرہ عام واقعات ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ اپنے مستقبل  
خیر سے ایسے سانچے میں ڈھالتا ہے کہ وہ درحقیقت اور کمالی ملازمتوں  
کو روز روشن کی طرح آشکارا کر دیتے ہیں۔ یہی تعجب کی بات نہیں کہ عوام  
لوگ اس کے پاس جمع رہتے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ اس کے کلام کی  
تاک بیچنے کے لئے صد سال کی غور و فکر کی ضرورت تھی تاہم سادہ  
سے سادہ اور جہل سے جہل شستے وہ ابھی اس کی مثالوں کو من  
کو محفوظ ہو جاتا ہو گا اور ان الفاظ کو جن کے وسیلے سے وہ  
اپنے خیالات ادا کیا کرتا تھا، غم بھر کے لئے اپنے ساتھ لے جاتا  
ہو گا۔ پس یہ کہتا ہے چاہیں کہ اس کے کلام کی، منہ کوئی  
کلام نہیں کیونکہ جس قدر وہ سادہ ہے، اسی قدر گہرا بھی ہے۔  
جس قدر سنسنیوں سے بھرپور ہے اسی قدر صداقت اور راستی سے  
بھی معمور ہے۔

یہ تو اس کے کلام کی خاصیت میں۔ اب ہم غور و فکر کے لئے  
دیکھاں گے کہ اس لائینی مناد کی مدد میں کون کون سی خاص باتیں  
توجہ طلب ہیں۔ اس کا ذکر اس کے سامعین کی نکتہ چینی میں موجود ہے  
اور نیز ان تقریروں سے ان کا پتہ ملتا ہے جو جیلوں میں قلعہ بند ہیں۔  
ان میں جو سب سے بڑھ کر ہے، وہ اختیار ہے جو لکھا ہے کہ  
”پھر اس کی تعلیم سے حیران ہوئی کیونکہ وہ ان کے قلمیوں کی طرح نہیں

بلکہ صاحب اختیار کی طرح انہیں تعلیم دیتا تھا۔ پس یہی بات جسے  
اس کے سامعین نے محسوس کیا، وہ فرق تھا جو اس کے کلام  
میں اور قلمیوں کی اس منادی میں پایا جاتا تھا جو وہ عبادت خانوں  
میں کیا کرتے تھے۔ یہ فیصلہ ایسے مزہ اور تشنگ مہر کی منادی  
کرتے تھے کہ اس سے بڑھ کر بے تاثیر اور بے حد مسائل اور کسی جگہ  
نہیں ملتے۔ اگر وہ ان پاک فوشتوں میں سے جو ان کے پاس موجود  
تھے لوگوں کو نصیحت کرتے اور ان کے مطالبات کو کھٹکھٹاتے تو اس  
سے ان کے کلام کو ایک طرح کی طاقت اور زندگی حاصل ہوتی کہ وہ  
گھنٹہ سڑوں کے گھنٹہ خیالات کی سہرا فروشی میں گئے رہتے تھے اور کوئی  
ایسی رائے پیش نہیں کرتے تھے جو کسی سنی کی سند پر مبنی نہ ہو، انشا  
اور رحم، محبت اور خدا کے متعلق لوگوں کو تنبیہ دینے کی جگہ پاک  
فوشوں کو ایک دشوم نامہ کی صورت دے کر ادرے بانوں کی منادی  
کرنے لگ گئے مثلاً لوگوں کو صرف ایسی ایسی باتیں بتائے کہ گئے کہ  
جو آیات مانتے اور بازوؤں پر لگائی چٹیں وہ کتنے بڑے کاغذ پر  
تحریر کرنی چاہیں۔ دیکھا کہ وہ کس طرح بیٹھا یا کھڑا ہوتا جیسے  
روزہ کتنی دیر تک رکھتا چاہیے اور سبت کے دن کتنی حاصل ملے  
کرنا چاہیے وغیرہ۔ انہی باتوں پر اس زمانے کا مذہب منحصر تھا اور  
جس طرح کی منادی اس زمانے میں مروج تھی اگر ہم اس کا نام جدید  
زمانہ میں دیکھنا چاہیں تو ہمیں ریفارمیشن کے زمانے پر نظر ڈالنا  
چاہیے۔ جس شخص نے سکاٹ لینڈ کے متعلق آگسٹ کے سوانح عمری  
تحریر کئے ہیں بتاتا ہے کہ ریفارمیشن کے اتمام میں وہیں کیتھولک

وہ پیشانی کی تقریریں بالکل سے معجزانہ طبع اور ناقص ہوتی تھیں۔ وہ بنانا ہے کہ وہیں کسانیاں جو کسی رو میں کینٹھاک مدہ می فسرتہ کے بانی سے مشہور کی جاتی تھیں یعنی وہ معجز سے جو ان کے خیال میں اُس نے دکھائے وہ لڑائیاں جو اُس نے شیطان کے ساتھ کیں، اُس کی دعائیں اُس کے دوسرے اُس کا اپنے آپ کو کڑوں سے مارنا وغیرہ وہ مضامین تھے جن پر مٹادی کی جاتی تھی یا مٹا دی جاتی اور مٹا دی جاتی کی بنا پر اُسے کاشن سے ڈر کا دم کے وسیع سے آپس دور کرنے کی خواہشوں کا رنگ ادا کرتے تھے یا پگھلنے والی (سورج) کے شدید عذاب کا خاکہ کھینچا کرتے تھے اور سنا کرتے تھے کہ کہنے، اُس عذاب سے ہلاک صاحب کو امتوں کی سہارشی دماغوں کے وسیع سے پھٹت گئے ہیں یا فضول چیزیات اور باوہ گول میں اپنا وقت جواب کیا کرتے تھے۔ غیر فیکہ بائبل کی پاک اور فائدہ بخش اور بلند پایہ تعبیرات کے عوض میں، اُس قسم کی باتوں سے لوگوں کو آمیزہ کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ مسیح کی مٹادی سے لوگوں کے دلی پر کچھ اُسی قسم کا اثر پیدا ہوا کہ جدیداریفہ رشتہ کے زمانے میں اہل سکات میں پروتھریٹ اور ناکس کی مٹدی سے پیدا ہوا۔ مسیح درتیں اور مٹا دیوں کے شمس خیالات سے کچھ سروکار میں رکھتا تھا بلکہ وہ اس طرح تقریر کرتا تھا کہ گویا اُس نے انہی اور اہل حقیقتوں کو جہنم خود دیکھنا ہے۔ جو اس بات کا محتاج نہ تھا کہ کوئی اور اُس کو خدا اور انسان کی نسبت سکھائے کیونکہ وہ خود دونوں سے بخوبی واقف تھا۔ وہ جانتا تھا کہ میں ایک خاص کام کے لئے آیا ہوں اور یہ خیال اُس کے کام میں

لگائے اور اُس کے ہر لفظ اور حرکت کو سرگرمی سے محصور رکھتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ مجھے خدا نے بھیجا ہے اور جو باتیں میں بیان کرتا ہوں میری نہیں بلکہ خدا کی ہیں۔ پس وہ اُن کو جو اُس کی بات نہیں سمجھتے تھے بے نائل کہ دیتا تھا کہ قیامت سے وہ تم پر مینوہ کے لوگ فتوے لگائیں گے اور تم کی جگہ تمہیں مجرم ٹھہرائے گی کیونکہ اہل عیسویہ نے یونان کی باتوں پر کال لگایا اور تمہاری ملک کے بلوہ کے حکمت آمیز کلمات کو مٹا کر تم اُس کی جو باتیں سے بڑے اور بڑے بادشاہوں سے بڑے بڑے میں سمجھنے، اُس نے اُن کو جو اب آگاہ کر دیا کہ جو پیغام میں لایا ہوں اُس کے قبول کرنے یا رد کرنے پر تمہاری اُمت پر مینوہ کی یا خرابی منحصر ہے۔ یہی وہ سرگرمی اور شہادت و مدد اور احتیاج تھا جو تیسرے والوں کے دلوں کو ہلکا دیتا تھا۔ ایک اور صفت جو لوگوں نے اُس کی تعلیم بائبل میں پائی دیکھتی تھی۔ چنانچہ وہ کہا کرتے تھے اور دیکھو یہ صاف کتنا ہے اور یہ بات اس میں نہایت عجیب معلوم ہوتی تھی کہ وہ تعلیم یافتہ آدمی نہ تھا بلکہ وہ اُس سے بروہ شمس کے مشہور مداح میں سے کسی تحصیل علم کے لئے قدم رکھتا تھا اور نہ کسی دارالمعلوم سے سند حاصل کی تھی۔ لہذا وہ تعجب کرنے لگتا کہ یہ دیکھتی اُس میں کہاں سے آگئی۔ معلوم ہو کہ یہ صفت اُسی چشمہ سے برآمد ہوئی جس سے اُس کے شاگرد اُختیار کی عجیب صفت پیدا ہوئی تھی۔ ہر دلی عموماً اُس وقت پیدا ہوتی ہے جبکہ متاد اپنے پیغام کی نسبت اپنی طرف زیادہ توجہ دیکھتا ہے۔ جو متاد حاضرین سے ڈرتا اور عالموں اور فاضلوں کو دیکھ کر گھبرا



جیسا کہ وہ شخص جس خیال میں مشغول ہوتا ہے کہ لوگ میری لیاقت اور میرے کام کی نسبت کی نہیں گے۔ لیکن جو شخص یہ محسوس کرتا ہے کہ میں ایک الہی پیغام لے کر آیا ہوں جس کو وہ کرنا میرا مقدمہ ختم ہے وہ صرف اپنے پیغام کی دھن میں لگا رہتا ہے۔ اُس کے نزدیک اُس کے پیغام کے شخصے والے عالم ہوں یا جاہل امیر ہوں یا غریب سب یکساں ہوتے ہیں۔ مسیح کی آنکھیں روحانی اور جہادانی مانتی ہیں۔ اُس کی عظمت اُس کے دل پر نقش تھی لہذا انسانی علم و فہم کا حیلان باتوں کے مدبر بننا چاہیے تھا۔ ہر قوم کا آدمی اُس کے سامنے عام آدمیوں کی طرح تھا۔ اور چونکہ وہ اپنے کام کے خیال میں محو رہتا تھا اس لئے کسی ذاتی یا شخصی خیال سے تیری طرف نہ تھا۔ اگرچہ اُس کی دیر کی دیکھنا چاہیے جو اس کے خیالات کو دیکھیں جو اُس نے ان خیالات پر کئے جنہیں لوگ اُس وقت سمجھتے تھے۔ یہ خیال کرنا کہ اُس میں نرمی اور فروتنی کے سوا اور کچھ نہیں پایا جاتا تھا بڑی غلطی ہے کیونکہ اُس کے الفاظ میں کئی جگہ ایک قسم کی سہری بھی پائی جاتی ہے۔ وہ زمانہ ملتے جلتے سازش کا زمانہ تھا۔ جتنے بڑے بڑے مراتب و درجے صوبہ تھے اُن سب پر مسیح چھرا ہوا تھا۔ سو سب کے اعلیٰ طبقوں میں علم و فضل کے بلند مرتبوں میں اور مذہب کے ہر طبقہ میں گندم سہی اور جو فروشی کام کر رہی تھی۔ عیسائی دنیا کا یہی عالمگیر ہو گئی تھی کہ لوگ دنیا کاری کو دنیا کاری میں سمجھتے تھے اور جن باتوں کی تلقین اور پروپی کی جاتی تھی وہ نہایت ظنی اور ناقص تھیں۔ مسیح کے الفاظ کو پڑھنے والے

بآسانی اس بات کو محسوس کر سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنے آپ کو اُس کے کام میں ان خیالات کے برخلاف ایک قسم کا غلط پایا جاتا ہے جو ان کے حالات کے متناہ ہے سے شروع ہوا اور جو ان کے علم و حالات زمانہ کے بارے میں ترقی کرتا گیا اُسی قدر وہ بھی بڑھتا گیا۔ جن باتوں کو لوگ بہت پسند کرتے تھے وہ اُن کی نسبت کہتا تھا کہ یہ بائبل خدا کی نظر میں نہایت مکروہ ہیں۔ تاہم ان کی زبان میں کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا جس کے کلام میں ایسے سخت حملات پائے جاتے ہوں جیسے مسیح کے کلام میں پائے جاتے ہیں اور یہ حملات اُس نے ان لوگوں پر کئے جن کے سامنے اُس کی تادیبی سے پہلے تسلیم ہم کئے جاتے تھے اور وہ لوگ فقیر اور فقیہ اور کاهن اور لادہ تھے۔

ایک اور دھت اُس کے کلام میں یہ تھا کہ وہ قدرت سے ملے تھے جتنے لوگ حیران ہوتے تھے کہ وہ قدرت سے ملے ہوئے ہیں اور یہ قدرت شروع پاک کے اُس مسیح کا پہل تھی جس کی امداد کے بغیر بڑی بڑی سیما میں دل برکتیہ ختم نہیں کرتی ہیں۔ وہ روح پاک سے معمور تھا۔ لہذا استجائی سے معمور تھا۔ اور اُس تجلی کو جو اُس کے دل میں بخش زن تھی دوسروں کے دلوں تک پہنچا دیتا تھا۔ وہ روح پاک ایسے قبیل یا محدود اندازہ میں نہیں رکھتا تھا کہ مشکل سے اُس کے لئے کافی ہو بلکہ اس کثرت سے رکھتا تھا کہ اوروں کو بھی وقار سے دے سکتا تھا۔ لہذا روح کی تاثیر اُس کے ایک ایک لفظ سے نکلتی تھی اور سننے والوں کے دل اور دماغ کو جوتے سے بھر دیتی تھی۔

پوہنی صفت کو جو اُس کے کلام میں پائی جاتی تھی۔ رحم و فضل  
کنا چاہیے۔ لوگ مومن و فضائل باتوں سے جو اُس کے منہ سے نکلتی  
تھیں تعجب کرتے تھے اور ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود دیہیے اور انہیں  
کے اور باوجود اُن سخت حملوں کے جو اُس نے زہر کی حویلیوں پر  
کئے اُس کا کلام رحم اور محبت سے بڑھتا۔ اُس صفت کے وسیع سے  
اُس کی اصل بہت کا پتہ ملتا ہے۔ وہ جو عیسایہ جیسے تھا کس طرح اُس  
آسمانی آگ کی تیزی اور روشنی کو جو اُس کے دل میں جھلک رہی تھی  
لفظوں میں چھپنے سے روک سکتا تھا؟ فقہ بڑے سخت اور مہرور  
اور مہرور تھے۔ وہ دولت مندوں کی خوشامد اور عالموں کی عزت کیا  
کرنے تھے مگر وہ م کی نسبت کم کرتے تھے یہ عام وہ جو تشریفات سے  
تاریفت میں نصیبی ہیں۔ لیکن یسوع کے نزدیک ہر طرح کی شرفیت  
جتنی کہ کوئی شرفیت کا اندازہ میں نکال سکتا تھا۔ اگر وہ بیکے  
پچھلے لپڑوں میں چھپے ہوئے ہوتی تھی۔ کسی اور نقص کے لئے جتنی ہوئی  
ہوتی تھی تو اُس کی آنکھ وہاں بھی غصے موتی کو دیکھتی تھی۔ اگر اُس  
پر گناہ کی نجاست کا اندازہ لگا ہوا ہوتا تھا تو وہ بھی اُس سے اُس کی  
نظر سے نہیں چھپا سکتا تھا۔ لہذا وہ اپنے سینے و لوں میں سے  
ہر ایک کے ساتھ یکساں سلوک کیا کرتا تھا۔ کیا جب ہم وقتا کے  
باب کی تمثیلوں کو پڑھتے ہیں تو یہ معلوم نہیں ہوا کہ گویا اسی  
محبت خدا کے دل سے نکل کر اُن تمثیلوں کے وسیع سے پنے  
اُس کو ظاہر کر رہی ہے۔

ایک اور صفت بیان کرنے کے لائق ہے جسے مسیحیت

کی جامع اور اُس کی نفسی کی جان سمجھ چاہیے۔ اس صفت کی  
حرف اور کہیں کہیں اشارہ ہو چکا ہے، مگر اس جگہ اس کا پورا مفصل  
ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ مسیح جب لوگوں کی طرف مخاطب ہو  
کر کلام کیا کرتا تھا تو یہ نیاں نہیں کرتا تھا کہ میں کس درجہ اور کس طاقت  
کے لوگوں سے مستطعم ہوں بلکہ سب کو یکساں سمجھ کر اُن سے مخاطب  
ہوا کرتا تھا۔ دولت اور عزت اور عہد جو بنی آدم میں فرق ڈالتے ہیں  
بالائی یا جاہلی اسب ہیں جو ہم کو آسمانی مدد کی سطح پر لٹے ہیں۔  
مگر ذہنی فوائد، دلی جذبات اور ضمیر کی حقیقتیں جو باطنی اور گہری  
خاصیتیں ہیں جو تمام بنی آدم میں مشترک ہیں۔ ہمارا یہ مطلب یہی کہ  
یہ صفیں سب میں یکساں ہوتی ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ کسی میں زیادہ  
اور کسی میں کم ہیں لیکن اس میں شک نہیں کہ اُن باتوں کی نسبت یہی  
سبب ہیں فرادہ پائی جاتی ہیں اور جو شخص ان صفوں کی طرف  
مخاطب ہوتا ہے وہ گویا اپنے سینے و لوں کی زندگی کے سب سے  
اصلی درگزر سے جھٹوں کو متاثر کرتا ہے اور سب اُس کی بات کو  
سمجھتے ہیں۔ ہر ایک شخص ان اپنی جیت پاتا ہے یعنی جس قدر کم آدمی  
کی سمجھ میں سمائی ہوتی ہے وہ اُس سمائی کے مطابق اُس حشر سے لیتا ہے اور  
جس قدر وسیع خیال آدمی کے ذہن میں وسعت ہوتی ہے وہ اُس وسعت کے  
مطابق اُس سے فیض یاب ہوتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ کتب کا کلام کپڑوں  
کی طرح ہر وقت تروتازہ رہتا ہے۔ وہ ہر زمانہ اور ہر قسم کے لوگوں کے  
لئے ہے۔ وہ آج بھی نوح انسان کو انگلستان اور چین اور ہندوستان میں  
اُسی طرح موثر کرتا ہے جس طرح فلسطین میں مسیح کے زمانہ میں کیا

سبب ہم عقول و دیر کے لئے اس کی تعلیم کے نفس معصوم پر غور کریں گے۔ جب ہم اس بات کی طرف رجوع کرتے ہیں تو یہ خیال دلوں میں پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح اس نے اس کے پیچھے اس کی تعلیمات اور مسائل پر درس دیا کرتے ہیں، اسی طرح شاید وہ بھی دیا کرتا تھا لیکن سبب ہم اناجیل کا مطالعہ کرتے ہیں تو بالکل دوسری حالت نظر آتی ہے۔ البتہ وہ سبب ہاتھ جو ہم سوان و جواب کی کتابوں پر عقائد نامہ میں مسیحی مسائل و تعلیمات کے متعلق پاتے ہیں وہ اس کے ذہن میں جو چاہے تھے مگر وہ ہمیں اپنی مٹا دی گئے وسیلے سے بہت دور نہیں کیا کرتا تھا۔ وہ علم الہی کی اصطلاحات کو استعمال میں لایا کرتا تھا مثلاً الفاظ تثلیث، لفظ رب، برگہ کی اور مؤثر بیلائیٹ جو مسیحی علوم انبیہ کی اصطلاحات میں داخل ہیں اس کی مٹا دی میں نظر میں آتے ہیں گو وہ صدائیں جو ان اصطلاحی لفظ سے معصوم ہوتی ہیں اس کے کلام کی تہ میں پائی جاتی ہیں مگر انہیں ظاہر کرتا یا اصطلاحی طور پر پیش کرنا سائنس کا کام تھا وہ فقط زندگی کے معمولی تعلقات پر بولا کرتا تھا اور چند دن گذرنا تو ان کو اپنی تقریر کا مرکز بنا کر دل اور ضمیر کو چھین ڈالتا تھا۔

اس کی مٹا دی کا عظیم لفظ تھے خدا کی بادشاہی۔ آپ کو یاد ہوگا کہ اس کی کئی تشکیلیں انہیں لفظوں سے شروع ہوتی ہیں۔ مثلاً بار بار اناجیل میں آیا ہے کہ خدا کی بادشاہی اس چیز یا اس چیز کی چیر کی مانند ہے۔ ایک مرتبہ اس نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے اور تمہیں

میں بھی خدا کی بادشاہی کی مٹا دی کرتا ضرور ہے۔ اس سے اس نے یہ خط ہر کیا کہ میری مٹا دی کا معصوم خدا کی بادشاہی ہے اور یہی بات اس کے رسولوں کے حق میں لکھی ہے کہ اس نے انہیں بھی اسی لئے بھیجا کہ خدا کی بادشاہی کی مٹا دی کریں۔ مگر یہ لفظ اس کے ایجاد کردہ نہ تھے۔ یہ خیال چراتے زمانوں سے چلا آتا تھا اور اس کے زمانے کے لوگ اس دینی محاورے سے بخوبی واقف تھے چنانچہ گوتہ پتھر دینے والے سے ان الفاظ کو کثرت سے اپنی مٹا دی میں استعمال کیا۔ چنانچہ خدا کی بادشاہی نزدیک ہے ہم بار بار اس کے منہ سے

نکلتے ہیں۔ لیکن سوال یہ اچوتا ہے کہ ان الفاظ کا کیا مطلب ہے؟ یہ الفاظ اس کے زمانے کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس کی خبر نبوت کی کن دہ میں پائی جاتی تھی اور جس کی راہ خدا کے مقدس بندے موت سے دیکھ رہے تھے۔ خداوند مسیح نے اپنی مٹا دی کے وسیلے سے لوگوں کو آگاہ کیا کہ وہ زمانہ اب گیا ہے اور میں اسے اپنے ساتھ لایا ہوں۔ انتظار کی کا وقت تمام ہو چکا۔ ایک دفعہ اس نے اپنے معصوموں سے مخاطب ہو کر کہا کہ کوئی بھی اور کوئی مگر یہ شخص اس نے آندہ رشتہ تھے کہ جو کچھ تم دیکھ رہے ہو دیکھیں مگر انہیں دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ پھر ایک مرتبہ اس نے یہ بھی کہا کہ اس نے زمانے کا جلال اور رونق اور جھوٹ ایسے بے ہوا ہیں کہ جو ان سے بہرہ ور ہیں، اس میں سے وہ جو صوب سے چھوٹا ہے جو خدا بپتہ دینے والے سے افضل ہے حالانکہ وہ پیرائے عہد کے برتر لوگوں میں صوب سے بڑا ہے۔

اں باتوں کا مانتا جس کے معاصرین کے لئے کچھ مشکل نہ ہوتا اگر وہ اس بات کو بھی مان لیتے کہ خدا کی بادشاہی فی الحقیقت اگلی ہے کیونکہ وہ ان سب باتوں کے قائل تھے۔ ابتداء میں نے مسیح کے ان دعوؤں کو جس کو دوسری دیر کے لئے کوڑھ بدلی اور انکھڑا تھا کہ ادھر ادھر تک شریعہ کیا لیکن جب اس کا کوئی ہی ہری نشان نہ پایا تو یہ کتہ شروع کر دیا کہ وہ نیا زمانہ کہاں ہے جس کی آمد کا ذکر مسیح نے کیا ہے اور اسی بات کے سمجھے ہیں وہ مسیح سے اختلاف رکھتے تھے۔ وہ خود کی بادشاہی کے آخری لفظ "بادشاہی" پر زور دیتے تھے مگر مسیح نے یہ لفظ "خدا" پر زور دینا تھا۔ انہیں یہ اُمید تھی کہ نیا زمانہ خدا کا نہ کوئی فرد و نبی شان و شوکت کے ساتھ نمودار ہوگا۔ بے شک وہ یہ مانے تھے کہ اس بادشاہی میں خدا ہی کے نام کا سکہ جاری ہوگا مگر اس کے ساتھ وہ یہ بھی اُمید رکھتے تھے کہ اس کا ظہور بے نیاس دولت و ثروت جنگی افواج کی شہت و قدرت اور ایک عالم گیر حکومت و سلطنت سے ہوگا۔ لیکن برعکس اس کے خداوند مسیح نے زمانے کا آغاز اس بات میں دیکھا ہے کہ خدا محبت کرنے والے اور اظہار کرنے والی مرضی پر محکم ہوگا۔ وہ اس نئے زمانے کو خدا مسیح میں لائے کرتے تھے۔ مگر مسیح اُسے باطن میں بتاتا تھا۔ وہ اُسے دنیوی شان و شوکت میں ڈھونڈتے تھے مگر مسیح اُس کی رونق اور خوبی کی جگہ سیرت کو سمجھاتا تھا۔ جتنا بچہ اس نے اپنے پیارا ہی وعظ میں اس نئے زمانے کو طرح طرح کی ٹنگ باتوں سے ظاہر فرمایا اور ہم دیکھتے ہیں کہ وہ مبارک حلقوں سے مترشح ہے سر میر سیرت یا خلعت کی مبارکائی

ہے مگر جس سیرت کا فلسفہ دن مبارک یادیں میں پایا جاتا ہے وہ اس سیرت سے جس کی قدر ان دنوں کی جاتی تھی اور جو اس زمانے میں جلیلی عیال اور خوشی کا باعث تھی جاتی تھی بالکل مختلف تھی ان دونوں معذور ذہنی یا دہمزد صدوقی یا علم فلسفہ کی سیرت مونس کے لائق سمجھی جاتی تھی مگر مسیح نے برعکس اس کے یہ سکھایا کہ جو ولی کے عریب ہیں جو عنکبوت ہیں جو صہیم ہیں جو راست بازی کے بھوکے اور پاس سے میں جو زہری ہیں جو پاک دل ہیں جو طمع کرانے والے ہیں اور جو راست بازی کے سبب سائے جاتے ہیں وہ مبارک ہیں۔ یہ مسیح کی ممدی کا اصل مدد ہے۔ تھا تو نگ چوں چاہیں کہ خدا کی بادشاہی کا لقب مطلب ہے اور کہ جو لوگ اس بادشاہی میں داخل پاتے ہیں ان کی سیرت کسی ہولی سے اور اُن کو اپنے آسمانی باپ کی محبت اور قربت سے کسی برکت ملتی ہے اور انے والی دنیا میں ان کے لئے کیسی خوشی موجود ہیں اور اس لئے یہ بھی دکھایا کہ جس مذہب کی میں یقین کرتا ہوں اس میں اور تمہارے موجودہ مذہب میں کیا فرق ہے۔ تمہارے موجودہ مذہب میں روحانیت کا نام و نشان نہیں پایا جاتا اور سیرت کے عوض میں چند خارجی رسوم کی پیروی پر ممانعت کی جاتی ہے۔ مسیح ہر مذہب اور وجہ کے لوگوں کو اس بادشاہی میں شامل ہونے کی دعوت دیتا تھا۔ دولت مندوں کو دعوت دینے دولت نہ نانا تھا (جیسا کہ "دولت مند اور عبادت" کی مقبل سے آشکارا ہے) کہ دولت میں حقیقی آرام و راحت کو تلاش کرنا بطمان کی دین اور خطہ کا موجب ہے اور جب سنگدست غریبوں کو بلاتا تھا تو ان پر ان کے انسانی جوہر کی



عظمت کو ظاہر کیا کرتا تھا اور یہ محبت اور چرنا اثر لفظ سے اُن کو سمجھایا کرتا تھا کہ جو حقیقی دولت ہے وہ مسرت کے خوالوں میں جمع ہے اور اُنہیں یقین دلاتا تھا کہ اگر تم پہلے آسمان کی بادشاہی کو چھوڑ دو تو تمہارا آسمانی باپ جو تمہارے پردوں کو کھینچے اور جنگلی سوسنوں کو پھانتا ہے تمہیں بھی محتاجی کی حالت میں نہ چھوڑے گا۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ اپنی مٹا داری کا مرکز اور بنی حلیم کی جان وہ آپ ہی تھا جس نے نہ لے گا نہ دے گا اور جو پھر پھر وہ خود اُسی میں موجود تھا۔ وہ نہ فقط اُس کی تہذیبی والا تھا بلکہ اُسے وہ جو وہیں لائے والا بھی تھا اور وہ مسرت میں کے سبب سے انسان اُس بادشاہی میں داخل ہو سکتا اور اُس کے حقوق میں شرکت پیدا کر سکتا ہے اُسی سے ملتی ہے لہذا اُس کی ہر نصیحت میں نصیحت کا اصل مقصد یہ تھا کہ لوگ اُس کے پاس آئیں۔ اُس سے سیکھیں اور اُس کی پیروی اختیار کریں اُسے تم لوگوں کو جو تھکے اور بڑے بوجھ سے دبے ہوئے پاس آؤ گے اُس کی نصیحتوں کا ٹپ لہا پ اور اُس کی تقریروں کا خلاصہ مطلب اُنہیں الفاظ میں جمع ہے۔

مسیح کی تقریروں کے حافظ سے ایک بڑی غور طلب بات نظر آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جن خاص مسیحی مسائل کا ذکر لوگوں کے خطوط میں پایا جاتا ہے اور جن کو آج خدا پرست اور روحانی تعمیر سچی مان رہے ہیں وہ مسیح کی تقریروں میں صاف صاف دکھائی نہیں دیتے ہیں۔ یہ کمی خصوصاً دو مشلوں کے متعلق دیکھنے میں آتی ہے۔ اول اُس تعلیم کے متعلق جن کی ترویج سے گنگار خدا سے میں پیدا کرتا ہے دوم۔ اُس طریق کے بارے میں جس کے وسیع سے معافی یافتہ انسان کے اندر وہ

سیرت پیدا ہوتی ہے جو مسیح کی سیرت کی مانند ہوتی اور باپ کو پسند آتی ہے۔ ہر اس معاملے میں بڑی خبرداری سے کام لینا چاہیے کیونکہ ممکن ہے کہ اس کی نسبت ایسا سبب لایا جائے کہ ہم کو مجبوراً یہ ماننا پڑے کہ ان تعلیمات کا تادہ وراثت بھی مسیح کی تقریروں میں نہیں ملتا یہ حقیقت یہ ہے کہ ہر اُس شخص کی تعلیم یا تعلیم کو پیش نہیں کرتا جس کا تخم مسیح کے کلام میں نہیں پایا جاتا پھر بھی یہ ماننا پڑتا ہے کہ دونوں کے باہمی تعلق میں ایک فرق پایا جاتا ہے کہ مسیح کے بیان کے اختصار اور دُرُوں کے بیان کی تفصیل کا مقابلہ کر کے بعض لوگ یہ گمراہی پکڑتے ہیں کہ جو تعلیمات تمہارے سامنے ہیں وہ وہ پورے کی ساحت میں مسیح کے کلام میں نہیں پائی جاتی ہیں۔ لیکن اصل شرح اس سے ہے کہ مسیح کی تقریریں مسیح کے کلام میں نہیں ملتی تھیں۔ اُس کی سیرت اُس کی تعلیم پر فوجیت رکھتی تھی اور اسی طرح اُس کا کام بھی اُس کی تعلیم پر مبنی تھا اور اُس کے کام کا سب سے بڑا حصہ یہ تھا کہ وہ صلیب پر چڑھ کر دُعا کے گاہیوں کا کفارہ دے بلکہ اُس کے پیرو جو ہر دم اُس کے ساتھ رہتے تھے یہی ماننا چاہئے تھے کہ اُس کو مرنا پڑے گا میں اُس کے مرنے سے پہلے اُس کی موت کا گواہ اور عمیق مطلب سمجھنا مشکل تھا۔ اب جن مشلوں کا ذکر لوگوں کے خطوط میں پایا جاتا ہے، وہ صحت اور دُرُوں بڑے واقعات کی شرح میں ہیں میں سے ایک مسیح کی موت اور دُرُوں سرخاؤ نجات دہندہ کی طرف سے ترویج اللہ میں کا کھینچا جاتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ یہ باتیں مسیح کے کلام میں نہ ملتی تھیں بلکہ وہ ایسی واقعہ نہ چوٹی تھیں مگر اُن کے الہامی مطالب کے ذریعہ کو دبا نا گویا

انجیل کے چاروں گوشوں کو سمجھنا اور مسیح کو اس کے غنی احوال سے محروم رکھنا ہے۔  
جو لوگ مسیح کی باتیں سننے آئے تھے وہ مختلف طبقہ تھے اور مزاج  
کے لوگ تھے اور ان کا شمار بھی زیادہ اور بھی کم ہوتا تھا اور جس جگہ  
اس کو موقع ملتا تھا وہ ان کی طرف متغایب ہو کر ان کو سکھانے لگ  
جاتا تھا۔ کبھی پہلے پرچہ لکھ کر کبھی سمندر کے ساحل پر کھڑا ہو کر کبھی  
رہائے میں انھیں عبادت خانہ میں اور کبھی چرچ کے صحن میں جا کر لوگوں کو  
تعلیم دیا کرتا تھا۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ وہ نہ صرف بڑی بڑی جماعتوں  
کے سامنے بولا کرتا تھا بلکہ اگر اس کو کسی جگہ ایک یا دو شخص مل جاتے تھے  
تو ان کے ساتھ بھی، کسی سرگرمی سے کل م کی کرتا تھا۔ غرض کہ کوئی موقع  
ان سے جانے نہیں رہتا تھا۔ آپ کو یاد ہو گا کہ ایک روز یروشلم کا گوا  
خاگر بھی مسافر تھے کہ کوئی پر ایک عورت کو روحانی تعلیم دینا۔  
اسی طرح یروشلم کو بھی جو آئندہ اس کے پاس آیا تھا۔ یہی زبان سمجھنا  
سے روحانی اسرار کی باتیں سننا نہایت مہم بھی تھی۔ لیکن اس کے پاؤں  
کے پاس بیٹھ کر اس کی زندگی میں باتیں نہ تھیں تھیں۔ انجیل میں اس قسم کی  
تشریحات کی مثالوں کا انیس مرتبہ ذکر آیا ہے اور وہ اس کے شاگردوں کے  
لئے ایک نمونہ بنے ہیں کیونکہ یہ طریقہ ان تمام طریقوں سے جو تعلیم دینے میں  
کام آتے ہیں شاید سب سے زیادہ موثر اور کارآمد ہوتا ہے اور نیز اس سے  
واعظ کی سرگرمی کا پتہ ملتا ہے کیونکہ جو شخص ہزاروں کے مجمع کے سامنے  
جوش اور سرگرمی سے کلام کرتا ہے اور جب سامعین کا شمار ہو جاتا ہے  
تو اس کے جوش کی آگ بھی بھڑک جاتی ہے وہ بعض اپنی فصاحت دکھانے کا  
شائق ہے لیکن جو شخص موقع دیکھتا ہے پھر جانتا ہے کہ جو کوئی اس سے ملے اس کو

اس کی روح کی نجات کا خزانہ دے وہ درحقیقت زمین کی بھلائی چاہتا  
ہے اور اس کے دل میں فی الحقیقت سماوی جوش کی آگ جل رہی ہے۔  
اکثر اوقات اس کے کلام کو سننے کے لئے صرف اس کے شاگرد ہی  
جمع ہوتے تھے۔ لیکن اس کی منادی کا اثر سننے والوں پر یکساں نہیں ہوتا  
تھا۔ اس نے خود بھی سونے والے اور گیسوں اور کڑوے رائے  
اور شہادت دہن کی دنیا فتنہ کی تیشیوں کے وسیلے سے بڑی صفائی  
سے ظاہر کر دیا کہ سننے والوں پر میرے کلام کا اثر مختلف شکلوں میں  
ہوتا ہے۔ چنانچہ بعض لوگ اس کی تقریریں کس طرح پر وائیں کرتے تھے  
اور بعض بہت سے شتے تھے مگر ان کے ہوں پر کچھ اثر نہیں ہوتا تھا اور  
بعض پچھلے عرصہ کے لئے متاثر ہوتے تھے مگر ضروری دیر کے بعد پھر پرانی  
عادوں میں گرفتار ہو جاتے تھے اور جب ہم اس بات پر غور کرتے  
ہیں کہ خدا کے بیٹے کے کلام کو اس کر بھی مستند تصور کرے لوگ ایمان لاتے  
تھے تو ایک ہیمنہ سی سمجھا جاتی ہے جو لوگ اس کی منادی سن کر اس  
پر ایمان لاتے تھے وہ اس کے شاگرد کہلاتے تھے۔ وہ اکثر اس کا کلام  
سننے کو اس کے پاس جمع ہو جاتے تھے اور وہ بار بار ان کے ساتھ  
حلولت و جلوت میں ہم کلام ہوا کرتا تھا۔ وہ پچھلے سو سال کے مسلمانوں نے اس  
کو مردوں میں سے جی اٹھنے کے بعد دیکھا تھا۔ اس قسم کے لوگوں میں سے  
تھے۔ ان میں کئی عورتیں بھی شامل تھیں مثلاً مریم مگدالینی اور دوسرے اور عورت  
جو اپنے مال سے اس کی خدمت کیا کرتی تھیں۔ وہ عوام کی نسبت پران  
شاگردوں کو خاص طور پر اپنی تعلیمات سے آگاہ کیا کرتا تھا مثلاً جو کچھ  
اس کی پہلی تقریروں میں فیہ الفہم معلوم ہوتا تھا وہ اسے غور سے سن لیا

سب کے سامنے اٹھ کر دیا کرتا تھا۔ کئی دفعہ اس نے یہ کہہ کر میں مسلوں میں اس سے بولنا شروع کیا کہ لوگ نہیں پرہیزگاری میں۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ جو لوگ اس سے ملنے سے جو وہ بات کہتے تھا کچھ نہیں فرماتے تھے وہ اس کی بات کو تو نہیں سمجھتے تھے مگر صورت بکب کو بصورت چھسکاں کے اٹھ آئے تھے مگر میرے مہم رہنے تھے۔ جیسا کہ وہ دیکھ رہی تھی جو بے پناہی کو خدائی اٹھاتا تھا وہی تھی ایسا ہماروں کے لئے عزت و تعلق کا یہ مسئلہ ٹھہری تھی کہ جس طرح کسی کو بصورت چھسکاں کو جس کا نصف حصہ نقاب کے نیچے چھپا ہوا ہوتا ہے دیکھنے کی طرف رجحان دلاں گئے ہوتی ہے اسی طرح ان کے دل میں یہ سوچ پیدا ہوتا تھا کہ جس بات کو یہ بھید کا نقاب چھڑا ہوا ہے وہ ان کا مطلب ان پر صاف صاف کھل جائے اور وہ ان لوگوں کو جو معرفت کا یہ سنیاق رکھتے تھے ان کے پوشیدہ معنی سے واقف کر دیتا تھا۔ جب قوم اس کو گورنر مقرر کی اور اس بات میں قانع نہ ہو کر مسیح کے کام اور تعلیم کی تابعدار ہو گئے کہ انہوں نے ایک پیچھے لے تو یہی ہوگا اس رسدانی سوسائٹی کی بنیاد بنے جو ملکی تہذیب اور خانہ انی اور قومی امتیازات کے بندھنوں سے آزاد تھی اور جس کے وسیلے سے مسیح کی روح اور تعلیم کو دنیا میں پھیلانا اور قائم رہنا تھا۔

شاہد بہمنز ہوگا کہ ہم رسولوں کے چھٹے رسولوں کا جماعت کا ذکر مسیح کے معجزات اور تعلیم کے ساتھ ساتھ ہیں کہ وہی ہو کہ ہم رسولی عہد سے کے تقرر کو وہ تیسرا طریقہ قرار دے سکتے ہیں جس کے وسیلے سے اس نے اپنے کام کو انجام دیا۔

وہ بارہ اشخاص جو اس عہد کے سرسرفراز ہوئے شروع میں عام تہذیب کے دھرم میں شامل تھے اور جن لوگوں نے اس کے کام کے پہلے سال میں اس کی پیروی اختیار کی وہ بھی شاگرد کہلاتے تھے۔ لیکن جب اس نے اپنا کام نکالیں میں شروع کیا تو ان بارہ آدمیوں کو ایک خاص قسم کی تربیت سے سرفراز فرمایا یعنی انہوں نے اپنے معمولی کاروبار کو چھوڑ کر ہر دم اس کی صحبت میں رہن خطاب کیا اور پھر کچھ عرصہ کے بعد رسمی تربیت اپنی پیروی اور آخری منزل پر جانا یعنی وہ لوگ رسولی عہد سے متنازعہ نہ تھے۔

جب اس نے دیکھا کہ میرا کام بڑھتا جا رہا ہے اور اسے پورا کرنا لازمی رہ رہا ہے لیکن میں اکیلے اسے کر نہیں سکتا تو اس نے جن لوگوں کو رسالت کے عہد سے پر سرفراز قرار کیا اپنا مددگار بنایا اور انہیں بھی کہہ کر اس کی تعلیم کی سادہ باتیں بولنے کو سکھائیں اور اس کام کی انجام دہی کے لئے ان کو قومی معجزہ اور طاقت مرحمت فرمائی جس سے جو عام مال تھا اس طرح کئی جگہ جہاں وہ عدم فرضی کے سبب خود پس حیا ملتا تھا۔ جبل کی منادی کی گئی اور کئی پورا چو اس کے پاس میں آسکے تھے شفا یاب ہوئے۔ لیکن ان لوگوں کے چھپنے میں اس سے بھی گہرے مقاصد اور وسیع نتائج نظر آتے تھے اس کا کام سب دہانوں اور تمام دنیا کے لئے تھا لہذا وہ ایک شخص کی ذات محرم ہیں پورا نہیں ہو سکتا تھا اور اس نے اس بات کو پہنچا ہی سے دیکھ لیا، لہذا ان لوگوں کو چون کہ اس ذات کا انتظام کیا کہ اس کے بعد اس کی پیروی کی پیروی کریں اور اس کے کام اور عہد کی تابعدار ہو گئے اور

ہر گوشے تک پہنچائیں۔ اُس نے اپنے دوست شیارک سے کوئی کتاب نہیں لکھی۔ نہ فنکے نہیں کہ ہمارے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ اگر وہ اپنے خیالات کو خود رقم کرتا تو اُس کے نام اور کام کو بھلائے دوام حاصل ہوتی اور دنیا کے ہاتھ میں اُس کی ایک کامل تصویر آجاتی اور شاید ہم اس بات کو سوچ کر شوق سے بھر جاتے اور یہ ساختہ ہوا اُٹھتے کہ اُس کے ہاتھ کا لکھا ہوا رسالہ ہمارے لئے بے قیاس دولت کا خزانہ ہوتا۔ لیکن اُس نے فقیر حکیم نے اُس قسم کے کام میں ہاتھ لگانا مناسب نہ جانتا بلکہ یہ بہتر سمجھا کہ اپنے مرنے کے بعد اپنی تصنیف کردہ کتابوں کے حقوق میں جو کچھ وہ اشخاص کی زندگیوں میں جینا رہے لیکن جب ہم اُن لوگوں کی طرف دیکھتے ہیں جنہیں اُس نے ایسے بڑے کام کے لئے چنا تو ہم کو حیرت ہوتی ہے، کیونکہ وہ غالی خاندان ہونے کا غرور رکھتے تھے اور سرمایہ علم سے بہرہ ور تھے لازم تھا کہ قوم کے رہبر اور پیشوا اپنے مسیح کی خدمت میں کام آتے پڑھتے اپنی سخت دلی کے وسیع سے ظاہر کر دیا کہ ہم اس خدمت کے لائق نہیں۔ لیکن وہ اُن کی مدد کا طالب نہ تھا اور چونکہ وہ ہمیشہ سیرت کی خوبیوں سے کام لیا کرتا تھا اور سیرت دنیوی تہ ورجل اور علمی لیاقت اور کمال کی تقلید نہیں ہوتی لہذا اُس نے بے چلچلی ہٹ پٹا سارا کام بارہ سیدھے سادے اشخاص کے ہاتھ میں سونپ دیا جنہیں نہ خاندانی غرور نہ علمی لیاقت کا ناز تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے یہ انتخاب کئی دنوں کی سوچ اور فکر اور رات بھر کی دعا و مناجات کے بعد کیا تھا اور اس انتخاب نے بعد میں ثابت کر دیا کہ اُس نے اس امر میں ایسی ہار لیکھ بینی سے کام لیا جو سیرت انسانی کی تہ کو پہنچ جاتی ہے۔

چنانچہ جس مقصد کے پورا کرنے کے واسطے یہ لوگ چنے گئے تھے اُس کے لئے نہایت موزوں نکلے اور ہم جانتے ہیں کہ اُن میں سے کم از کم ایسی کوشش اور بقیہ دیکھ کر اُن کا کسی قدر مفصل حال ہمارے پاس موجود ہے، اعلیٰ قسم کی لیاقتوں کے آدمی ثابت ہوئے۔ ان بارہ میں سے ایک نے دن لکھا۔ اُس کے انتخاب کے بارے میں طرح طرح کی نشر بھی پیش کی گئی ہے۔ یہ کہ ایک ایسا عقیدہ ہے جو پورے طور پر حل نہیں ہوا اور نہ ہو سکے گا۔ لیکن یہ کہنا عین انصاف ہے کہ ایسے اشخاص کو جو شروع میں بالکل نادان معلوم ہوتے تھے بعد میں کامیابی کے تابع سے ناچار ہوئے چمن دین ایک ایسا واقعہ ہے جو ہمیشہ بادشاہی ستونوں کی طرح اس بات پر شہادت دیتا رہے گا کہ مسیح نیک کا فقیر نہ تھا بلکہ ساری باتیں ایسی تازگی اور نئے پن سے کرتا تھا کہ اُن میں ذرا بوسیدگی کی بو نہیں آتی۔ اب اگر ہم صرف یہی تاکر خاموش ہو جائیں کہ مسیح نے اپنی ہار لیکھ بینی سے جان لیا کہ یہ لوگ کچھ عرصہ کے بعد میرے کام کو بخوبی انجام دیں گے تو اُس رستہ کا جو وہ اپنے شاگردوں کے ساتھ رکھتا تھا اور پورا حال نہ کھلے گا بس چند آدمی باتوں کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ان لوگوں نے مسیحی کلیساؤں کے قائم کرنے میں گویا ایک ایسے کام کو پورا کیا جس کی عظمت کا اندازہ لگانا انسان کے وہم سے بعید ہے اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ خیال اُن کے دل میں کبھی نہ آیا ہو، کہ وہ کھنڈ پر بیٹھے موجودہ دنیا پر حکمرانی کر رہے ہیں یا یوں کہیں کہ جب ہم لوٹ کر دیکھتے ہیں تو وہ ہمیں ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا غالی خاندان ستونوں کی قطار کی طرح آسمان سے بائیں کر رہے ہیں ہر وقت



فوج سے غصہ ہو کر عظیم لشکر چمک رہے ہیں، مسیح جیستہ  
 نور سے نکلتا ہے جس سے انہیں چمک تھا، اُس نے ان کو وہ عظمت  
 بخشی جو دنیا کے واناؤں کو حیران کرتی ہے اور ان کی عظمت اُسی  
 کی عظمت کو ثابت کرتی ہے۔ کیا ان کو دیکھ کر یہ خیال نہیں آتا کہ وہ  
 جس نے ان لوگوں کو ایسی خوبصورت اور مضبوط مسرت عطا فرمائی تھی  
 جسے جیل انفسر ہم کے لائن بندیا، خود کی ہوگا، شروع میں وہ  
 حد درجہ کے گمراہ اور جہلانی مزاج کے آدمی تھے۔ کیا ان سے اس بات  
 کی کوئی امید کی جا سکتی تھی کہ وہ کبھی اُس کی نئی خوبصورتی کی جوتی کو  
 پہچان سکیں گے یا اُس سے کام لیں گے بعد ختم ہو گئے اور اُس کی  
 مسرت کا ایک سچا فوٹو اسے وہاں پستوں کے حوالے کریں گے لیکن اُس  
 نے محنت بھری برداشت کے ساتھ ان کی تربیت کی۔ بڑی مہربانی  
 سے ان کی ذہنی تبدیلی کی صلاح اور ان کے غلط فہمیوں کی جو اُس کے  
 کام کے نہ سمجھنے سے پیدا ہوتی تھی صحیح کی اور چونکہ وہ چنانچہ ان لوگوں  
 کو کئی بڑی بڑی شہادت کو ملے کرتا اور اہم خدمات کو انجام دینا  
 ہے اس لئے وہ انہیں دم بھر ہی اپنے سے جبراً ذکر کرتا تھا بلکہ وقت  
 ان کی تربیت میں لگا رہتا تھا۔ چنانچہ ان کی شاگردوں کی نسبت ہوگ  
 زیادہ اُس کی صحبت میں رہتے تھے اور جو کچھ وہ کرنا تھا اسے دیکھتے  
 تھے اور جو کچھ وہ کرتا تھا اسے سنتے تھے۔ بعض اوقات وہ صرف  
 انہیں سے ہم کلام ہو کر رہتا تھا اور سماجی حد افراط کے بھید اور جلال  
 کو ان پر طرہ و درہم مچانی کا غم ان کے دلوں میں بویا کرتا تھا جو وقت اور  
 تجربہ کی مدد سے اپنے وقت پر بہت سا پھل لیا۔ لیکن جو بات اُس کی

تربیت میں بہت کام آیا وہ یہ تھی کہ اُس کی مسرت کا اثر ان پر نہ رہتی  
 اور خاموش طور پر پڑتا رہا۔ گو اُس وقت کسی سے اس بات کو محسوس نہ کیا  
 ہوا اس میں شک نہیں کہ اس سے بڑے بڑے نتیجے پیدا ہوئے۔ اس  
 اثر نے ان کو مدد ملتے اُس کی صورت میں تبدیل کر دیا۔ یہی وہ بات  
 تھی جس نے اُس کو ایسا مقدس بنایا جیسے وہ اب نظر آتے ہیں اور  
 اگر اُس کو پکارنے والے ان بزرگ دشمنوں کو کسی بات کے سبب  
 شک کی نظر سے دیکھتے ہیں تو وہ یہی ہے کہ ان کو اُس کی مسرت  
 کا جمال دیکھنے کا موقع نہیں ملے۔ ہم اُس کی بے نظیر مسرت کی خوبیوں  
 کو دیکھ رہے ہیں دیکھ کر ان پر قربان ہوتے اور بزرگ سجدہ کرتے ہیں  
 مگر وہ لوگ نزدیک سے دیکھتے ہیں اور انہیں اُس کی زندگی میں  
 گہری ہوتی دیکھنا اور کئی سال تک ان کے زور اور اثر کو محسوس  
 کرنا واقعی عجیب و غریب دکھنا ہوگا کہ ہمیں اُس کی مسرت کے  
 شد و خال یاد ہیں جس کے جلال کو ان دشمنوں نے دیکھا اور جس کی  
 قدرت نے ان کی مسرت کو عجیب سا نچے میں ڈھالا۔  
 مسیح کی مسرت :- ہم سے گویا دیکھا دیا کہ مسیح میں چشمتیں معلوم  
 ہونے کے کون کون سی صفتیں پائی جاتی تھیں۔ اب ہم اُس کی انسانی  
 مسرت پر چند ملاحظہ کرنا چاہیں گے اور پہلی بات جو اس  
 کے متعلق بہت عیاں دکھائی دیتی ہے یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی  
 کے مقصد کو خوب سمجھتا تھا۔ یہ شناخت احساسِ جا بجا اُس کے  
 کل عام سے ٹکلت ہے۔ البتہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا اُس کی زندگی  
 کا مقصد جو ہمیشہ اُس کی ہمتوں کے سامنے چمکتا تھا ہر فعل میں

اُس کی رہنمائی کرتا اور ہر ہم کو ہاتھ لگانے میں اُسے عجیب قدرت اور طاقت بخشا تھا۔ دنیا میں بے شمار ذہن گیاں بے مقصد اور بے مصروف نظر آتی ہیں۔ وہ مختلف کیفیتوں سے پُر ہوتی ہیں اور طبعی خواہشات کے اثر سے متاثر ہو کر حرکت میں آتی ہیں یا سوسائٹی کی چند روزہ مہروں سے ہم کنار ہو کر رہ جاتی ہیں لیکن مسیح ایک خاص غرض اور خاص مقصد کے لئے آیا تھا اور مقصد رنج و راحت میں برابر اُس کی آنکھوں کے سامنے چمکتا رہتا تھا مثلاً وہ اکثر گنا گرتا تھا مہینہ وقت ابھی نہیں آیا۔ گویا اس سے یہ پتہ دیتا تھا کہ میری زندگی کے ہر لمحہ اور ہر لمحہ کے ساتھ ایک خاص کام واسطہ رکھتا ہے جو اسی لمحہ میں ہونا چاہیئے۔ اس وقت کی پابندی سے وہ باتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ ہر کام سرگرمی سے کیا کرتا تھا اور دوسری یہ کہ اُس کی انجام دہی کو کبھی ٹال مٹول میں نہیں ڈالا کرتا تھا اور پھر ان عادت سے یہ نتیجہ بھی پیدا ہوا کہ اُس کی قوت کبھی مستحضر نہیں ہونے پاتی تھی اور نہ وہ اُس غفلت میں گرفتار ہوتا تھا جو چھوٹی چھوٹی باتوں کو مغضوب سمجھ کر نظر انداز کر دیتی ہے پس اس مقصد شناسی کی وجہ سے اُس کی زندگی کے مختلف کاموں میں ایک قسم کا اتحاد پایا جاتا تھا۔

ایک اور صفت جو اُس میں کثرت سے پائی جاتی تھی اور صفت مؤثرہ بالاسے ایک گہرا رشتہ رکھتی تھی یہ تھی کہ اُسے اپنی کامیابی کا پورا پورا یقین تھا اس لئے نہ تو وہ وسائل کی چنداں فکر کرتا تھا اور نہ نفلت سے ڈرتا تھا۔ اگر ہم دروغ کر کے دیکھیں کہ اسے ایک

عظیم کام کو انجام دیتا تھا اور اپنی قوم کی اصلاح کرنا اور ایک ایسی مذہبی تحریک کو وجود میں لانا تھا جو گویا ہمیشہ تک قائم رہے اور دنیا کے کناروں تک پہنچنے والی تھی۔ پھر اگر اسی طرح ہم اُس مخالفت پر بھی نظر ڈالیں جو اُس کے مذہب کی ترقی کی ہر منزل پر ہم پہنچنے کو تھی اور اس بات کو بھی یاد رکھیں کہ انسان جو سب کے اعتبار سے وہ کسی طرح کی غیر معمولی قدرت اور طاقت نہیں رکھتا تھا کیونکہ وہ محض ایک ان پڑھ آدمی تھا۔ ہاں اگر ہم ان سب باتوں پر نظر ڈالیں تو اُس کا ہیروسم میں میں بے جینی اور ڈانوا نڈلی کو بالکل جگہ نہ تھی ایک نہایت حیرت خیز بات معلوم ہوگی، اگر اس سے بھی زیادہ حیرت خیز کوئی بات ہے تو اُس کی کامیابی ہے۔ انجیلوں کے پڑھنے کے بعد ہم متعجب ہو کر پوچھتے ہیں کہ اُس میں کیا تھا اور اُس نے کیا کیا جو تمام دنیا اُس سے مغلوب ہو رہی ہے۔ اُس نے اس نتیجہ کو پیدا کرنے کے لئے کوئی بھاری نیازی نہیں کی تھی، ہم جانتے ہیں کہ وہ اپنے کام کی انجام دہی میں اس بات کا محتاج نہ تھا کہ پہلے عزت اور علم اور دولت اور اختیارات کو اپنا معتقد بنائے اور پھر ان کے وسیلے سے دنیا کو فتح کرے۔ یہ صحیح ہے کہ اُس نے اُس کلیسیا کو اپنی حیات میں قائم کر دیا تھا مگر یہ بھی سچ ہے کہ اُس نے اُس کلیسیا کی خدمت اور انتظام کے متعلق بہت کچھ نہیں بتایا تھا۔ ہاں اُس نے کوئی ایسی تیاریاں نہیں کی تھیں جیسے اکثر وہ لوگ کیا کرتے ہیں جو مشکل خدمات اور کام کو ہاتھ لگانا چاہتے ہیں۔ وہ بھرے سے تو خاص ایمان سے کام لیا



ابھی طرح بیان بھی نہیں کر سکتے جس طرح چھوٹا پروا باطل سے باہر ہوتے  
اگنا یا پتھر ٹٹ نکلتا ہے اُسی طرح اُس کی اندرونی طاقتوں نے بیرونی  
ظہاروں میں اپنا جلوہ دکھایا۔ وہ آپ اپنی آنکھ سے حضرت ائمہ زندگی  
کے نظاروں پر غور کیا کرتا تھا اور کبھی اپنی ہانک سے بن لکھ کو دُوروں کی  
اصلاح اور اصلاح پر نہیں چھوڑتا تھا اور جیسی رعایت سچائی کی اپنی  
تحقیقات میں کیا کرتا تھا ویسی ہی اُس کی پاسداری اپنے بیان میں  
بھی کیا کرتا تھا۔

چنانچہ وہ بڑی دلیری اور جرأت سے اُن باتوں کو جنہیں راست  
سمجھنا تھا بیان کر دیا کرتا تھا خواہ اُن کے دہسے سے کو جو وہ دستگردوں  
اور حشیدوں اور رسوں کی میاںوں میں اور وہ خیالات جنہیں میں انہیں  
جو عام لوگوں کے دلوں میں جمع ہوئے ہوتے تھے۔ اُس کی قوم اسی سمجھ  
اور شہر زورہ زمین کی۔ نہ دیکھتی جس سے کسی طرح کے سب سے کی  
امید نہیں ہوتی مگر وہ ٹوٹے اور دیکھوں کے صحائف کی طرف متوجہ  
ہو کر اپنے خیالات کو نہ تازہ کرتا تھا۔ مگر اس میں شک نہیں کہ گو  
وہ دل بردگنوں کی بڑی قدر کرتا اور بڑے ادب اور عزت سے اُن کی  
کتابوں کو پڑھتا تھا تو بھی بڑی اُردی اور دلیری سے اُن کے  
محابب بیان کیا کرتا تھا۔ چنانچہ وہ اُس خیالات کو جو بیچ کی طرح  
اُن کے کلام میں پوشیدہ تھے کھول کر یک نکل صورت میں پیش کر  
دیا کرتا تھا مثلاً دیکھئے کہ کُترائے عہد کے خدا اور اُس آسمانی باپ  
میں جسے اُس نے ظاہر کیا انگلیں دکاشفر کے اعتبار سے کیسا باری  
ہے اور اسی طرح پہلے اور اُس کے کاہنوں اور خون آلودہ قریبوں

میں اور اُس عبادت میں جس کی ہدایت اُس نے اس طرح کی کہ وہ  
مذہب اور راستی سے ہونے چاہیے کیسا عجیب مقابلہ پایا جاتا ہے،  
اور شریعت کی وہ قوی اور رسمی تکی جس پر بیوردی جڑا تھے، اس تکی  
سے جو غیر اور دل سے برآمد ہوتی ہے کیسی دور ہے۔ پس یہ صبح اپنی  
موجناہی کے اعتبار سے جو اُس کو لب اس اور لبہا پر بھی فائز تھا۔  
پھر اُس کی سیرت کی ایک جلالی خاصیت یہ بھی تھی کہ وہ اپنی  
اُدم کو پیار کیا کرتا تھا۔ ہم اُس پر ایک جگہ بتا آئے ہیں کہ ایک طرح مقصد  
اُس کے دل میں تھا، یہ یاد رکھنا چاہیے کہ زندگی کے مقصد کی تہ  
میں ہمیشہ ایک بڑا جذبہ رہتا ہوتا ہے جو اُس کے مقصد کو زندہ  
رکھتا ہے صبح کا وہ جذبہ جو اُس کے مقصد اور غرض کو ہمیشہ  
برقرار رکھتا تھا یہی تھا کہ وہ انسان سے محبت رکھتا تھا۔ اس بات  
کی سبب ہم کو یہیں دی گئی کہ کسی طرح باہر کی تہائی میں محبت  
اُس کے دل میں پیدا ہوئی اور کن چیزوں سے پرورش پاتی رہی لیکن  
ہم یہ جانتے ہیں کہ حب، یہ پیلک کے سامنے آیا تو یہ محبت اُس کے  
دل و ریشہ میں ایسی سمیٹ ہوئی تھی کہ اُسے اپنی بہتری اور بچی و  
کی مطلق فکر نہ تھی بلکہ محبت زدوں سے ہمدردی کرنے کے خیال  
میں سرسبز رہتا تھا۔ یہی سبب تھا کہ اُس نے کبھی ٹوٹ کر نہ  
دیکھا بلکہ جس کام کو نہ لگا یا اُس کے آگے ہی آگے بڑھتا گیا۔ ہم  
عام طور پر یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ انسانی محبت غالباً اُس قصور سے  
تلقین پاتی رہی ہوگی جو وہ انسانی مذہب کی بیش بہا قیمت کے متعلق  
رکھتا تھا اور یہی باعث تھا کہ اُس کی محبت اُن تمام حدود سے تجاوز کر گئی



جو اکثر لوگوں کی ہمدردی اور سخاوت کی راہ میں جانیں ہوتی ہیں۔ یہاں تک  
ذاتِ بات یا قومی امتیاز کے خیالات ہم کو ایک دوسرے سے ہمدردی  
کرنے سے روک دیتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قریباً تمام ممالک میں دشمنوں  
سے نفرت کرنا جائز سمجھا جاتا ہے اور قریباً سب لوگ اس بات  
پر متفق ہیں کہ جو شخص خاص تہذیب کا مستی ناس کرتے ہیں وہ اُن سے  
اجتناب کرنا چاہیے، اور یسوع ان باتوں کی ہمدانیوں کرنا تھا کیونکہ  
اُس کو وہ بیش قیمت شے جو اُس سے دشمن اور اجنبی اور ہمدرد لوگوں  
میں برابر نظر آتی تھی ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ پس یہی محبت  
وہ شے تھی جس سے اُس کی زندگی کا مقصد پیدا ہوا تھا۔ یہی سبب تھا  
کہ وہ ہر طرح کے درد اور دکھ میں مدد دینے کے لیے ہمیشہ تیار تھا۔ یہی  
وہ خاص وجہ تھی جس کے سبب سے اُس نے شفا بخشنے کے کام کو  
اختیار کیا اور ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں کہیں مدد کی ضرورت ہوتی تھی اُس  
کا محبت بھرا دل اُس کو وہاں بھیجے لے جاتا تھا۔ پر اُس کی پُر جوش  
محبت خاص کر اس بات میں نظر آتی کہ وہ دُشمنوں کے بچانے کی جڑی  
کوشش کیا کرتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہی وہ موتی ہے جس کے بچانے  
کے لیے کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اُس کے  
دُشمنوں سے بڑھ کر اور کوئی دُشمن ناقابلِ ہمداشت نہیں۔ لوگ اکثر اُن سے  
بے توقیر محبت نہ رکھتے ہیں۔ پر اُن کی دُشمنوں کی نسبت کبھی خیال نہیں کرتے  
لیکن اُس کی حکمت نے اُس کی محبت پر غور کر دیا کہ جن سے محبت کی حاجت  
ہے اُن کی اصل بہتری اور فلاحی اسی میں ہے کہ اُن کی دُشمن بچائیں جائیں۔  
پس وہ محبت کرنا تھا کہ اگر تین لوگوں کو اُن کے گناہوں سے بچاؤں تو

اُن کی اصل اور حقیقی بہتری وجود میں آئے گی۔  
لیکن اُس کی انسانی سیرت کے متعلق جو صفت سب کی سرتاج  
ہے یہ ہے کہ وہ خدا سے محبت رکھتا تھا۔ خدا کے ساتھ خواہش  
اور خیال اور ارادہ میں موافقت پیدا کرنا سب خوبیوں سے بڑی  
خوبی ہے۔ مسیح میں یہ خوبی کمال اور یہی خوبی تھی۔ یہاں تک کہ  
عجس کرنا ایک بڑا مشکل کام ہے اور عام لوگوں میں تو ہزاروں لوگ ایسے  
ہوتے ہیں جو کبھی اُس کی نسبت سوچنے ہی نہیں بلکہ دیندہ بھی یہ ارادہ  
کرتے ہیں کہ اُس کو ہمیشہ یاد رکھنے کے لیے دل اور دماغ کی سخت تربیت  
کرتی رہتی ہے اور کیا شک نہیں کہ جب کبھی ہم خدا کو یاد کرتے ہیں تو ہمارے  
دل چھو جاتے ہیں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جو کچھ ہم میں ہے وہ اُس سے جو  
خدا میں پایا جاتا ہے بالکل مختلف ہے۔ مسیح کو یہ ہے کہ جب ہم اُس کی  
حضور میں جاتے ہیں تو چند لمحوں کے بعد ہم برعکس ہو جاتا ہے کہ ہمارے  
خیالات اُس کے خیالات نہیں اور ہمارے دماغ اُس کی راہیں نہیں لیکن  
یسوع کا یہ حال نہ تھا۔ اُس کے دل میں خدا کا خیال اور غور ہمیشہ  
موجود رہتا تھا۔ اُس کی زندگی میں نہ کوئی ایسا لمحہ تھا اور نہ کوئی ایسا  
کام جس میں خدا کا خیال نہ ہو جس طرح وہ ہوا جو سانس کے دینے سے  
اندہ آتی جاتی تھی یا جس طرح شہر کی وہ روشنی جو اُس کو سوز کرتی  
اور اُسے چاروں طرف سے گھیرے تھی اُسی طرح خدا بھی اُس کی ہمتی  
کے ہر جانب موجود تھا۔ وہ جانتا تھا کہ میرے خیالات خود اپنے خیالات ہیں  
اور میری خواہش خدا کی خواہش سے متفق ہے اور جو مقصد میرا ہے وہی مقصد  
خدا کا ہے۔ اب سوال پیش آتا ہے کہ یہ اتحاد جو اُس میں اور خدا میں پایا

جہاں تھا کسی طرح یہ ہوا اس کا جو یہ ہے کہ میری کھجور تو بہ اتحاد  
میں کا لی تھا دوسرے پیدا ہوا ہوگا جو اُس کی ذات کی مختلف طاقتوں میں  
پاؤں جاتا تھا اور پھر کسی حد تک میںیں دسائیں کے زریعے سے بھی دیکھا گیا  
ہو گا کہ میں نے کھجور دیکھے سے ہم اُس کی نوازش کی کرتے ہیں یہ وہ ہیں کہ  
وہ کھجور کے حیات سے اور نہ وہ سے کلام اس کے وسیع سے واقف ہوا  
میں کا مطالعہ بھیجیں یہی سے اُس کی خوشی کا باعث تھا اور اسی طرح وہ  
نئے سے اُس کو کھجور کا ہم خیال بنا دیا کہ وہ کھجور کا ایک کھجور تھا کہ اگر کھجور  
کھانے کو وقت نہ ملے تو اس سے پہلے دیکھا کہ اسے ضرور وقت نکال سکتا تھا۔  
اس کے علاوہ ایک اور بات بھی تھی جس نے اُس کے اور خدا کے  
خیالوں میں موافقت پیدا کر دی تھی اور وہ یہ تھی کہ وہ اُن آواز آتشیں  
کا مت بد کیا کرتا تھا جو ایسے خیالات اُس کے دل میں ڈالتے ہیں جتنی  
خدا کے خیالوں کے موافق ہوتے تھے۔

یہی وہ بات تھی جس کے سبب سے وہ اپنے کام کو طے انداز  
اور دلیری سے کرتا رہا۔ وہ جانتا تھا کہ جس کو کام کر رہا ہوں اُس کے لئے  
خدا نے کھجور بلایا ہے اور جب تک اُسے پورا نہ کر لوں تب تک کوئی  
میرزا باقی نہ رہے گا جس کی طرف وہ جھڑکتی ہیں کی وجہ سے  
وہ اپنی قوموں اور لیاقتوں کو جانتا ہوا فردوسی اور فرمانداری کا نمونہ بنا  
رہا کیونکہ وہ ہمیشہ اپنے خیر اور خواہش کو خدا کی مرضی کے تابع رکھتا  
تھا یہی اُس پرورش طلب کار تھا جو سخت سے سخت برکتوں پر بھی  
اُس کی سیرت کو نورانی زمین سے سجائے رکھتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ  
بڑی سے بڑی مشکل جو مجھ پر آسکتی ہے وہی ہے جو میرے اپنے پرے

لئے تجویز کی ہے۔ پس اُس سے بڑھ کر کس اور کون سی تکلیف ملے گی۔  
سرور و معتمد کا دل اور ہم اور خاموشی اور خوشی کا سرچشمہ بنے نزدیک پاتا تھا  
جس میں اُدھر اُدھر کے ستور دلا اور ابتری سے پناہ پاتا تھا یہی وہ منبر تھا  
خزانہ ہے جو اُس نے جانے سے پہلے اپنے شاگردوں کو میراث کے  
طور پر عطا فرمایا جس وقت یہ کہ "میں تمہیں اطمینان دیتے جاتا ہوں  
اور اطمینان میں دیتا ہوں"۔

کمزور مسیح کی بے گناہی بھی اُس کی سیرت کی اعلیٰ خصوصیت تھی  
جانتے ہیں اور واقعی اُس کی بیعت نہایت توجہ طلب ہے۔ اور ہم  
کو دیکھتے ہیں جیسے خدا پرست بزرگوں کے گناہ بڑی سچی اور صفائی  
کے ساتھ نشوونوں میں تھیں لیکن مسیح کی کوئی کمزوری دل میں نہیں  
چراغ زلزلے کے خد ترس بندوں کی دینداری کا سب سے اعلیٰ خاصہ  
یہی تھا کہ وہ بار بار اپنے گناہوں کو یاد کیے کھجور نے اور وہ کہہ کرتے  
تھے بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ جس قدر دینداری کی اعلیٰ منزل تک پہنچے  
ہوئے ہوتے تھے اُس قدر ہی گناہ اور گناہ کو دیکھ کر نہ بد نہ بداتے  
اور خدا کا نام لے کر کیا کرتے تھے لیکن مسیح کے حق میں یہ نہیں کہا جاسکتا  
کہ وہ گناہ سب لوگ سنتے ہیں کہ وہی اکبر دیں کی تاریخ میں ایک لائق آدمی  
ہے تو بھی اُس کی زندگی میں وہ نوبہ جو دینداری کی جس بھی جاتی سے  
دکھائی نہیں دیتی کہ اس کا بھی سبب نہیں کہ اُس سے کبھی کوئی گناہ  
سرزد نہ ہو جس سے نوبہ کرنے کی ضرورت ہوتی۔

اب یہ تو بالکل صحیح ہے کہ وہ اپنے گناہ تھا پر سوال برپا ہوتا ہے کہ  
کیوں اُس سے کوئی گناہ سرزد نہ ہوا۔ اس کا جواب یہی ہے کہ وہ محبت میں

عقادِ حُمد کے برخلاف گناہ کرنا خدا سے محبت نہ رکھنے کی وجہ سے ہے اور اسی طرح انسان کا قصور اور ہونا انسان سے محبت نہ رکھنے پر دلالت کرتا ہے۔ اب وہ شخص جو خدا اور انسان دونوں کی محبت میں بیوقوف تھا نہ خدا کا اور نہ انسان کا گناہ کر سکتا تھا پس اسی محبت میں جو وہ اپنے رب و ربی آدم کے ساتھ پورے طور پر رکھتا تھا، اس کی سیرت کے کتاب کا صلہ ملا تھا۔

خداوند مسیح جسے شکر و دل میں جو خوشیاں اور لطفیں پیدا ہوئیں ان کا اصل منبع وہی اللہ تھا جس کا پند و اس کے وسیلے سے ان پر رحمت ملے۔ یہ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ مسوں سے وہ حدائق کب پہنچائی نہ ہو کی جو سب کی مجال ہے اور جس کی مٹی دی گئی ہے انہوں نے مسیح کے پیرو گئی ہیں جو سب کی اور بتایا کہ اس کی انسانی سیرت کی فہمی اور شخص کے پیچھے ایک اور ذات بھی نہیں تھی جو اس کی سبب عفتوں سے انھیں دور بزرگ نہ تھی یا توں کہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ کس طرح انہوں نے معلوم کیا کہ اس میں کوئی نفسیت کے ساتھ کامل الوہیت بھی ملی ہوئی تھی۔ اس قدر ہم یہ جانتے ہیں کہ جو کچھ اس کے من پر اپنی نسبت سے ہر فرمایا اس کا یہی مطلب تھا کہ وہ اس عجیب و غریب سے واقف رہوں لیکن اس کی صلیب کے وقت ان کے ایمان میں جو ضعف پیدا ہوا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت تک ان کا خیال اس کی شخصیت کی نسبت پورے طور پر قائم نہیں ہوا تھا، گو کہ ان پر پہلے انہوں نے اس کی عجیب شخصیت کے بارے میں بڑے بڑے اقرار بھی کئے تھے۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ یہ عقیدہ ان پر اس وقت

ظاہر ہوا جب وہ شہر وں میں سے جی اٹھا اور آسمان پر چڑھ گیا یا توں کہیں کہ جب یہ واقعات ظہور میں آئے تب وہ استقامت جو اس کی شخصیت کی نسبت ان کے دل میں رفیقِ حیر کی طرح حرکت کر رہے تھے پور کی طرح ایک جانشین ہو گئے اور وہ یہ ماننے لگے کہ اس کے ساتھ ہم کو اتنے دن تک رہے جسے کا سو تو ملا ہو خدا کے عظیم تھانا۔

## ساتواں باب مخالفت کا سال

خداوند مسیح سالِ ہجرت تک بڑی سرگرمی اور جانفشانی سے ملکِ گلیل میں کام کرتا رہا اور جہاں جہاں وہ جاتا تھا وہاں قابلِ رحم یا روں کو اپنی خدمت سے شفا بخشا اور طالبانِ حق کو اپنے فضل اور سخاوت کے کلام سے سرور فرماتا تھا۔ عبادت گاہوں خانہوں جیسے اس کے طبع سے صحت اور خوشی حاصل ہوئی اس کے ہم کو محبت سے یاد کرتے اور ہزاروں اشخاص جن کے دلوں کو اس کی تعلیم اور مسادی نے ہلا دیا تھا اس کی اُلفت کا دم بھرتے تھے اس کی شہرت روز بروز بڑھتی جاتی تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ مقور سے دنوں کے بعد تمام گلیل اس کی سیرت و خیر کردیگا اور آخر کار یہ تحریک تمام مخالفوں پر غالب آ جائے گی اور تمام ملک کو اس طبعِ حاذق کی محبت اور اس ممت و کامل کی اطاعت سے معمور

کر کے جنوب کی طرف بڑھ جائے گی

لیکن ایک سال بھی نہیں ہوئے یا تھا کہ یہ تمہارے موسیٰ کی صورت  
بختیار کر رہے تھے۔ لیکن گیل کے دل پھر کی زمین کی مانند تھے کیونکہ ان میں  
خدا کی ہوت ہی کا ایک جس قدر جلد آگاہی خدا کی جلد کلائے لگا اور یہ  
عجیب تبدیلی ایک ایک اور ایسے متفق طور پر کہ پھر اس میں  
سرمو فرقہ آیا اور اس کا یہ بنو جو کہ ہمارے خداوند کی زندگی تھے  
نک نئی صورت اختیار کی کہ وہ اس کے بعد چھ ماہ تک وہیں رہا کہ یہ  
چھ ماہ کہ قتلہ یا وہ ماہ کی مانند رہے کیونکہ اب ہر صدمہ اس کے بارگاہ  
بندہ حق نہیں ہو سکتا جس حد اس کے شکر گزاری کے بغیر نہیں کہہ سکتے۔  
ان سے عداوت اور دشمنی اور کفر کی کوئی حق نہیں ہے وہ ملک کے وسط  
میں ایک جگہ سے دوسری جگہ تک آزادی سے جا با کرتا تھا اور لوگ ہر  
جگہ اس سے نیک سے بنا کرتے تھے ہر لوگ اس کا کام سننے کا  
استعداد رکھتے تھے وہ اس کے جیسے جیسے چلے تھے لیکن اب وہ لکھن  
سلمان مہرقہ ہو گیا۔ چنانچہ اب وہ چھ رشتوں کو ساتھ لے کر فریاد  
میں جا کر باد گزیر ہوتا تھا۔

پھر اس نے جو جیسے بے بعد کلیں سے روانہ ہو کر سر پہ کا  
رخ کیا۔ ایک وقت تھا جب یہ تہہ جھٹک دکھا رہی تھی کہ جب  
اس کی قوم کے لوگ گھیل میں اس کی سیاحت کے قائل ہو چکے تھے وہ  
جنوں جیسے کے باشندوں کے وں آسانی سفر ہو جائے گے اور یہ  
بھی توہم و افغان کے مقابلہ سے عاجز آکر اس کی پیروی اختیار کر لیا۔ مگر  
یہ امید بالکل کافور ہو گئی۔ یہیں وہ جنوبی اطراف کی جانب روانہ ہوا اور

ہاں چھ ماہ تک یہودیہ اور پھر یہ میں بڑی عرق ریزی سے کام کرتا  
اور اس میں شک نہیں کہ ان جگہوں میں جہاں جہاں اس کے پیرو  
پہلے مرشد و بزرگ تھے وہاں اس کی پیروی ہوئی ہوگی لیکن اس کے  
پیرو تہہ زمانہ میں پیدا ہوا تھا۔ مگر ان گھروں کا شرمندہ و تباہی کہ  
انھوں نے سے جہاں تار شاگرد اور اس کے پیروؤں کے ذمہ سے ہی  
شامل ہو گئے۔ جس دن سے اس نے گیل کو چھوڑا، اسی دن سے  
اس نے یہودیم کا رخ کیا اور جو چھ ماہ ہوئے۔ اور پھر یہ میں صرف  
ہوئے انھیں اس سفر کا غرض یہاں کرنا چاہیے تھا۔ ہر شے ہر شے ہر  
لیکن اس سفر کو اختیار کرنے سے کہیں پتہ نہ سے معلوم تھا کہ اس  
سے جسے نہ گروں کو بھی مطلع کرو تھا کہ یہ وہیم ہے۔ میرے سر پر  
نہج میں رہا، جاسے گا بلکہ وہاں لوگ تھے ہر گز نہ کہ وہیں گئے اور  
ہم اس بات پر غور کریں کہ گیلیلی کی اس تبدیلی کے کیا اسباب تھے،  
اور کس طرح اس تبدیلی نے ترقی کی اور کیونکہ اس کے سبب سے  
صبح کی زندگی اور کام میں ایک انقلابی تبدیلی واقع ہو گئی۔

واضح ہو کہ جو لوگ علم اور سیرت رکھتے تھے وہ سرمدانی سے  
اس کے مخالفت تھے۔ ایسا وہ فرستے ہوئے وقت اور یہودی کلائے  
تھے خیریت کہ بے پروہت کہوں کہ ان کی فوج دولت جمع کرے اور  
حکام کے حضور میں عزت ماننے کی طرف لگی ہوئی تھی۔ لہذا وہ اس  
میں تخریب کی جہاں پیدا نہیں کرتے تھے جو دیکھتے تھے کہ لوگوں  
کے درمیان بیدار ہوئی۔ اگرچہ یہ شہرت جا کا پھیل رہی تھی کہ ایک  
شخص سے ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے لیکن انہیں اس بات سے چنداں



و عجیبی نہ تھی کہ نہ جو، مگر کچھ صبح کے بارے میں مانتے تھے صدیقی اور میر کی  
اُس کے ساتھ اتفاق نہیں رکھتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ یہ بھی اُن قریبیوں  
میں سے ہو گا جو عام لوگوں کے خیالات کے مطابق وقتاً فوقتاً پاپولر رہتے  
ہیں لیکن جب اُنہوں نے دیکھا کہ میں تھرپاک کے باعث لوگوں کے علمی  
ہوجہ سے کاغذ پر ہے اور ڈر ہے کہ نرکار راجی حکام ملک پر ظلم کرتے  
نک جائیں، پروکیورٹر کو روٹ مار کر قتل کا موقع ملے اور ہمارا محلہ  
جہاں خطر ہے میں بڑھ جائے تب اُنہوں نے بھی کروٹ بدلی۔

لیکن جو لوگ زیادہ بڑے مذہب کی طرف مائل تھے اور فریسی اور نظریہ  
کھلاتے تھے اُس کا حال دیکھو تھا۔ وہ گلسائی اور دینی معاملات کو  
دبھپی سے دیکھا کرتے تھے اور جب کبھی عام لوگوں کے درمیان کسی طرح  
کی بددلی تھرپاک پر پڑتی تھی تو وہ چونک اٹھتے تھے کیونکہ وہ خود عام  
سے تنظیم اور عزت کر کے کے خواہاں تھے۔ پس جب کبھی کوئی ایسی بات  
منشور ہوئی کہ فردی شخص بدعت کا دعویٰ کرتا ہے یا کوئی مٹی انجیل یا مذہب  
رواج کرنا چاہتا ہے تو وہ فوراً اُس کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور جھڑپ  
جب وہ یہ سمجھتے تھے کہ کوئی شخص دھوکے سے مسیحی کے ساتھ ہمارے ملک  
میں نمودار ہوئے تو سرسبز خوش سے بھر جاتے تھے کیونکہ وہ بڑے  
اضطراب اور بے ادبی کے ساتھ سچی اچھڑوں کے برائے کی راہ دیکھ رہے  
تھے اور اس کے علاوہ غیروں کی حکومت سے تنگ آئے ہوئے تھے کہیں میں  
کہ اُس وقت وہ غالباً چھ ہزار کے قریب تھے اور اپنے ملک میں بڑے ذی  
عزت اور نادار سمجھے جاتے تھے یا توں کمناچی پیسے کہ اپنے وطن میں حال  
دیں اور بڑوں کے یمن کے محافظ سمجھے جاتے تھے۔ وگ اُنہیں اپنا میر

چاہتے تھے اور خدیں کرتے تھے کہ مذہبی معاملات میں رائے دینا اور  
فیصلہ کرنا، ہمیں کا حق ہے۔ پس اُن لوگوں پر حد و قیوں کی طرح برائے نام  
نہیں لگ سکتا کہ اُنہوں نے مسیح عیسیٰ کی طرف متعلقہ توجہ نہ کی کیونکہ وہ  
ایک ایک قدم پر اُس کا چھپا کرنے اور اُس کی ایک ایک تعبیر اور اُس  
کے ایک ایک دعویٰ پر بحث کیا کرتے تھے۔ مگر اُن کا فیصلہ اُس کے  
برخلاف ہوا تھا اور اُنہوں نے اپنے فیصلے کی ایسی پیروی کی کہ اُن کی  
مخالفت میں کبھی کچھ فرق نہ رہا۔

مسیح کی تمام عنایت زندگی میں متاثر یہ بات سب باتوں سے زیادہ  
عنایت اور ناموافق معلوم ہوتی ہے کہ جن لوگوں نے اُسے رد کیا اور  
جنہوں نے اُسے عیب پر کھینچا وہ وہی وگ تھے جو تمام قوم کا خراج اور  
لوگوں کے پیشوا اور رہنما تھے۔ حالانکہ تھے جو بائبل اور گدشتہ زمانوں  
کی روایتوں کے سرگرم محقق تھے اور جو کہ لاشعور سے مسیح  
کی منتظر دی کر رہے تھے۔ اُنہوں نے مسیح کا فیصلہ پسے و عہد میں تو سنوں  
کے مطابق کیا اور یہ خیال کیا کہ کچھ ہم نے اُس کے ساتھ کیا ہے وہ ایسی  
خیر کے مطابق اور خدا کی خدمت اور عزت کے لئے کیا ہے۔ جو  
لوگ انجیل کا مطالعہ کرتے ہیں، محسوس نہیں کہ اُن کے دل میں کبھی بھی اُن لوگ  
کے لئے ہمدردی کا جیس پیدا نہ ہو کیونکہ اُن کے نزدیک عیسیٰ بائبل اُس  
مسیح کی مانند نہ تھا جس کی انتظاری وہ کر رہے تھے اور جس کی انتظار  
کرنا اُنہوں نے اپنے باپ داؤد سے میکھا تھا۔ وہ اُن کے بدعتات اور  
نہیں تو بدعت کو یا مال اور اُن باتوں کی تحقیر کرتا تھا جنہیں وہ ہمیں سے بدعت  
سمجھتے تھے۔ بے شک ہمیں اُن کے ساتھ ہمدردی کرنا چاہیے کیونکہ کبھی کسی

قوم نے ایسا حرم نہیں کیا جیسا انہوں نے کیا اور نہ کبھی کسی قوم کو ایسی سزا مل چھٹی ان کوئی۔ اسی قسم کا تاسف اور اسی قسم کی عینکوں کی دلوں کے حشرات سے ٹپکتی ہے جو دنیا کی تلوں کے کسی نازک جھٹکے سے دریغ نہ کر کے اور زمانہ کے آثار سے تاوانف رہ کر طرح طرح کی غلطیوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں مثلاً ان لوگوں کا یہی حال تھا جو ربیعہ رضی اللہ عنہا کے رہنے میں یہ سبب اپنی کوتاہ بینی کے انتظام رقی کی رفتار کے ساتھ بیٹھ بیٹھ نہ چل سکے۔

لیکن اب ہم دیکھیں گے کہ ان کی جڑوں کی کھنکھانہ ہو جیسا حضرت حار یہ ہے کہ ان کی آنکھوں پر ایسا لگا ہوا پردہ ہوا تھا کہ وہ نور کی مشاعروں کو محسوس نہیں کر سکتے تھے۔ صبر کی دبا دبی اور روحانی طبیعت کی کمزوری سے سبھی صورت کی ہیئت نگاہ کی بھی نہیں انہوں نے مسیح کا ایک بگڑا ہوا صورت اور ان میں پانچ تھا۔ وہ مشورہ کو ٹھکانہ سمجھتے تھے کہ نہ وہ اس کی من مٹوات سے متفق نہیں کرتا تھا جو انہوں نے وہ اس کے ابو احمد سے حکم لے کر اس پر اصرار کر دی تھیں اور نہ وہ اس انداز کو درست جانتا تھا جس سے وہ لوگوں کی نیکی کو بایا کرتے تھے۔ مسیح سے چنے دلوں کے ثبوت میں مضبوط کوئی شے کے سامنے پیش کی لیکن انہیں اس کے پرکھنے اور دیکھنے کی آنکھیں مسدود تھیں۔ یہ بات بالکل صحیح ہے کہ وہ انداز صبر و دل کی ندرت ایک یہاں صحت میں ہونا چاہیے جو خواہ یہی سخت و صعب ہو گناہ کے پیرہ سے وہ ان کو تو بھی جس وقت وہ شے جو برحق و قابلِ عظیم سے جو پاک اور عظیم ہے اس کے نزدیک کافی ہے تاکہ لوگ اسے قبول کریں اور خوشی اور

خوشی کے جذب سے وہ پوشیدہ وصفت ظاہر ہو جاتا ہے لیکن ان لوگوں میں اس قسم کی کوئی خاصیت نہ تھی بلکہ ان کے دل داغدار اور سخت اور مرنے تھے۔ وہ اپنے قواعد اور اپنے اندازوں سے اس کے دعویٰ کا قصد کرنا چاہتے تھے۔ وہ کبھی اس کی سیرت کی عظمت کو دیکھ کر اپنی نگاہیں نہیں سے باز نہ آئے۔ لیکن حقیقت اور صداقت کو ان کے پاس لایا گیا مگر چونکہ وہ صداقت پسند تھے نہ رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کی شیریں کا حظ نہ اٹھا سکے۔ وہ ایسی بے داغ پاکیزگی ان کے پاس لایا جو صرف سے صبر اور ان سے مصلحتی جس کے دیکھنے کی نہ سہارے نہیں رکھتے تھے۔ اس کے وہ اسے دیکھ کر حاکم نہ ہوئے۔ اس نے اس کے پاس آکر الہی رحمت اور رحمت کے چہرے سے نقاب اٹھا دیا۔ مگر ان کو چہنچوں نے اس کے جس تقدیر کو ذرا محسوس نہیں کیا۔ یہ لوگوں کی روش کو ان کی اصلاح تک یہ فیضی تصور کر سکتے ہیں لیکن یہ وہ پیرہ ہے کہ ہم اسے خطرناک حرم سمجھ کر اس سے ان کی دور پیسہ دہوں میں کامیاب۔ جس قدر لوگ سرور میں چند بار سو جانے ہیں اسی قدر خواہ مخواہ ان سے گناہ سرزد ہوتا ہے جس قدر کسی قوم کے گناہ بڑھتے جاتے ہیں اور حدی بصری صورت کے طور پر آنے والی فضول کے پیرہ بگڑے جاتے ہیں اسی قدر یہ میں بڑھتا جاتا ہے کہ یہ ہونک حالت انجام کار کسی عظیم فوجی حرم نہ مگر یہ فوجی حادثہ پر ختم ہوئی اب جب وہ ناگزیر حادثہ سرزد ہو جائے تب اسے ذ صوف قابلِ رحم سمجھ کر نہ چاہیے بلکہ خدا کے پاک اور عزیز مند غضب کا موجب بھی سمجھنا چاہیے۔

جن باتوں کے سبب سے ان کی مخالفت شروع ہوئی ہے اپنا  
 جوہر دکھانے تک نہیں گئی تھی کہ وہ ایک عریب خاندان میں  
 پیدا ہوا تھا۔ ان کی آنکھیں بالکل تھیں اور اب علم و فضل کے تقاضات کے  
 پردہ میں تھیں۔ وہ مرتبہ اور تہذیب کی عارضی صفات سے جدا  
 روح کے اصل جوہر تک پہنچا کر دیکھ سکتے تھے۔ وہ ان کی  
 نظر میں عام آدمی تھے۔ بڑھئی کا کام نہ تھا اور نہ تہذیب اور سریر  
 لوگوں کے ایک ٹکڑی میں پیدا ہوا تھا۔ جس نے یہ شہسوار  
 ملازم میں تعلیم نہیں پائی تھی اور مستشرقین کے ہاتھوں کے پاس بیٹھ  
 کو حکمت جمع نہیں کی تھی۔ وہ سوچتے تھے کہ سب بیویوں اور  
 بالخصوص مسیح کو بروشلیم میں پیدا ہونا چاہیے اور بروشلیم میں ایک  
 تہذیب اور مذہب کے بڑے بڑے مرکزوں میں پرورش پانا اور ان  
 تمام اہل تشاہد سے جو قوم میں ممتاز اور قابل قدر سمجھے جاتی ہیں مستشرقین  
 پیدا کرنا چاہیے۔

اور اسی طرح وہ شاگرد جو اس سے چنے اور وہ سب جو اس  
 نے اختیار کی تھیں ان کے لئے بھوکھا باعث ہوئی۔ جن لوگوں کو  
 اس نے کام کے لئے چنا وہ ان میں سے رہ گئے۔ انہیں نہ اپنی حکمت  
 کا نثر اور نہ اپنے خاندان پر ناز تھا بلکہ وہ کم علم لوگوں میں سے تھے  
 جن کا مینہ ابھی گہری تھا۔ ان میں سے ایک محفل میں سے تھا۔  
 شاید مشہور کے کسی اور فضل سے ان لوگوں کو اپنی چوٹ نہیں لگی تھی  
 محفل میں لینے والے سنی کے انتخاب سے لگی محفل میں سے جو غیر قوم  
 حاکموں کے نوکر ہوا کرتے تھے یہ سب اپنے کام اور علم اور برکت کے تصور سے

جانتے تھے جو لوگ حب الوطنی کی صفات رکھتے تھے اور مال و عزت سے مالا مال  
 ہونے لگے تھے وہ نہیں بلکہ خالص نہ لاتے تھے۔ پس خداوند مشہور  
 کب یہ توقع رکھ سکتا تھا کہ ای عزت اور دی علم اپنی ان لوگوں  
 کے حلقے میں داخل ہوں جو اس کے ارد گرد جمع تھے۔ علامہ بریل  
 وہ سب رذیل لوگوں سے ملنے اور اپنی کے ساتھ لینا چاہتے تھے۔  
 مثلاً محفل میں سے واپس آکر گنگا دوس کے پاس آکر بیٹھا تھا۔  
 اس سبھی زمانہ میں ہم زیادہ تر انہیں باتوں کے لئے اس پروردگار میں کیونکہ  
 ہم جانتے ہیں کہ اگر وہ واقعی نیکیاں دیکھنے کو آئے ہوتا تو یہ لازمی امر  
 تھا کہ وہ واپس نہ آتے۔ اسے لوگوں کی صحبت میں پرانا چہرے تھے جن کو بات کی  
 زیادہ ضرورت تھی۔ ہم جانتے ہیں کہ اس کو یہ یقین تھا کہ ان کو کون  
 چوڑوں کے درمیان بحث سے ایسے لوگ ہیں جو عارضی حالات کے  
 سبب سے گرا رہی ہیں۔ یہ چوڑے ہیں لیکن انہوں نے قصداً گناہ کو  
 زندگی کو اپنے لئے نہیں چنا۔ اگر ان کی محنت کی مشابہت کی مشابہت کو اس  
 کوڑے کو کرکٹ کے درمیان کام میں لائیں تو ان کی پیش قدمی ہرے کے  
 جیسے آج کے۔ اس سبھی زمانہ میں ایک طغیانی اور عالی نسب لوگوں نے  
 بھی اس کے لئے قدم پر چھوٹ کر دیا ہے چنانچہ وہ اس کے غورنے  
 کے مطابق گناہ اور عناد کے گندے گندے طبقوں میں اترتے  
 ہیں تاکہ کھوٹے چوڑوں کو ٹھونڈیں اور رنجائیں۔ لیکن اس کے آنے  
 تک اس قسم کے خیالات ان میں پیدا نہیں ہوئے تھے۔ وہ گنگا  
 جو تہذیب و تعلیم کے دائرے سے باہر تھے عقائد اور نظریات کی  
 نگاہ سے دیکھتے اور موسیقی کے دشمن سمجھے جاتے تھے اور کوئی

اُن کے سچے کی کو سسٹنہ کرتا تھا بلکہ برعکس اس کے یہ دیکھ جاتا تھا کہ جو لوگ دین داری میں نام نہاد اگر ناپا سنے تھے وہ من سے بالکل الگ رہتے تھے مثلاً سمیتون فرسی کو جو مسیح کا بیڑا بن گیا تھا اس کے متبع نہ بنے۔ اگر ہوتا تو وہ جان پاتا کہ جس عورت نے تجھے چھوئے ہے وہ گنہگار ہے اور فرما اُسے دھمکا کر دوڑ کر دیتا۔ جو حال متعین و رسی کا تھا میں سارے زمانے کا تھا۔ پھر بھی اس کا ایک رہنمائی حاصل کرتا تھا کہ جب مسیح سچی حالت کو دنیا میں لایا اور جس وقت اُس نے اُس کا جلوہ انہیں دکھایا تب چاہیے تھا کہ وہ نئے اصول کو پہچان لیتے اور اگر اُن کے دین سخت اور ظلم سے متور نہ ہوتے تو وہ اس لٹی طرز کی سببیت کے کشت کو آگے بڑھ کر پیش کرتے۔ لازم تھا کہ وہ گناہگاروں کو پسنے لگے ہوں بے تاب ہو جاتے اور برجلین عورتوں کو اپنی کھوئی ہوئی زندگی پر افسوس بہاتے اور نہ کئی جیسے باپنی اختصاص کو سرگرم دیندہ اور گستاخوں فیاض شے دیکھ کر خوش ہونے لگے کہ وہ خوش نہ ہوئے تھے اُس کے راسی رحم کے باعث اُس سے متفرج ہو گئے اور اُسے چھوڑ لیتے والوں اور گناہگاروں کا دوست کہنے لگ گئے۔

تیسری وجہ اُن کی مخالفت کی یہ تھی کہ وہ بعض بعض رسومات مثلاً روزہ رکھنے اور کھانا کھانے سے میلے ہاتھ دھونے وغیرہ پر نہ خود عمل کرتا تھا اور نہ اپنے شاگردوں کو عمل کرنے کی ترغیب دیتا تھا حالانکہ یہی باتیں مس زندہ ہیں دینداری کا نشان بھی جاتی تھیں۔ اس بات کا ذکر ہم پہلے بھی کر چکے ہیں کہ کس طرح یہ رسوم وجود

میں آئیں۔ یہ سب سببیں ایک سرگرمی کے زمانہ میں پیدا ہوئیں اور اس غرض سے کہ اُن کے وسیلے سے یسوعی قوم کی خصوصیتیں قائم رہیں اور وہ عیسویوں کے ساتھ ملنے نہ پائیں بلکہ اُن میں اور دوسری قوموں میں نمایاں فرق نظر آئے۔ اصل مقصد تو درست تھا مگر اس کا نتیجہ افسوسناک ہوا۔ لوگ بہت جلد بھول گئے کہ یہ سبب انسان کی ایجاد ہیں اور یہ ماننے لگ گئے کہ وہ خدا کی طرف سے ہیں اور ان کا ماننا ہم پر فرض ہے۔ اُن کا شمار رفت رفتہ بڑھتا گیا حتیٰ کہ روزمرہ زندگی میں کوئی فعل اور کوئی حرکت ایسی نہ تھی جس پر اُن رسموں کا بوجھ نہ پڑتا تھا۔ بہت سے لوگوں نے ان رسموں کو سچی دینداری اور اخلاق کی جگہ دے رکھی تھی مگر روشن ضمیر لوگوں کے لیے یہ بھینٹیں رسمیں بڑے بوجھ کا باعث تھیں کیونکہ ہر وقت بھوئی بھوئی باتوں میں بھی دلشہ مہر تھا کہ کہیں کوئی رسم ٹوٹ نہ جائے۔ کوئی شخص اُن کے حیا تہرے پر نیک نہ لتا تھا اور بڑی خبر داری کے ساتھ اُن کو بھالنا دین داری کا فتنہ سمجھا جاتا تھا، پر لیونٹین رسموں کو اس زمانے کی خرابیوں میں شمار کرتا تھا۔ لہذا وہ اُن کی پابندی کا قائل نہ تھا اور نہ دوسروں کو اُن کا غلام بننے کی صلاح دیتا تھا۔ وہ لوگوں کو اُن کی پابندی کے عوض میں انصاف اور رحم اور ایمان کے سچے اصول کی طرف متوجہ ہونے کی تاکید کرتا تھا اور یہ وقت اُن میں پیدا کرنا چاہتا تھا کہ وہ صبر کی عظمت کو پہچانتے اور شریعت کی گہری باتوں اور روحانی معنیوں کو جان لیں۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ اُسے بے دین اور گمراہ کہنے لگے۔



اُس میں اور نہ ہی، متبادروں میں جو ناقابلِ پائی جاتی تھی وہ سب کے متعلق بڑے خود سے ظاہر ہوئی۔ سب کے روز کے متعلق اُس کے جوڑے کئے ہوئے اور وہاں ہی اس حد تک پہنچ گئے تھے کہ آرام اور خوشی اور برکت کا دین ایسا بنا کر دیا گیا تھا کہ لوگ اُس سے تنگ آ گئے تھے۔ مسیح اکثر مسرت کے روز بیادوں کو چنگا کر لیا کرتا تھا، لیکن وہ ایسے کاموں کو جو تھے مسم کے برصفت سمجھتے تھے۔ اُس نے بار بار اُن کے اعتراضوں کی غلطی دہرائی کی۔ یوں کہیں کہ سب کے حقیقی مطلب اور مقصد کو کئی طرح سے ظاہر فرمایا کہ وہ آدمی کے لئے بنا ہے نہ کہ آدمی کے لئے، اور اُس کے بیٹوں میں اُن کے لئے مقدسوں کی نظیریں پیش کیں اور اُن کے دستورات کو جو سب کے روز میں آتے تھے اُن کے سامنے رکھا کر وہ نیک نہ ہوئے، اور چونکہ وہ بارہو اُن کے اعتراض کے بیادوں کو سب کے دن چنگا کر دیا اس لئے وہ ہمیشہ اُس سے عداوت رکھتے رہتے۔

اب ہم سمجھ سکتے ہیں کہ جو لوگ اُس کی نسبت، اس قسم کے ناقص اور کینے خیالات اپنے میں رکھتے تھے وہ کب اُس کے اعلیٰ قسم کے دعوے سے کوئی تیار ہو سکتے تھے مثلاً جب اُس نے یہ بتایا کہ میں مسیح موعود ہوں، میں گناہوں کو موت کر سکتا ہوں اور جب اُس نے اُس اذلی رستے کی جو وہ باپ سے رکھتا تھا اُن کو حیرت دی تو وہ اُس کے سو نہ ہوئے بلکہ اُچھے اُس کے مخالف ہو گئے اور ان باتوں کو کھڑکولی سمجھ کر اُس کا مینہ کرنے کے واسطے ہوئے۔

مکن ہے کہ ہم یہ سوچ کر اپنے دل میں حیران ہوں کہ کیا اُس کے

مسیحوں سے بھی اُن کو قائل نہ کیا۔ اگر واقعی اُس نے وہ عظیم اور بے شمار معجزات دکھائے جو اُس سے منسوب کئے جاتے ہیں تو پھر کس طرح اُنہوں نے اُس کے خدا کی طرف سے ہونے کی اس اعلیٰ گواہی کو رد کیا؟ وہ بحث جو مسیحیوں کے جبروں اور جنم کے اندھے کے درمیان واقع ہوئی مسیح کا بیان کو خدا کی اہمیت کے ذریعہ باب میں پایا جاتا ظاہر کرتی ہے کہ اس قسم کی شہادت پر سے متقدم کے ساتھ اُن کے دعوے دلائل دلائی جاتی تھیں لیکن وہ ایک ناممقول سے جواب سے اپنی خاطر چھپی کر سیکارنے تھے۔ واضح ہو کہ یہودیوں کے درمیان معجزات کسی شخص کے حق میں خدا کی طرف سے ہونے کا کافی ثبوت نہیں سمجھے جاتے تھے، کیونکہ وہ برمانتے تھے کہ جھوٹے نبی بھی معجزات دکھا سکتے ہیں اور نہ صرف خدا کی قدرت بلکہ شیطانی طاقت بھی معجزے دکھا سکتی ہے۔

میں مسیح کے معجزوں کی سمجھائی کا فیصلہ اُن کی رائے میں دگر دلائل پر مبنی تھا اور اُن دیگر دلائل کی بنا پر وہ موت سے فیصلہ کر چکے تھے کہ اُن کا دکھانے والا خدا کی طرف سے نہیں۔ پس وہ سمجھتے تھے کہ اُس کے معجزے تاریکی کی قوتوں کی مدد سے وجود میں آتے ہیں۔ مسیح نے اس کھڑکولی کو مقابلہ بارہا زبردست دہلیوں کے ساتھ کیا اور اُن کو جواب کر دیا مگر اُس کے مخالف اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے رہے۔

وہ ابتدا ہی سے اپنے مخالفانہ فیصلے پر جم گئے تھے اور اس لئے وہ کبھی مسیح سے متفق نہ ہوئے۔ ابھی اُس نے پچیس سال یہودیہ میں اپنا کام متروک ہی کیا تھا کہ وہ اُس کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے

اور جب اُن کو یہ خبر ملی کہ وہ گلیل میں کامیاب ہو رہا ہے تو گھر گئے  
اور میرٹھ میں اپنے گھر پہنچے تاکہ جانچ سکیں کہ یہ سچ ہے یا نہ  
کیونکہ وہ سب سے پہلے اس کی خبر کو سنیں جو اس کی خوشی کا سبب  
تھا۔ اُس نے بھی اُس کو یاد دلا کہ اُن کا مقصد یہ تھا کہ وہ اُن کے  
ساتھ بڑی عزت سے بیٹھیں تاکہ اُن کی مجلس اور انصاف سے  
بڑی اُمید رکھا تھا مگر حضور نے میرٹھ سے دور ہو گیا کہ یہ اُمید  
بھی نہ آئی تھی۔ پس اُس نے اُن کی مخالفت کو ایک شرابی  
کے ذریعہ سمجھ کر قبول کیا۔ اُس کے بے شمار دعوؤں کی بھالت کو لوگوں  
پر مذکور کیا اور سب سے گروں کو اُن کے گھر سے جیسے اُن تاکید کی تھی  
ہر لوگ بھی لوگوں کے دلوں میں کائناتوں سے گئے اور جو ہم مخالفت  
اور دشمنی کا منصوبہ بویا وہ کثرت سے پھیل گیا اور جب سب سال  
کے خاتمہ پر اُس کی سرحد پر پہنچے تو انہوں نے لگاؤ وہ زمانہ  
دیر سے اُس کی مخالفت کرتے گئے۔

اسی طرح اُنہوں نے حدوتوں اور ہر وقتوں کے ٹھنڈے  
دلوں میں بھی کسی قدر آگ بھری۔ شاید اُن کو یہ کہنا ہو گیا کہ شروع  
بھلاؤ۔ تاکہ سب کو یاد دلا دے اور میں کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارے  
آداب میں سے سخت و ترقی کا تار ہے گا۔ وہ دن بہت دور پہنچا  
پاشہ خود اُس کے لٹو کامیاب تھا۔ پورے اور ہی بائوں کی وجہ سے  
اُس سے مخالفت ہو رہا تھا۔ حریا انیس تاہم میں جس نے جو حریا ہتھیار  
دلوں کو تسلیم کیا تھا۔ یہ مجرم صنف نامہ پر دہشتاں کی نہیں رکھا اور اس مات  
کی جگہ مثل ہے کہ گناہ کا نتیجہ گناہ ہوتا ہے اور کہ جب کوئی گناہ کرتا

بدل لینے پر آمادہ ہوجاتی ہے تو نے کسی کی جھوٹ ہے۔ میں سخت  
اور گھناؤنے مجرم کے بعد ہر وقت میں کے مصائبوں نے اُس کو اُن پریشانی  
جو یہودی کی خبر دی ہو اُن کے ہم عمر ہو شروع ہوا کہ اُن پر عیب ہو  
سے ہوس نے نبی کی خبر کی تو ایک ہر گناہ میں اُس کے مجرم کو حرکت  
میں نہ لے گا۔ اُن کا یہ کہ وہ سوچنے لگا کہ یہ کوئی جھوٹ ہے یا نہ  
میں کو بھی نے تسلیم کیا تھا۔ وہ اسے اُنہوں میں سے ہی اُٹھا ہے۔ لیکن  
پھر بھی وہ اُسے دیکھ کر نہ مانا۔ گو یہ خواہش بہتر کی تھی جو تیرے  
کو ایسا شکا کرنا چاہتی تھی کہ تیرے بے گھر اُس کی دعوت کو نہ کی  
اور نہ گھر میں کسی کو اسی سبب سے تیرے میں اُن کے اہلین کی باتوں کو نہ  
بھی پوچھتے تھے۔ اُن نے خطرناک آدمی سمجھ کر نہ مانا کہ چاہتا تھا۔  
تھوڑے عرصے کے بعد وہ اُس کے مارنے کے ارپے پڑا۔ اُس شروع  
کو سب سے پہلے اُس کے پیچھے تھے۔ اُن پر اس میں شک نہیں کہ میں بات  
نے دیکھ کر ہی بڑی بڑی باتوں کے ساتھ لکھنے چلے گا کہ اُس نے جو خداوند  
نے گلیں میں کاٹے، اُس کے طریق میں کو بدل بدل رہا۔

کچھ عرصہ سے تو ایسا معلوم ہونے لگا تھا کہ خداوند شروع سے جو  
انہی عام لوگوں پر ڈال رکھا ہے وہ عرصہ رفتہ رفتہ اس قدر زور پاتا گیا  
کہ عرصے کے عرصے میں اُن کی حالت اور فاضل لوگ بھی اُس کے متبع ہو  
جائیں گے کہ یہ کہ مارا گیا تھا۔ اُن کی جیسے کہ میں تحریر کو شروع میں  
اسی اعتبار اور بااختیار ہر گزوں نے اُنہوں میں اُن کا آخر کار اُن  
عام لوگوں کے دلوں میں گھر کر کے اور اُن کی سرگرم امداد سے شروع  
ہو کر اُسے درجہ کے لوگوں پر غالب آئی اور عزت اور مقدرت کے

مکہ میں نبیؐ کی گشتی۔ وہی قبولیت میں ایک درجہ ہوتا ہے درجہ کوئی تحریک اس درجہ یا حد تک پہنچ جاتی ہے تو سیلاب کی مانند پھر زور ہو جاتی ہے پھر کوئی تعصب یا حاکم نہ مخالفت اس کی روانی کو روک نہیں سکتی۔ ایسے کھیل کے عام لوگوں کے ساتھ بے تکلف ملنا جھگڑنا تھا اور وہ بھی اس کے ساتھ محبت اور عظیم سے پیش آتے تھے۔ وہ اسے فرسیوں اور نصیحوں کی طرح کھاؤ اور شرابی نہیں کتے تھے بلکہ اس کی رسالت کے حق تھے۔ وہ اسے گزرتہ زمانوں کے بڑے بڑے انبیاء کے برابر جانتے تھے اور جو لوگ اس کی عظمت کو کسی قدر زیادہ صفائی سے دیکھتے یا اس کی رفعت انگیز تعلیم کی خوبیوں کو زیادہ محسوس کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ وہ یا نبیؐ یا نبیؐ ہے یا نبیؐ ہے۔ لوگوں کے درمیان پر خصل مروج تھا کہ جب مسیح آئے گا تو اس سے پہلے ایک بڑا نبی برہم ہو گا اور وہ نبی اس کے گن کے مطابق پیدا ہو گا۔ میں یہیوں کہ یہ خیال تھا کہ شروع الیہ سے یا یوں کہیں کر لوگ اسے مسیح نہیں مگر مسیح کا پیشرو تصور کرتے تھے اور اس کا سبب یہ تھا کہ جو تصور مسیح کا وہ باندھے بیٹھے تھے اس کی جگہ دوسری شان جو سوکت پر تھی اور شیوع کی ظاہری حیثیت اس تصور کے بالکل برخلاف تھی۔ البتہ بعض اوقات بڑے بڑے معجزات کو دیکھ کر کوئی اس سے یہ کہہ اٹھتا ہے، کیا وہ مسیح نہیں ہے؟ مگر عموماً باوجود اس کے ناور معجزات اور لائق تعظیمات کے وہ اس کو وہ مسیح نہیں مانتے تھے جو ان کے ذہن پر نقش ہو رہا تھا۔ لہذا وہ لوگ پختہ اور عالم گیر طور پر اس کی مسیحائی کے قائل نہ تھے۔

آخر کار فیصلہ کی ساعت آپہنچی۔ یہ مہینہ ساعت تھی جس کی طرف بار بار اشارہ ہو چکا ہے یعنی اس سال کا آخری حصہ جو اس نے گلیل میں کاٹا تھا۔ اس موقع پر ہمارا خداوند بوقت بسمہ دینے والے کی شہادت کا حال سن کر اپنے ت گردن کے ساتھ یہاں کی طرف روانہ ہو گیا تاکہ وہاں جا کر اس اسوس ناک حادثہ پر غور کرے اور اپنے جہاں منادوں سے اس کے بارے میں ہم کلام ہو۔ پس وہ ایک کشتی پر سوار ہو کر جہاں کے سفر فی کنارے کی جانب بڑھا اور کشتی سے بیت صیدا کے چڑے مہیس میں اتر، اور پھر اپنے بلکہ مناکوں کے ساتھ ایک آدھے میٹر پر چڑھ گیا، لیکن مدت دیر نہ مونسے پائی تھی کہ دامن کو، میں لوگوں کا تجوس جمع ہو گیا اور اس غرض سے کہ اس کے کلام اور اس کے دیدار سے محفوظ رہوں ہوگ اس کی قیام گاہ سے آگاہ ہو کر ہر سمت سے اٹھ آئے اور وہ کہہ کر وقت اور ان کے لئے اپنے آپ کو تصدیق کرتے کو تیار تھا پناہ پر سے چپے، مگر آیا تاکہ اسے تعجب سے اور ان کے احوال کو دفع کرے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد آفتاب غروب ہو گیا۔ آپ اس نے لوگوں کی بے کسی اور بے بسی پر ترس کھا کر وہ عظیم الشان معجزہ دکھایا جس میں پانچھزار اشخاص کو سیر و مسودہ کیا۔ اس معجزے کا اثر بڑے زور کے ساتھ نمودار ہوا چنانچہ لوگوں نے خیال کیا کہ یہی مسیح مرعوب ہے اور چونکہ مسیح کی مسیحائی کا ایک ہی تصور اس کے ذہن میں تھا ہوا تھا اس لئے اس تصور کے مطابق انہوں نے اسے جبرائیل یا ہوشاہ بنانا چاہا، یعنی وہ چاہتے تھے کہ وہ ایک بغاوت کا

یو پیچ کے نام میں بریا کی جاتے سرخندہ سے، درخیز روم سے اور ان  
عشر آدموں کے ہاتھ سے تاج و تخت چھین کے جنہیں قبصر نے مختلف  
طوبیحت پر محکوم بنا دیا تھا

نہ سر محکوم ہونا تھا کہ گویا وہ وقت آگیا ہے جس میں اس کی  
رجسٹری کے سر پر کامیابی کا جہر لکھا جائے گا لیکن مہرورج کی سطح  
یہ وقت درج کردہ کامیابی کا وقت تھا۔ جو سوچ تھا کہ کب میری سال  
عمر کی محنت کا یہی نتیجہ ہو گا کیا وہ لوگوں نے میری بات کو یقین کر لیا  
میرا نہیں تسلیم کیا کیا یہ کہیں نے ہی دیکھ سکا تھا کہ مجھے نہیں  
کہ مجھے آئندہ کیا کرنا ہے آج نہ جانتا ہوں کہ یہ فرض ہے کہ وہ مجھ  
سے پوچھیں کہ انہیں کہہ کرنا ہے، اس، سوچنی ہو کہ دیکھ کر اس  
مے جوں کہ میرے کام نے محنت کے لوگوں پر جو اثر کیا اس کا ثبوت  
آج مجھ کو مل گیا۔ وہ جسے گوارا نہیں ہے اور جس سے ثابت کر دیا  
ہے کہ وہ اس قابل نہیں کہ میں اسے اپنا کر بنا کر اس سے اپنی یاد دہانی  
کو بانی میں میں پسندوں۔ میں وہ ان کی لفظ فی خواہش کو دیکھ  
کر انہیں جگہ سے جوں بٹکا، اور وہ سبے دن کھڑی ہو کر میں پھر ان سے ملا  
اور اس موقع پر ان کو بتایا کہ تم میری نسبت سب سے زیادہ جی میں ہنسنا  
ہو تم دونوں کے ہاتھ کی تلافی کرتے ہو نا کہ وہ تم کو بیکار کر کے  
ساتھ مال کی فراوانی عطا کرے۔ دونوں کے ڈھیر لگا دئے اور وہ وہ  
کل نہیں تمہارے لئے جاری کرے اور تم بے مشقت زندگی کا مزہ  
لوگوں پر جی وہ باوجود انہیں نہیں ہوں جو بیکار ہیں اسے بندوں کو عطا  
کرنا ہوں وہ ہمیشہ کی زندگی کی مددگار ہے لیکن میں کی یہ بات

لوگوں کے آئینی جوش کے لئے ٹھنڈے پانی کا کام کر لیں۔ چھینچ  
اسی وقت سے اس کا کام کھیل میں نہ مڑے گا سا ہو گا اور لکھا  
ہے کہ اس پر اس کے تناظر میں اسے جس سے پھر گئے اور اس سے  
بعد اس کے ساتھ نہ رہے۔ پر وہ خود ہی چاہتا تھا یا یوں کہیں کہ میں  
نے ہی ہر روز میری کی جڑ پر آپ لکھا ڈال دیا۔ اب اس وقت سے  
سے کہ امیدہ اس سے اپنے نکل ان چند شخصوں کی طرف سے ہر کار  
جو اس کی جدت سے کسی قدر زیادہ واقف تھے اور رومن یا یوں  
کا زیادہ مذاق رکھتے تھے۔

جس کے کام کی ضرورت کا تبدیل ہو جانا۔ اگرچہ پہلی قیاس  
نے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ اس نے اپنا کر ناقابل ثابت کیا تو بھی اس نے ایک  
بقیہ ہو گا کہ تھا جو وہ دارنگا۔ اس بقیہ کا مرکز رکھوں تھے وہ گھر والوں  
کی تندرستی سونک توجہ لگی تھی۔ لیکن اس طرح اس طرح سے اس کو دیکھ کر اس وقت  
کی طرف متوجہ ہوا۔ جس وقت تمام گلیل نے اس کو دیکھ کر اس وقت  
اس سے دن و رات کو اس طرح بکریا جس طرح کوئی مسیحا ہوئی تھی  
کو بچا رہتا ہے لیکن ان کے لئے جس نہ وقت ایک بڑی آواز اس کا  
وقت تھا کہ ان کے خیالات بھی بہت کچھ عام لوگوں کے خیالات  
تھے۔ وہ بھی دنیاوی حشمت اور شہرت واسے مسیح کا انتظار کر  
رہے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ اپنے تصور میں روحانی مصلحت  
کو ملنا سکا کہ تھے تھے پر پھر بھی ابھی روحانی خیالات کے ساتھ  
روحانی اور دنیوی توجہات لئے ہوئے تھے۔ وہ پڑھے  
دوران اور حسرت سے کہتے ہوں گے کہ یہ عجیب زمانہ ہے کہ





اگر دیکھ دیکھ کر دیا ہے۔

مگر اس حقیقت کو پہنچانے کے لئے گویا ایمان کی ایک نئی راستہ  
میں سے تیار ہونا تھا۔ چنانچہ ہم پڑھتے ہیں کہ اس وقت سے کہ  
اپنے آنے والی تکلیفوں اور موت کی خبر دینی شروع کی۔ اس کی  
تکلیفیں اور موت اس کی آنکھوں کے سامنے چہر کی تھیں۔ اور وہ  
جانتا تھا کہ میرے کام کا انجام یہ ہے۔ اس بات کی طرف اس نے  
اس سے پہلے بھی اشارہ کیا تھا مگر اس پر محنت حد تک کے ساتھ  
جس کے مدد میں وہ ہمیشہ ان کی سمجھ کی معافی کے مطابق ان کو تسلیم  
دیا کرتا تھا۔ حدیث صریحی ہے کہ اس سے پہلے اس سے ان کے  
سامنے بار بار، اپنے دکھوں اور موت کی طرف اشارہ نہیں کیا تھا کہ  
اب وہ سمجھ چکا ہے ان باتوں کو سننے اور برداشت کر کے اسے تیار  
ہوئے اور چونکہ وہ اور موت کا اتنا لازم تھا اور وقت بھی بہت  
نزدیک آگیا تھا اس لئے وہ بار بار ان کو ایسی نصیحتوں کی خبر دیتا رہا  
مگر وہ خود نہیں سمجھتے ہیں کہ وہ اس کا مطلب اچھی طرح نہیں سمجھتے  
تھے۔ اپنے ہم وطنوں کی طرح ایک طرف تو وہ بہ مانتے تھے کہ  
مسیح جیسے ہی داؤد کے تخت پر بیٹھے گا اور ساتھ ہی یہ بھی مانتے تھے  
کہ یسوعا دیکھ دیکھ کر مسیح ہے۔ یہ یسوعا کا سر تسلیم میں جاکر جان سے  
باز جاتا اور تخت پر نہ بیٹھا ان کے لئے ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
کے دکھوں کی باتوں کو سننے اور ان میں بحث کرتے تھے لیکن ان کو  
ناممکن سمجھتے تھے۔ وہ خیال کرتے تھے کہ وہ اس معاملے میں بھی جلی  
طرح پر کلام کر رہا ہے جیسا کہ دیگر معاملات پر کیا کرتا ہے اگر کہ اس کا

محبوب صرف یہ ہے کہ اس کی موجودہ سبب حالی جاتی ہے۔ اس کی اور اس  
کا کام ایسے جلال اور عظمت کے ساتھ مٹی کی صورت اختیار کر کے کرنا کہ وہ  
میں سے جی بٹھا ہے۔ چونکہ اس کی موت اور دکھوں کا وقت نزدیک  
متا جاتا تھا وہ اسی قدر زیادہ تقصیر کے ساتھ ان کو اپنے دکھوں کی  
کیفیت سے آگاہ کرنا جاتا تھا تاکہ تمام غلط فہمیاں ان کے دل سے دور  
ہو جائیں مگر ان کے دل اس صداقت کو قبول کرنے کے لئے تیار  
نہ تھے اور اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ وہ آپس میں اکثر اس بات  
پر جھگڑا کرتے تھے کہ انہوں کی بادشاہی میں سب سے بڑا کون ہوگا  
اور صدیقی کی اس درخواست سے بھی کہ اس کی بادشاہی میں اس  
کے دو لوہے بیٹوں میں سے ایک اس کے دہسے اور دوسرا اس  
کے بائیں بیٹے ہی مات نامت ہوں ہے اور حسب وہ گلیل سے  
یروشلم کی طرف روانہ ہوئے تو اسی خیال سے روانہ ہوئے کہ  
اب خدا کی بادشاہی نمودار ہوگی اور یسوعا دار الخلافہ میں پہنچ کر  
اس بیٹی کے لباس کو جواب تک پہنچے سے اتار بیٹھنے کا اور ہر  
قدیم کی مخالفت کو اپنی قیادت سے مغلوب کر کے، اپنے باپ دادا  
کے تخت پر بیٹھ جائے گا۔

اب ہم دیکھیں گے کہ یسوعا خود اس سلسلے میں کیا سوچتا تھا اور  
کہنے کیے خیالات اس کے ذہن میں گزرتے تھے یا اس کے لئے  
بھی یہ سال صحت آزمائش کا سال تھا۔ یہ پہلا مرتبہ تھا کہ اس کے  
بہرے پر فکر اور غم نے اس کے اندر نمودار ہونے لگے۔ بارہ مہینے کے  
عرصے میں جو گلیل میں گزرا وہ اپنی تلواری کا میابی کو دیکھ کر نہایت

نشان رکھتا تھا، پر اب حقیقت میں وہ مردِ غمناک بن گیا۔ جب وہ پیچھے لوٹ کر دیکھتا تھا تو اسے پر بات نظر آتی تھی کہ گلیں سے بچنے رو کر دیا ہے۔ اس ملک کے بھڑکے کو دیکھ کر جس پر اس سے اتنی محبت صرف کی جو غم اس کے دل میں پیدا ہوا اگر ہم اس کا بھیندنگاں چاہیں تو اس محبت کو دیکھنا چاہیے جس سے وہ ان لوگوں کو بیاہ کرتا تھا جن کے بچانے کے لئے، اپنے کام میں جان فشانی کے ساتھ مصروف تھا۔ وہی طرح جب اس کی طرف دیکھتے تھے تو اصرار ہی سفر تھا کہ جب میں یہ مصیبتیں گھاؤں تو وہاں بھی تو کیا جاؤں گا۔ اس میں ذرا بھی شک نہ تھا۔ اچھا۔ کہ بارے میں جب کوئی خوار اس کے پاس آتا تھا تو اس کے ساتھ ہی اس واقعہ کا خیال بھی اس کی آنکھوں کے سامنے بڑی صفائی کے ساتھ موجود ہو جاتا تھا۔ اس کا خیال اس وقت، اسی بات کی طرف لگا ہوا تھا کہ یہ آنے والا واقعہ نہایت سخت واقعہ تھا اور چونکہ وہ نزدیک آتا جاتا تھا اس لئے کبھی کبھی ایسی کسب کش اس کے پاس برپا ہوتی تھی کہ ہم اس کی تصویر پیچھے کی جڑت نہیں کر سکتے۔ ان دنوں وہ اپنے وقت کا زیادہ حصہ دعا میں صرف کیا کرتا تھا۔ دعائیں لے رہتا ہمیشہ اس کی خوشی اور تقویت کا باعث تھا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب وہ اپنے کام میں بہت مصروف ہوتا تھا اور شام کے وقت دن بھر کی محنت سے لیس چورچور ہو جاتا تھا کہ نکل کے مارے کھڑا ایسے رہ سکتا تھا تو اس وقت بھی لوگوں سے اور اپنے شاگردوں سے جدا ہو کر اکیلا پہاڑ کی چوٹی

پر چلا جاتا تھا اور وہاں اپنے باپ کی صحبت میں پوری رات صرف کر دیتا تھا۔ وہ کوئی بڑا کام دعا کے بغیر نہیں کیا کرتا تھا۔ لیکن اب آگے سے بھی کہیں زیادہ دعائیں لگا رہتا تھا اور پتا نہ تھا خدا کے حضور استغاثہ کر مش کیا کرتا تھا۔ اس کی دعاؤں کا جواب یک عظیم الشان صورت میں اس وقت اس کو ملا جبکہ اس کی صورت پہاڑ پر تبدیل ہوئی۔ یہ موعظانہ نظارہ مخالفت کے سال کے وسط میں گلیں چھوڑنے اور یروشلم کی طرف روانہ ہونے سے پہلے وہ یروشلم کے لئے اس کا ساتھ بنا ڈرا جیسے عیاں ہو۔ اس عجیب اور حلائی واقعہ کا مقصد سمجھ تو یہ تھا کہ اس کے تین شاگردوں کا ایمان اس کے وسیلے سے مضبوط ہو تاکہ وہ اپنے بھائیوں کے ایمان کی مضبوط کرنے کے لئے بن جائیں اور پھر یہ کہ خود اس کے دل کو سنبھالے۔ گویا اس کی مشورت کا تبدیل ہونا اس کے باپ کی طرف سے اس کے لئے ایک انعام تھا۔ خدا نے اس نظارے کے ذریعے سے اس کی دنیاوی کو جو اب تک اس سے ظاہر ہوئی، اعلان قبول کیا۔ اور اس کو اس مافی کام کے لئے جو اسے بھی کرنا تھا تیار اور تقویت بخشی۔ اس موقع پر اس نے اپنی صلیبی موت کے بارے میں موسیٰ اور ایلیاہ سے گفتگو کی جو اس کے حق پر پوری برداری کر سکتے تھے اور جن کا کام اس کی موت سے پورا اور مکمل ہونے کو تھا۔

گلیں کو چھوڑ کر یروشلم کی طرف روانہ ہوا اور اسے کوئے کے کونے میں چھ مہینے لگے اس دن آخر سے کی وجہ یہ تھی کہ اسے باؤنٹا ہی

کی مٹائی سہ ملک میں کرنی پڑی یہ کام اُس کے گل کام کا ایک ٹھوکی  
جسٹہ تھا۔ اور اُس نے اُسے خوب انجام دیا۔ پینے اپنے شاگردوں  
میں سے چاہیں کہ پھینکا کہ وہ جہاں گاؤں اور شہروں کو اُس کے سٹے  
تیار کریں اور جب خود وہ وہاں تو اُس کو کسی لہار سے ملوہ میں سٹے  
جو ٹکیل میں روٹنا چاہتے تھے۔ یہی طرح ہوگوں کی ہڈی اُس کے پیچھے  
پچھے چھٹی تھی اور اُسی طرح معجزانہ وقوع میں آتے تھے کہ اُس نے  
اُس عرصہ کے مفقود حالات قلمبند نہیں کئے اس لئے کہ قدم قدم  
اُس کی پیروی نہیں کر سکتے تو بھی ہم اُسے ساتھ رہے۔ پر یہ بے وقوفانہ  
کناروں اور سبب عیناً اور افراتیم کے گاؤں میں کام کرتا ہو دیکھتے  
ہیں تاہم یہ وہ سبب تھی جس کی طرف وہ رفتہ رفتہ  
ملاحظہ رہا تھا۔ اُس شہر میں جو پچھلے اُس پر واقع ہونے والا تھا اُس  
کے خیال میں وہ اُس قدر چھوٹا کہ کبھی کبھی اُس کے ساتھ اُس کی  
خاموشی اور تیز رفتاری کو دیکھ کر حیرت ہوتی اور وہ جاتے تھے گا ہے  
گا ہے تو یہی درخت بھی نمایاں ہوتی تھی جسے اُس دشت ہوئی جبکہ اُس  
نے چھوٹے پتوں کو حرکت دی یا حبیب میت عیناً ہی دستوں کے گھرنے جانے  
سے ہوئی۔ بہر حال وہ اُس کی طبیعت اور شعور سے اسی فکر سے  
عیال تھی کہ کبھی کبھی اُس کے ساتھ اُس کے ساتھ اُس کے ساتھ اُس کے ساتھ  
میں جو لنگڑا یا بگڑا اُس کے اور اُس کے اُس کے اُس کے اُس کے اُس کے اُس کے  
تھی وہ بھی پہلے کی نسبت زیادہ پر جوش ہو کر تھی اور یہ شہر لنگڑا  
اُن کو جو اُس کی پیروی کرنا چاہتے تھے اُس وقت بتایا کرتا تھا وہ بھی  
پہلے کی نسبت لیا دستخط ہوتی تھیں۔ مگر ہر ماٹے سے ہی نظر ہوتا

بھی۔ خاتمہ مردیک اتنا جاتا ہے۔ وہ اُس وقت اُن کے گنہ کے  
کفارہ کے خیال میں مسخرق تھا اور اُس کام کے انجام پر اُس تک  
اُس کی رُوح کو سخت دھک میں گرہور و جن پڑا۔ یہ غمناک واقعہ نزدیک  
آئی جو تاہم سرن چھ مہینوں کے عرصہ میں اُس نے آخری بار یہ پہلے  
وہ دفعہ یہ مسلمہ میں قدم رکھا اور دونوں دفعہ صاحب قندار اشخاص  
سے سخت مخالفت کی۔ پہلے دفعہ وہ اُس کے گردنا کر کے کے درپے  
ٹوٹے اور دوسری دفعہ سبک سار کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اور یہ حکم اُس  
سے بھی جاری کر چکے تھے کہ جو کوئی اُس سے ملے گا وہ قوم سے  
خارج کیا جائے گا۔ یہ جب لہار کے رزہ ہونے سے وہی دور تھا  
کے دور دونوں کے پاس عام لوگوں میں بدش و سرور کی رُوح بیدار ہوئی  
وہ جن کے کاموں سے دیکھا کہ اُس کو جان سے مارا ہو رہی ہے اور  
ہی بے قصہ۔ مگر اُن کو س میں کیا۔ یہ فیصلہ۔ تاہم سے کوئی ایک  
یاد رہے کہ اُس کے سبب سے کچھ عرصے کے لئے شیخ  
برونیسیم سے جدا کی گئی۔ وہ صرف اُسی وقت تک یہ دشمن سے  
دور رہا جب تک کہ وہ کھڑی نہ آئی جو اُس کے باپ سے اُس کے  
سے مقرر کی تھی



## اکھواں باب کام کا خاتمہ

اب ہمارے خدوند کے کام کا تیسرا سال بھی خاتمہ کو پہنچا اور فرج کی عبد مزدیک آئی کہتے ہیں کہ اس عید کی تقریب پر کم از کم سس یا تیس لاکھ روپیہ یرشلیم میں جمع ہو جانے لگے جو نہ صرف مسلمان کے مختلف علاقوں سے بلکہ دور دور کے ملکوں سے عسکری اور دہری کی مختیاں سہہ کرتے تھے تاکہ اس عید میں جو ان کی فوجی تداریک کی بنیاد سمجھی جاتی تھی شامل ہوں۔ ان میں سے کئی نو سجدہ خیالات اور حقیقی مومنین کے ساتھ آتے ہوں گے اور ان کے ذہنی تصورات اس منظم عید کے ساتھ مطابقت رکھتے ہوں گے لیکن کئی اس لئے آتے ہوں گے کہ پچھڑے ہوئے عمر میں اور دور افتادہ دوستوں کو دیکھ کر دل فٹنہ آکر یہ دور کئی تجارت اور جو پار کے منافع سے ہاتھ گرم کرنا چاہتے ہوں گے۔ پر اس دفعہ بے شمار لوگوں کے دلوں میں ایک اور ہی تحریک پیدا ہو رہی تھی۔ وہ اب کی دفعہ یرشلیم میں عجیب کام دیکھنے کی آفتاب رکھتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ اس دفعہ ہم یسوع کو دیکھیں گے۔ وہ اس کے بارے میں طرح طرح کے خیالات اپنے ذہن میں جماتے ہوئے تھے۔ اگر ہم وہاں نہ گئے تو ہم دیکھیں کہ ہزاروں مسافر جو یرشلیم کو حاصر ہیں راستے میں اس کی ہمت کھٹکوتے

جاتے ہیں اور سینکڑوں یودی جو حملوں پر بیٹھے ایساٹے کو چاک اور ہیر سے یرشلیم کو آ رہے ہیں اس کے نام کا دور دگر رہے ہیں۔ ان کے ان کے اس کے شاگرد بھی وہاں موجود تھے۔ ان کے دل میں بھی یہ آہ جوش رہی ہوگی کہ اب تو لاکھوں لوگ دارالسلطنت میں موجود ہیں اب ہمارا خدوند ضرور یسوع کے پردے کو اتار کر اپنے جلال کو آشکارا کرے گا اور کسی نہ کسی عجیب طرورت سے لوگوں کو قائل کر دے گا کہ مسیح موجود نہیں ہی رہا۔ علاوہ اس کے ہزاروں آدمی ملک کے جنوں جھڑپے آئے ہوئے تھے اور چونکہ چند دنوں سے وہ ان کے درمیان کام کر رہا تھا اس لئے وہ بھی اس کی نسبت کچھ اس طرح کا خیال رکھتے تھے جیسا کہ قبل میں پہلے سال کے آخر میں گیلیلیوں کا تھا۔ اس موقع پر بے شمار گیلیلی بھی حاضر تھے جو اس کی نسبت اچھی دانتے رکھتے اور اس کے متعلق ہر امر میں دلچسپی دکھانے کو تیار تھے۔ لاکھوں انخاص چہروں نے اسے کبھی دیکھا تو نہیں تھا مگر اس کے بارے میں سنا بہت کچھ تھا اور اور ممالک سے بھی آئے ہوئے تھے۔ وہ اپنے دلوں میں یہ امیدیں بیٹھے تھے کہ یا تو ہم اس کا کوئی عجیب معجزہ دیکھیں گے یا اس کی معجزہ بار پانی میں گھونٹ کر پی لیں گے۔ ان سب لوگوں کے علاوہ یرشلیم کے دینی حیدر اور بھی اس کی راہ دیکھ رہے تھے۔ ان کے دلوں میں بھی طرح طرح کے خیالات جوش مار رہے تھے۔ وہ اس گھاٹ میں تھے کہ اب کی دفعہ اگر اور کچھ نہ ہوا تو اتنا ضرور کریں گے کہ آگے کو اسے کام کرنے سے نہ روکیں گے مگر ساتھ ہی یہ خیال بھی ڈرا رہا تھا کہ اگر وہ گیلیلی یا کسی اور صوبہ کے لوگوں کا سپہ سالار بن کر آگیا تو ہمیں ضرور اس کا

قوم کے ساتھ آخری ناجاتی۔ فتح سے چند دن پہلے شروع  
فرم و مارٹھا کے ہمراہ عائد کے گاؤں یعنی بہت علیا میں دروہڑا۔ ست  
عشیا برہمن سے دوپا پیز میں کے ناصیل پر کوہ زمرہ کی جوتی کی دھڑکی  
دھڑکی دھڑکی اور چونکہ وہ برہمن سے گل منصف تھے کار امتداد  
اس کے لیے عین کے رہاں وہاں شہرنا شروع سے لئے زیادہ آرام کا  
باعث تھا۔ عہد کی مشہور ہجرات سے شروع ہونے کو تھیں مگر شروع  
چھ دن پہلے یعنی جمعہ کے روز میرٹھ علیا میں آگیا۔ اس کے بعد کے اتنی  
سب سے پہلے ہی پر ادوں میں اس کے ساتھ تھے جس کی تکلیفیں اس پر  
لی ہوئی تھیں۔ انہوں نے اس کو یہ بھی بتائی کہ تھیں برہمن  
کے ساتھ دیکھا تھا اور اس شخص سے اس میں جو قسم کی نرمی ہو  
کر دی تھی اور اس سے وہ بہت علیا میں لئے نو استوں سے دیکھا کہ  
یہ گاؤں عائد وہ نہ کر کے کے منجر سے سے کوخ رہا ہے اور جب وہ  
یہ سمجھ ہی تھے تو اس سے عیاں ہوا یہ خبر بھیلا۔ کی کہ شروع ہو گیا ہے۔  
پھر جب وہ سب کے روز گرم کر کے تو کو برہمن کی طرف جانے  
وہ نہ دیکھا ہے کہ گاؤں کی گلیاں۔ اس میں اس کی سڑکیں و گلیاں  
سے بھری پڑی ہیں۔ اس میں کچھ تو وہ لوگ تھے جو اس کے ساتھ  
سے تھے۔ اور کچھ وہ اس کے پیچھے برہمن سے گزرتے تھے اور  
بھولے سے اس کے گزرتے ہوئے اس کے منجر سے کی جڑی تھی۔  
اور کوئی اس سے ایسے ہی تھے جو اس سے دیکھتے کو برہمن سے اسے تھے  
اسوں سے اس کو بڑی سڑکی اور گرم جوتی سے نہ کیا اور دھڑکی سے

شروع تھے۔ بن دو کو ہوشیاری۔ مبارک وہ جو خداوند کے نام سے  
ہوتا ہے۔ یہ جہ سے گویا اس کی مسیحا کی مٹی تھی۔ اس لئے  
پس وہ اس منہ کی باتوں سے بچتا تھا اور لوگوں کو روک دیا کرتا تھا  
مگر اس کی دفعہ اس نے نہیں اس ذل سے نہ روکا۔ شاہ راہیں  
لے کر یہ نظارات اکن کی سچی تقطیع سے پیدا ہوئے تھے۔ ہر حال اب  
ایسا وقت آگیا تھا کہ وہ اپنی مسیحا بادشاہی کے دعوے کو چھپا  
سہیں سکتا تھا۔ یہیں یہ یاد رہے کہ جب اس نے اس بھڑکی طرف  
پسے سنا ہوا اعداء کو بتایا تو اس کے ساتھ اس پات کو بھی  
تجلی ظاہر کر دیا کہ مہر کی بادشاہی کی طرح کی ہے۔ چنانچہ اس نے  
ایک گدھی کا بچہ منگوا لیا اور جب اس کے ساتھ گدھوں نے اس پر اپنے  
کپڑے ڈال دیئے تو اس پر سوار ہو کر اور پھڑکے آگے آگے چلے گئے۔  
اس سے اس کو کہ وہ جنگ کے منصباؤں سے اس سے اس کی دھڑکی  
کوئی پر سوار ہو کر برہمن میں میں آگیا بلکہ اس کی دھڑکی کا شہزادہ  
بن کر اس میں داخل ہوتا ہے۔ جب جوتوں کو برہمن کی چوٹی اور  
بھاڑ کے دامن سے گزرتے اور نالہ کرتے تو کو برہمن کے منہ کے  
پھاٹک پر سنا تو وہاں سے منہ کے گدھوں میں سے ہو کر بھڑکی آگے۔  
جوتوں کو وہ آگے بڑھے جاتے تھے اور دھڑکی پادہ ہوتا تھا اور  
دیکھتے دیکھتے گدھوں اور برہمن کی مٹیاں لے کر فحشہ نہ طور پر ملے اور  
نہر نہر سے ہوشیاری۔ ہوشیاری کہتے جاتے تھے منہ کے ہاتھ سے  
اپنے گدھوں کے دروازوں اور مٹاؤں کی کھڑکیوں پر سے ٹھیک ٹھیک  
کر دیکھتے تھے اور پوچھتے تھے۔ یہ کون ہے؟ اہل گلیں اور



کی گئی تھی متفق ہوئے اور اس کے پاس آکر کہنے لگے کہ تو اس کے اختیار سے یہ بات کہنا اور یہ کام کرتا ہے، وہ دیکھ پتے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جو شہادت لیا ہے اور مدنی، عوازل و افتخار و دستار سر پہ رکھے ہوئے بڑے بڑے فرقہ کے ساتھ اس سادہ سے گیلی کے پیچھے بیٹھ گئے۔ لوگوں کا اثر دہم اس عجیب ترانے کو دیکھ رہا تھا۔ حضور کی دہر کے بعد بحث کا بازار گرم ہوا مخالفوں نے وہ سوال پوچھنے شروع کئے جو پتے ہی سے نیا کر رکھے تھے، اور اس میں اپنے کا اہتمام شاید ان اشخاص کے لیے کیا ہو، رشک افلاطون اور غیرت ارسطو سمجھے جاتے تھے۔ ان کا مطلب یا تو خالیہ مخالف سے خاص و عام کے سامنے شکست دے کر شرمندہ کر دینا یا یہ کہ اگر تقریر میں تیز ہو کر کوئی لسان لفظ اس کی زمین سے نکل جائے جو شہادت وقت کی شان کے خلاف ہو تو اس پر بدعت کی تہمت لگائیں۔ چنانچہ انہوں نے اس سے پوچھا کہ قیصر کو حزب دینار و ہپے یا ہیں، وہ جانے پڑے کہ اگر اس سے کہا "ہاں" تو اس کا تمام جرم و عہد ان پر پڑے گا۔ ایک دم میں کانور ہو جائے گا کیونکہ قیصر کی حکومت کے تابع رہتا لیکن ان کے اُمیدوں کے باطل پر خلاف تھا اور اگر اس نے کہا "نہیں" تو پھر اسے قیصر سے باغی ثابت کر کے رومی حاکم کے دربار میں اس پر سرکشی کی تاملش دائرہ کر کے لگے۔ وہ ان کے بھندوں میں کب آئے وہاں تھا۔ پس وہ بڑی ہمت تک ان کے حملوں سے بڑی خوبی کے ساتھ اپنے آپ کو بچا رہا اور آخر کار اس کی صاف دلی نے ان کی یہاں کاری کو فاش کر دیا اور اس

کے طریق استدلال کی راستی نے ہرگز نہ کو جو اس پر چلایا جانا تھا مخالفوں ہی کے سینے میں جا گاڑا۔ اب جب ان کا منہ بند ہو گیا تو اس نے ان پر حمد شروع کیا اور ان کی صداقت کی کسی جگہ بھی نش کر کے تمام حاضرین کے دہم ہو ان کو ایسا شرمندہ کر کے وہ پانی پانی ہو گئے اور پھر اس کی زبان سے وہ غضب آمیز اور دہشت انگیز الفاظ نکلے جو ملتی کے تیس سو تین باب میں درج ہیں جن سے ان کے وہ عیوب جن پر اب تک خاصوشی کا پردہ پڑا تھا صاف طور پر ظاہر ہو گئے اور عادات و حرکات پر سے وہ پوست اُٹار ڈال گیا جس نے ان کی ریاکار طبیعت کو باطل چھپا رکھا تھا اور ایسے کلمات ان کے حق میں کہے جو بھل کی طرح ان پر گرے اور ان کو نہ صرف اس وقت صوب لوگوں کے سامنے شرمندہ کیا بلکہ مہینہ کے لئے ان پر شرمندگی کی ٹھہر لگا دی۔ لیکن ان باتوں کے موجب سے ناچاقی اور بھی بڑھ گئی کیونکہ یہ لوگ ملک کے سردار، وہ قوم کے رہبر سمجھے جاتے تھے۔ ہزار ہا آدمیوں کے سامنے عجز اور شرمندگی کے بیخبر ہیں گو قنار ہونا ان کے لئے بڑی حقارت کا موجب تھا۔ سو انہوں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ گستاخیاں ہماری بروہمت سے باہر ہیں، اور جب تک ان کا ہر نہ سے نہیں گئے تب تک ہم بھی ان کا نام کی نہیں دے سوتیں گے پس منیہ شہر میں کے شرکاء و طش میں آکر اسی نام کو فراہم ہو گئے اور اس غرض سے فراہم ہوئے کہ اس کے نام و نشان کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کی تدبیر نکالیں۔ لیکن یہ



کو نیکو کہیں یا رتبہ کے پست سے ان کی حاضرت اور مجتہد کا دروانی کو دیکھ کر کچھ نہ گفت کی ہو مگر انہوں نے ان کو بھی دھمکا کر خاموش کر دیا اور پھر بالافتی یہ فیصلہ کیا کہ قرین مصالحت ہی ہے کہ یسوع جان سے مار جائے۔ اب وہ چاہتے تھے کہ فیصلہ جس قدر جلد ہو سکے جس میں آئے عزم واقع اس خواہش کے برخلاف تھا۔ کیونکہ کم از کم متقدمی دستوروں اور قانون کی پیروی کرتا ان پر لازم تھا۔ دوسرا اس کے وہ تمام اجنبی جو اس وقت یروشلم میں آئے ہوئے تھے یسوع کو عزت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ پس ان سرداروں کو بہ اندیشہ دس گبر ہوا کہ اگر ہم نے اسے ان لوگوں کے گروہ کو گرفتار کیا تو کما جائے کیا ہو جائے۔ بہرہ مناسب ہے کہ جب تک مشافہہ نہیں ہیں تب تک اس کو بچھڑ نہ کما چکے لیکن ابھی وہ اس بات کا فیصلہ کرنے نہیں پاتے تھے کہ ایک ایسا واقعہ سرزد ہوا جس کی توقع ان کو ہرگز نہ تھی اور جس نے ان کے دلوں کو شاد کر دیا۔ وہ عجیب واقعہ تھا کہ اسی کے شاگردوں میں سے ایک نے ان سے وضاحت کے لئے آگے بڑھ کر اسے بکڑواتے گا دھمکا۔

یہودیہ اسکریوٹی وہ نام ہے جس سے ہرگز و ناخس واقعہ ہے۔ مشہور و معروف شاعر و شاعر نے اپنی کتاب "دوسرے کی روایت" میں اس شخص کو تمام درود اور سزا یافتہ اشخاص کے درمیان سب سے پہلی اور اعلیٰ جگہ دی ہے اور اس طرح ظاہر کیا ہے کہ گویا وہی اکیلا اس سب سے جہت دار ہے جو خدا کی طرف سے بلیس جین پر نازل ہوئی ہے اور جو فتوے اس سے مرنے اس

پر لگایا ہے وہی تمام غیروں میں پر لگاتے ہیں۔ پھر بھی یہ کہنا سبب نہیں کہ وہ ایسا شرارت کا پتلا نہ تھا کہ اس کی کارروائی سمجھ میں نہ آئے یا اس کے ساتھ ذرا بھی ہمدردی نہ کی جائے بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس کے گرد جانے کا افسوسناک واقعہ بخوبی سمجھ میں آ سکتا ہے اس نے بھی دوسرے دشمنوں کی طرح ایسی امید سے اس کی شاگردی اختیار کی تھی کہ ایک ایسا وقت آئے گا جب مجھے ایک بڑی ملکی تحریک میں شمول ہونے کا فخر حاصل ہو گا اور فتح کے بعد مسیح کی زمینی بادشاہی میں مجھے ایک اعلیٰ منصب عطا کیا جائے گا۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر اس میں پہلے کسی طرح کا خوش اور محبت کا کوئی اظہار دکھائی نہ دیتا تو شاید مسیح اسے بڑوں کے گروہ میں داخل نہ کرتا۔ دشمنوں کی جماعت میں وہی ایک ایسا شخص تھا جس کے ہاتھ میں درویش کی تنہا برکت تھی اور اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ وہ نہایت بھرتیل اور انتظامی معاملات میں صاحبِ طاقت آدمی تھا، ہر قسم کی شخصیت کی بڑھاپہ وہ جھٹک لگا کرتا تھا جس نے رفتہ رفتہ ان تمام اچھی صفوں کو جو اس میں پائی جاتی تھیں کھالیا اور آخر کار ایک ہوناک جذبے کی شہوت اختیار کی۔ یہ کیڑا وہی تھا جسے مذہبی دوسری کہتے ہیں۔ اس نے اس کیڑے کو محبت سے پالا۔ چنانچہ شروع میں اس نے اس خیریت میں سے جو یسوع کو اس کے شاگردوں کے لئے یا ان غریبوں کی مدد کے واسطے جن سے وہ ہر روز گھبراتا تھا، دی جاتی تھی۔ بعد ازاں غصہ پڑا چرانا شروع کیا اور یہ تمہید رکھی کہ جب میں مٹی

بادشاہی میں شاہی خزانوں کا گھرانہ مقرر کیا جہاں گا تو درگھول  
کہ زہر پرستی کی پیاس بجھوں گا۔ اب اس میں شک نہیں کہ بعد میں  
دوسرے رشوولوں کے خیالات بھی اسی قسم کے دیوی تھے لیکن  
ان کے اور اس شخص کے حال میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ وہ تو  
پہلے تو رشوولی بننے جاتے تھے مگر یہ ہر گھڑی دیوی مہراج میں  
ترقی کرتا جاتا تھا۔ صبح کی صبح حیات میں تو بے شک بانی رشوول  
بھی کبھی اس منزل تک نہ پہنچے کہ رشوولی بادشاہی کو زمین پر بادشاہی  
سے بالکل جدا سمجھنے لگے اور خود اس نقص کے جو کچھ ان کے آستانہ  
نے ان کو روحانیت کی بابت سکھایا وہ ان کے دل میں گھر کر  
گیا اور رفتہ رفتہ اس قدر ترقی کر گیا کہ دنیوی کے خیالات کو  
رشوولی تصورات بالکل الگ سمجھنے لگے یا پھر کہ دیوی بادشاہی کے  
خیال کا ایک چھلکا سا باقی رہ گیا اور وہ بھی جب وقت آیا تو جیسے  
کا طرح اڑ گیا مگر یہ وہ اس کے خیالات دن بدن دیباہی میں  
پڑھنے لگے اور اس کی رشوولی طویریاں روز بہ روز زائل ہوتی گئیں یہاں  
تک کہ وہ اپنی خواہش کے بسبب سے بے چین ہونے لگا کیونکہ وہ چاہتا تھا  
کہ میری ہمت ایک دم میں پوری ہو جائے۔ منادی کرنا اور شفا بخشنا  
اس کے نزدیک صرف وقت ضائع کرنا تھا اور اسی طرح رشوول کی  
پاکیزگی اور اس کا دنیوی عزت و حرمت سے بے پروا ہونا  
کی جان کا ہال تھا۔ وہ کہتا تھا کہ رشوول اپنی بادشاہی کو پہلے قائم  
کیوں نہیں کر لیتا؟ اس کے بعد حتیٰ منادی کرنا چاہے کرے۔  
جب اس نے دیکھا کہ جس بادشاہی کی ہی توقع کئے بیٹھے ہوں وہ

کبھی موجود میں نہیں آئے گی تو اس نے اپنے دل میں کہا کہ میں نے بڑا  
دھوکا کھایا اور جب یہ خیال اس کے دل میں جم گیا تو وہ نہ صرف اپنے  
استاد کو نظر حقائق سے دیکھنے لگا بلکہ اس سے متفرق بھی ہو گیا اور  
پھر جب اس نے اور کے روز جب کہ لوگ کچھوڑ کی ڈالیاں پھالتے  
اور پلاٹے تھے یہ دیکھا کہ رشوول ان لوگوں کی تیاری سے کچھ فائدہ  
نہیں اٹھانے چاہتا تو اس کی رسی ہسی اُتید بھی جاتی رہی اور اس  
نے سوچا کہ اب رشوول نہ صرف کی پیردی کن ماسک نصول ہے پس  
اس نے اپنے دل میں کہا کہ اب تو جہ ز غرق ہونے پر ہے۔  
میں کیوں مفت میں اپنی جان کھوؤں۔ بہتر ہے کہ اس کشمکش سے  
گود کر سلامتی کے کنارے پہنچ جاؤں اور اس کے ساتھ ہی یہ  
خیال آیا کہ اب مجھے رشوولوں کے زمرے سے نکلنا تو ہے ہی ایسے  
طور پر کیوں نہ نہیوں کہ ایک پیشہ دو کالج کی شل میرے حق میں  
پوری ہو۔ پس کوئی ایسا طریقہ اختیار کروں کہ جب بھی گرم ہو اور  
یہودی سوداگر بھی احسان مند ہو جائیں۔ ان نالائقی خیالات نے اس  
کو ایسا اندھا کر دیا کہ وہ یہودی حاکم کے پاس حاضر ہوا۔ اور ایسے  
موقع پر حاضر ہو جب کہ اس کی مدد کی ان کو اشد ضرورت تھی۔  
پس انہوں نے اس کی مدد کو غنیمت سمجھا اور دام بٹھرا کر اسے روزگار  
یا اندھا کر دیا کہ جب اچھا موقع ملے آئے تو ہمیں خبر دینا۔ جس جلدی  
سے اس نے اپنے مناسب کام کو پورا کیا انہیں اس کی امید بھی  
نہ تھی چنانچہ جس رات یہ یعنی سوداگر گیا اس سے دوسری رات  
اس نے اپنے مہربان اور محسن نجات دہندے اور استاد کو فاعول

کے پیر کیا۔

یہ شروع اور موت ہے۔ اس ہفتہ میں موت اپنا منہ کھولے  
یہ شروع کے سامنے کھڑی تھی اور جو حالت اس کی اس وقت تھی  
اس کی یاد سے بڑھ کر اور کوئی بیش بہ خزانہ ہمارے پاس موجود  
نہیں۔ تو ہر وقت اس کی جلیل اور جلیل سیرت اپنا جلوہ دکھاتی  
وہ تھی تھی مگر اس نے قابل برداشت عجیبیت کے دنوں میں پوشوکت اور  
علیت نمایاں ہوئی اس کا بیان انسان بالکل نہیں کر سکتا۔ اتنا کہنا  
کافی ہے کہ اس قلیل عرصہ میں اس کی سیرت کی سب سے شان دار  
اور نہایت طاقتور خاصیتیں اور اس کی انسانی اور الہی ذات کی بے نظیر  
ثوابی روز روشن کی طرح ظاہر ہوئیں۔

یہ تسلیم ہے اس نے سے کہیں ہے اس کو محکوم تھا کہ میں وہاں صاف  
سے مارا جاؤں گا بلکہ میں کب چاہے کہ ایک سال سے یہ کاٹا اس کے  
دل میں کھٹک رہا تھا اور وہ جانتا تھا کہ میرے باپ کی یہی مرضی  
ہے کہ میں اسی طرح اس دنیا سے کوچ کروں اور جب وقت آیا  
تو اس نے ایک لمحہ شمال دلیری اور بہت سے مقبر کی طرف قدم اٹھایا  
مگر بڑی جلد و جہد کے ساتھ طرح طرح کے خیالات اس کے دل  
میں پیدا ہوئے۔ کبھی اسی پھل جاتی تھی اور کبھی جو غم پیدا ہوتا  
تھا۔ کبھی دیر تک دریا سے فکر میں ڈوبا رہتا تھا کبھی فتح مندی کی  
خوشی اور سلامتی کے خیال سے بھر جاتا تھا غرضیکہ مختلف قسم  
کے خیالات اس کے دل میں سمندر کے تہ و جزیر کی طرح موجزن  
ہو رہے تھے۔

بعض لوگ ڈرتے ہیں اور یہ نہیں کہنا چاہتے کہ جس طرح عام  
انسان موت سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں اسی طرح وہ بھی اس  
سے دور رہنا چاہتا تھا پر وہ اپنے دل کی مشغول وجہ پیش نہیں کرتے۔  
ہم یاد رکھیں کہ یہ احساس قدرتی ہے اور بالکل اپنی ذات میں بے تد  
ہے اور تعجب نہیں کہ اس میں یہ احساس ہماری نسبت زیادہ پایا  
جاتا ہو کیونکہ اس کا جسم بالکل پاک تھا اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے  
کہ وہ اس وقت نوجوانی کی حالت میں تھا۔ یہ اس کی فکر کا نتیجہ تھا  
سال تھا۔ زندگی کی دھارا بہت سے زور شور سے بہ رہی تھی اور  
تمام جہات کی طاقت سرسبز تھی۔ پس جوانی کی طاقتوں کا جو سیل  
رواں کی طرح بہ رہی تھی ایک بیک شوکھ جانا اور نخل زندگی  
کا مڑھنا جانا بے شک اس کو ناگوار گذرنا ہوگا۔ اسی درد کو  
ایک واقعہ سے جو پیر کے روز سرزد ہوا اس کے دل میں شدت  
سے پیدا کر دیا۔ چنانچہ چند یونانیوں نے اس کے در شاگردوں  
کے پاس آکر کہا کہ ہم یسوع کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس زمانے  
میں کئی میت پرست لوگوں نے جو یونانی عملداری میں رہا کرتے  
تھے اپنے زمانے کی بیدینی اور بد اخلاقی سے تنگ آکر ان  
یہودیوں کے مذہب میں پناہ پائی تھی جو ان کے درمیان مقیم  
تھے اور یہ وہاں کی بدستش اختیار کی تھی۔ یہ یونانی بولسوع  
کو دیکھنا چاہتے تھے اسی قسم کے لوگوں میں سے تھے مگر ان کی  
درخواست نے اس کے دل میں وہ خیال پیدا کیے جن کا جواب بھی ان  
کو کبھی نہیں آیا تھا۔ مسیح کو فقط دو یا تین مرتبہ ان لوگوں سے ملنے کا

اتفاق ہوا، وہ فلسفین کے ردِ گرد کے ملکوں میں رہتے تھے۔ مسیح صحتِ سرکاری کی کھوٹی ہوئی بھڑوں کے سٹے آیا تھا مگر جب اُسے ایسے لوگوں کے ساتھ ملاقات کرنے کا موقع ملا اُس نے اُن میں ایسا ایمان اور ایسی مشرقت پائی کہ کئی موقعوں پر اُس نے خود بخود یوں کی بے اعتدالی اور بے دلی اور کینٹلی سے اُن کا مقابلہ کیا۔ ب یہ خیال بار بار اُس کے دل میں آتا ہر گاہ کہ کاش میں فلسفین کی حدود کو چھوڑ کر اُن قوموں سے جا ملوں جن کی طبیعت ایسی سادہ اور ایسی فیاض ہے۔ اُس کی آنکھوں کے سامنے بار بار اُس کے کام کے معلق ایسے نظارے آئے ہوں گے جیسے بعد میں پلوں کو نصب ہوئے جس نے جابجا مسیح کے نام کی شادی کی اور ابھڑا اور زہم اور دیگر بڑے بڑے مغربی مرکزوں میں جا کر اُجس ساں۔ اگر مسیح بھی اسی طرح کام کرتا تو اُس کو کیسی خوشحال ہوتی، کیونکہ اُس کے اندر ت کی نہیاں جاری اور رحمت کا دریا موجزن تھا اور یہ بعضیں اس قسم کے کام سے خاص مناسبت رکھتی ہیں۔ یہ موت اُتیا ہوں کے چراغ کو بجھانے کے سٹے سامنے کھڑی تھی۔ پس ان یونانیوں کی ملاقات نے ایسے خیالات کا سلسلہ برپا کر دیا کہ اُن کی درخواست کا جواب دیتے کے عوض وہ رنج کے بھنور میں پڑ گیا چہرے پر اُدا سی چھا گئی اور تمام بدن نمونہ جہد و جد کے سبب کانپ اُٹھا مگر یہ نساگ حالتِ خود کا اور نہ گئی، اور اُس نے اُن خیالات کو جاہر کیا جن کے وسیلے سے ان دونوں اپنی روح کو معفیوہ کیا کرتا تھا۔ وہ خیالات ان الفاظ میں

قلندر ہیں، جب تک گیموں کا دائرہ زمین میں گر کر نہیں جاتا اکیلا رہتا ہے لیکن جب مرجاتا ہے تو بہت سا پھل لاتا ہے اور میں گر زمین سے اُٹھنے پر پھر پھل جاؤں گا تو صحت کو اپنے پاس کھینچ لوں گا۔ ان کلمات مبارک کا کیا مطلب ہے؟ کیا ان کا یہ مطلب نہیں کہ اگر بہت اُس کو بڑی مصیبت کا معلوم ہوئی تھی تو بھی اُس کی حقیقت شناس نہ تھی اُس کے برے تک دیکھتی تھی اور وہ جانتا تھا کہ اگر یہ شخصی طور پر غیر فہموں میں جا کر کام کرتا تو اس کا اثر اور نتیجہ ایسا عظیم اور وسیع نہ ہوتا جیسا اب میری قربانی سے پیدا ہو گا لیکن ان تمام خیالات کے علاوہ ایک اور خیال اُس کے دل میں موجزن تھا جو ان سب پر حاوی تھا۔ چنانچہ وہ سوچتا تھا کہ یہی موت تو وہ موت ہے جو میرے باپ نے میرے لئے مقدر کی ہے۔ یہ خیال نہ رتسلی کی سڑ اور ہمیشہ کا منبع تھا اور اسی سے وہ اپنی خاکسار اور شریک روح کی تسلی پس پسر کے مشکل وقتوں میں کیا کرتا تھا۔ ”اب میری جان گھبراتی ہے۔ پس میں کی کہوں؟ اُسے باپ مجھے اس گھڑی سے بچا لیکن میں اسی سبب سے اس گھڑی کو پہنچا ہوں۔ اُسے باپ اپنے نام کو حلا دے“

بسم بہ بھی یاد رکھیں کہ موت اُس کے پاس کہیں نہیں آئی بلکہ ہر طرح کے مہنت ناک معذوں کو اپنے ساتھ لے کر آئی مائوں کہیں کہ کئی واقعات اُس کی موت کے ساتھ ایسے والہتہ تھے جنہوں نے اُس کے پیارے کو اور بھی تلخ کر دیا۔ اُن میں سے ایک یہ تھا کہ اُسے اپنے سی شاگرد کے زریب کا نشانہ بننا پڑا جسے



اُس نے جس کرا اپنے آخر حق محبت میں جگہ دی تھی اور پھر دیکھئے کہ کوئی غیر قوم اُس کی جان کے درپے نہ تھی بلکہ اُسی کی قوم اُس کے خون کی پیاسی تھی اور وہی تھرا اُس کا مقتل بنا جسے وہ اپنی جان سے زیادہ عزیز جانتا تھا۔ وہ تو اُس سے لے آیا تھا کہ اپنی قوم کو عرض ملک پہنچائے اور اُسے دلی و جان سے پیار کرتا تھا کیونکہ اُس کے تمام حالات سے خود ہی بُری واقفیت رکھتا تھا اور اُن لوگوں کو خوب جانتا تھا جو اُس کی مانند اُس سے ہیں اُس کو پیار کرنے کے لئے گزر گئے تھے اور اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ میں اُس کے لئے کیا کچھ کر سکتا ہوں اور یہ بھی جانتا تھا کہ اگر میں مارا گیا تو فلسطین اور یروشلم پر ہزارہا قسم کی لعنتیں نازل ہوں گی۔ سچی کی وینچل کے چوبیسویں باب میں وہ الفاظ قلمبند ہیں جو اُس نے منگل کی تمام کو اپنے شاگردوں کے درمیان اُس وقت بیان فرمائے جس وقت وہ کوہ زیتون پر بیٹھے تھے اور وہ شہر جس پر تہرانی نازل ہونے والا تھا اُن کے سامنے تھا۔ اُن الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ اُس نے اُن واقعات کو جو یروشلم پر حادث ہوئے کورسے بڑی صفائی سے دیکھا۔ اگر ہم اُس کے غم کا اندازہ لگانا چاہیں تو اُن کلمات کی طرف متوجہ ہوں جو اُس کے لبوں سے اقرار کے روز نکلے۔ وہ وقت اُس کی فطرت کی کا وقت تھا جو لوگ خوشی سے معمور تھے اُس کو خوشی کے نغمے مارتے ہوئے آگے لئے جاتے تھے مگر جب وہ اُس مقام پر پہنچا جہاں یروشلم ایک ایک کی آنکھوں کے سامنے نمودار ہوا تو وہاں ٹھہر گیا اور نہایت گریہ و زاری کے ساتھ

اُن حوادث کی جو اُس پر نازل ہوئے والے تھے موت کرنے لگا۔ لازم تو یہ تھا کہ وہ دن یروشلم کی شادی کا دن ہونا، اُن دن ن خد سے بیٹے کے ساتھ شادی کر کے اس لہجہ کو جس میں چاہئے تھا مگر حسن کہوں، وہاں تو وہ زردی اور سردی یروشلم کے منہ پر بھائی ہوئی تھی جو موت کے وقت مرنے والوں کے چہروں پر نمودار ہوتی ہے۔ پس وہ جو اُسے اپنی چھاتی سے لگائے کو پیار تھا اور جس طرح مٹھی اپنے بچوں کو اپنے پروں سے چھپاتی ہے اُسی طرح اُس کو اپنی رحمت کے سائے تلے بیٹے کو آواز دے کہ اب دیکھتے ہے کہ ذرا غم و زخم ہوا میں اُڑ رہے ہیں اور مضطرب ہیں کہ فوس کے گشت و پرست کو نوح کرکھا جائیں۔

اس ہفتے میں وہ بروز شام کے وقت بیت عنیا کو کوٹھا جاتا تھا یہ کبھی لمبی مان کر تہیں سوتا تھا۔ اعلیٰ ہے کہ اُس نے اپنی کئی راہیں اس چلتے میں تنہا جاگ جاگ کر کاٹیں۔ غالباً وہ اکیلا پیادگی غیر آپاد چوٹی پر جایا کرتا تھا یا اُن فریون کے درختوں اور یاغوں میں جو پھاڑ کے بیڑوں میں لہراتے تھے جا کر اپنا وقت کاٹتا تھا اور نامکن نہیں کہ بار اُس سڑک پر بھی جاتا ہوگا جس پر سے اوار کے روز جلوس گزرا تھا اور جب چلتے چلتے اُس موقع پر پہنچتا ہوگا جہاں ایک دفعہ پہلے شہر تھا تو وہ دی میں سے شہر یروشلم کو دیکھتا ہوگا جس کے رہنے والے رات کی خاموشی اور چاند کی روشنی میں نیند کے مزے لینے تھے اور اُسے دیکھ کر ایسے جگہ و گارناے بلند کرنا ہوگا جو اُس کو جس سے بھی جس نے اوار کے روز لوگوں کے دل

بلدے کیسے زید و درو گیز ہوتے ہوں گے اور کئی ہزارات کی  
تہائی میں اپنے تہنہ دل کو ڈھری صدقت، آمیز مائیں گھٹانا ہو گا جو اس  
نے یوں مائیں گے سانسے بیان قرائیں :

اس وقت وہ بالکل کھینٹا، ایسا کہ اس کی غم ناک تھن کی کوڑھ  
کر دل پاش پاش ہو جاتا ہے۔ ساری دنیا اس کی مخالفت پر تھی  
کھڑی تھی یہ شلیلیم کے لوگ جس کے مارے اس کی جہاں کے  
ہاں تھے اور جو پھر سے آئے تھے وہ بھی پاؤں ہو کر ڈوڑاں  
پر گئے تھے اور نہ کوئی اس کے رسولوں میں ایسا تھا جو اس کو  
حسد سے بھری نظریں واقف ہوتا اور اسے اپنا ہم راہ مانتا۔ بلکہ  
سے بھی اس بات کی توقع تھی۔ اس ہولناک تہنہ کی نے اس  
کے تیج یاسے کو اور بھی گڑبڑ بنا دیا اور اس نے محسوس کیا کہ اس  
ہات کی ضرورت ہے کہ اس مرنے کے بعد بھی جنت میں رہے اس نے  
دیکھا کہ ہر بادشاہی میں قتل کرنے کے لیے آئے ہوں اسے غنا میں ہونا چاہیے  
وہ تو تمام دن کے لئے ہے اور اسے تمام پیشہوں کے دروازوں میں  
دام رہنا اور دنیا کے ہر حصے میں پھیلنا ہے مگر مرنے کے  
بعد یہ کام میرے رسولوں کے ہاتھ میں آئے گا جو اب اپنے تئیں ایسے  
کو دور دراز کے دور اور بے غم ظاہر کر رہے ہیں۔ کیا وہ اس کام کے  
لاؤ میں آگ ان میں سے بھی ایک دشمن نہیں نکلا، کیا میرے پیچھے میرا  
کام دشمن دشمنوں نے اس کو اسی طرح کہہ کر آگیا، تباہ نہیں  
ہو جائے گا اور میری وہ تمام تدبیریں جو دنیا کی اصلاح کے لئے  
کی گئی ہیں کافور میں ہو جائیں گی ؟

لیکن وہ حقیقت میں کیسا نہ تھا۔ وہ درختوں کے گھنے سائے  
میں جا کر اور کوہ زینوں کی چوٹیوں پر چڑھ کر اس بے زوال تسلی کو  
دھونڈتا تھا جو اس سے ان دنوں میسر نہ تھی جبکہ ہنوز اس کی طبیعت  
اس شدت کو نہیں پہنچی تھی اور وہی تسلی اس کو اس بے بیان فکر کے  
وقت کثرت سے حاصل ہوتی۔ اس کا باپ اس کے ساتھ تھا۔  
جب اس سے رو کر اور آفسو بہا کر دی مائی نو اس کی کسی گئی  
بلکہ وہ خود اسے ڈرتا تھا۔ اس نے اپنی شوح کی بے عینی کو اس  
خس کے وسیلے سے دور کیا کہ جو کچھ مجھ پر بہت دانا ہے اچھے باپ  
کی حکمت اور محبت نے بھیجا ہے اور میں اپنے باپ کا جہاں تھا کرتا  
ہوں اور وہ کام کر رہا ہوں جو اس نے میرے لیے دیکھا ہے۔ اس خیال کے  
وسیلے سے وہ ہر طرح کے خوف کو دور اور اپنے اس کو ایک بے بیان  
اور رنجیدی خوشی سے معمور کر سکتا تھا۔

آٹھ کارش قہ کا وقت اپنی یعنی جمعرات کی وقت م آگے جبکہ درسلم  
کے ہر گھر میں قح کھایا جاتا تھا۔ لیٹو بھی پہنے پاؤںوں کے  
ساتھ کھانے پر بیٹھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس دن میں یہ میری آخری  
رات اور میرے دوستوں کے ساتھ یہ میری آخری ملاقات ہے۔ یہ بھی  
خوش قسمتی سے اس وقت اور موقع کا شہنشاہی صلہ ہمارے ماس ہو چکا  
ہے جس سے ہر بھی کم و بیش واقف ہے یہ وقت اس کی زندگی  
میں ایک عظیم الشان وقت تھا۔ اس کی راج تک سے یہاں جنت  
اور جہاں سے معمور تھی۔ اسی شام کے شروع میں غم کے پادوں نے جی  
ناری کی کچھ کچھ سایہ اس پر ڈال دیا مگر اب وہ بالکل غائب ہو گیا تھا۔



وہی رات کا وقت پسند کیا۔ بیوی سرداروں کے نزدیک بھی یہی وقت زیادہ موردِ وثقہ تھا کیونکہ وہ اُن گیلیوں کے مزاج کو خوب جانتے تھے جو اُس وقت شہر میں آئے ہوئے تھے۔ وہ اُن سے بہت ڈرتے تھے۔ پس وہ سوچتے تھے کہ اگر صبح ہوئے سے پہلے پورے گروہ پر چائے اور ٹیس پر قوم اور حاکم کی طرف سے سزا کا فتوے لگ جائے تو یہ بھی کسی طرح کا خوف نہ رہے گا کیونکہ

اس وقت ہم اُسے ایسے جرم کی صورت میں لوگوں کے سامنے پیش کریں گے جو انہرے قتلِ سزا کے لائق سمجھا گیا ہے۔ یہ لوگ اپنے ساتھ لاشیں اور متعلقات لائے کیونکہ ڈرتے تھے کہ کہیں یہ نہ ہو کہ وہ کسی مقام پر گس جھٹے یا جس جگہ میں اُس کا بچھا کرنا پڑے مگر اُن کا یہ خیال غلط تھا کیونکہ جب وہ بارگ کے دروازے پر پہنچے تو مینور محمد بخور اُن کے پاس آیا اور اُس وقت اُس کی پیر جھل اور پیر شوکت حصوڑی نے اُس کے منہ لعلوں پر اب انکھیا کہ وہ ٹوکھا کر گریڑے۔ اس کے بعد میں نے اپنے آپ کو اُن کے حوالے کیا اور وہ اُسے قہر کی حرف لے گئے۔ رات کا باقی حصہ اور صبح کا وقت اُن قادیانی رسوم کے ادا کرے میں گلابن کا بچا لالہ لڑھی امرتھا۔ لیووع کے نماز چاٹنے لکھ کر حسب تک یہ قادیانی منز میں لے رہوں تب تک وہ جہل سے نہیں رہا جاسکتا۔

مسیح کی مہستی دودھلا سنوں میں ہوئی مران میں سے ایک دینی  
آورد دوسری سرکاری خفیہ کوہ ہر ایک کی تین تین مہر میں نہیں۔  
(۱۸)

پہلی پیشی، جسے جنت کے پھر کا لٹھا کے اور پھر صلیب پر دم کے ساتھ  
 چوٹی۔ صلیب پر دم کے ساتھ وہ دو مرتبہ ۱۱۔ ایک دفعہ اس وقت جبکہ  
 صلیب پر صلیب پر دم کے ساتھ وہ دو مرتبہ ۱۱۔ ایک دفعہ اس وقت جبکہ  
 دفعہ اس وقت جبکہ ان کی مجلس باقاعدہ طور پر فرام ہو گئی تھی۔  
 صلیب پر دم کے ساتھ وہ دو مرتبہ ۱۱۔ ایک دفعہ اس وقت جبکہ  
 صلیب پر دم کے ساتھ وہ دو مرتبہ ۱۱۔ ایک دفعہ اس وقت جبکہ

اگر ٹپچا جاسکے کہ این دوسری دوسری پیشوں کا کہ سبب تھا  
 تو اس کا یہ جواب ہے کہ اس دوسری پیشی کا، نہ ملک کی پالیسی  
 حساب تھی۔ ہم کوئی مارتا چکے ہیں کہ بہت دیر دوسرے کے قبضے میں  
 تھا اور اس زودی غیور کا جھگڑنا جانا تھا جو سر ریٹ راہ کر لیا،  
 تھا اس کا دوسری حاکم قبضہ میں رہا کرتا تھا۔ مگر دوسروں کا یہ  
 معویں تھا کہ حق سمالک کو ایسے قبضے میں لے لے گئے اس میں ان کے  
 طریق حکومت سے داخل مجرم نہیں کیا کرتے تھے۔ اس میں وہ نہیں  
 کہ وہ رہے کے عدا سے حکمران لکھا کرنے تھے۔ حصول اور درہم تری  
 سبھی سے لینے تھے۔ انہی سے کو جو پانچ لاکھ روپے دے دے  
 دود کہ دیتے تھے، اور دے دے رقبوں پر سے اختیار اور حکومت  
 کا مکمل کرنے سے بار نہیں لے گئے تھے مگر ناچو، اس معنی اور حکم سے کہ  
 اپنی مصروفیتوں کو ایسے ایسے نوعی دستور جاری نہ گھسے کی اجازت  
 دیتے تھے جو ان کے فائدہ خفنا اور وہ سے ہر کسی عیج کی حصول قدرتی  
 ہیں کہ ان کے لئے خشوع سے یہی معاف ہیں تو یہ اور کی سب کو دیکھا جاتی  
 تھی۔ بین مندرم کو جو پانچ لاکھ روپے دے دے، ان کی ملک غور عین



اب تک دینی معنیت کا فیصلہ کرنے کا احتیاج خاصہ  
 کبھی سنیڈرم کسی مجرم پر یہ فتویٰ لگا دیا جتنی جتنی کہ  
 حواسے اس مجرم کو قیصر یہ بھی طرٹ کھاتا کہ اس  
 رومی حاکم خود کرے اور اگر وہ سنیڈرم کے فیصلے کی  
 مجرم جان سے مارا جاتا تھا اور یہ مری ہو جاتا تھا  
 ایسے موقع پر یہ تسلیم میں حاضر ہوتا تھا کہ مجرم کو قیصر یہ نہیں جانا  
 پڑتا تھا۔ بے شک وہ مجرم جو مسیح پر لگا گیا وہی تھا اس لئے  
 اسے یہودیوں کی دینی کبریٰ میں کاٹا پڑا رو جو سنیڈرم سے اس  
 پر لگا ہوا تھا کہ وہ حیاں سے مارا جائے مگر رومی قانون کے مطابق  
 سنیڈرم کو یہ طاقت حاصل رہتی کہ اپنے فتوے کو پ عمل میں  
 لائے۔ پس ضرور تھا کہ وہ جسے رومی حاکم کے حضور بھیجا جائے جو اس  
 وقت پریشکر میں حاضر تھا کیونکہ فصیح کی تہرب پر وہ ہمیشہ پریشکر میں  
 آتا تھا۔ تب ہم ان جہان گداز واقعات کا جو ان پیشکوں سے  
 وابستہ ہیں سمجھ مفضل حد میں بیان کر رہے۔

مسیح کے دشمن ہیں اس کو حق کے صل میں بے گتھے۔ بہر فرقت  
 اس وقت اس ملل نکلا تھا اور سبیل میں تک سردار کا من وہ کچکا  
 تھا۔ اگرچہ وہ اس وقت کماخت کے غم سے پر مامور نہ تھا تو بھی  
 لوگ اس کو سردار کا سنیڈری کہا کرتے تھے اور اس کے بارے میں  
 بھی اسی نقب سے ملقب تھے حالانکہ اب میں سے بھی کوئی  
 اس وقت اس مجرم سے پر مامور نہ تھا۔ اس وقت جو شخص اس رتبہ  
 پر تھا وہ کاٹا تھا جو حیا کا امان تھا۔ مگر سب اپنی جبری اور

لیاقت اور شانہ انی مقدوت کے بڑا بڑا گھمسان تھا اور گو وہ  
 اس وقت انتظار میں طور پر سنیڈرم کا مہربان نہ تھا تو بھی حقیقت  
 میں کسی نشین سونے کی عزت اس کو دی جاتی تھی مگر اس سے  
 مسیح کے متعلق میں کوئی رائے نہ تھی۔ وہ صرف اسے دیکھتا اور  
 چند سوالات پوچھتا جانتا تھا۔ پس تھوڑی دیر کے بعد اس نے اسے  
 کاٹ کے پاس بھیج دیا۔ کاٹ کا نعل حق کے محل سے عابا بہت  
 دور نہ تھا، بلکہ اس قہار میں واقع تھا جس میں یہودی خدا پرست  
 کرتے تھے۔ کاٹ سردار کا بن بھتا اور سردار کا من ہونے کے سبب  
 سے اس سنیڈرم کا مہربان بھی تھا جس کے سامنے مسیح کو جو فرجوتا  
 پڑا۔ سنیڈرم کی میٹنگ اور رشتے قانون طوع آفتاب سے ہیں  
 متفقہ نہیں ہو سکتی تھی مگر یہ لوگ حوالقت کے سبب سے ایسے  
 اندھے ہو رہے تھے کہ جتنے اس جگہ اس وقت موجود تھے وہ  
 سب ایک حیا فرم ہو گئے تاکہ مسیح سے ہیں یہ سردار مجرم نیک  
 کوئی اور مسیح کے بھجات اس کے مدعیوں کی گواہی جمع کریں۔  
 مطلب یہ تھا کہ وہ جڑھے ہر ان لوگوں کو جو ماہر سے پریشکر میں  
 آئے ہوتے تھے کسی طرح کی مداخلت کا موقع نہ ملے اور جب  
 سورج نکل آئے تو تھوڑی دیر کے لئے یا قاعدہ طور پر فراہم ہو کہ  
 اس سردار کا فتویٰ لگا دس اور پھر اسے حکم کے پاس لے جائیں۔  
 اسی تھوڑی کی بیرونی کی گئی چاہے جس وقت پر تسلیم کے ہاتھ سے  
 لمبی تالے پڑے تھے اس وقت یہ صمد کے سینے پر بیاہ اور ڈراؤنی  
 تدبیروں کو پورا کرنے کے جوڑ توڑ میں لگے ہوئے تھے۔

اس عجیب کچھری کی جو بات ہماری ذمہ سب سے پہلے اپنی طرف کھینچتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ اس مقدمے کو کسی خاص جرم کی بنا پر شروع نہیں کرتے کیونکہ ایسا کر ثابت ہی مشکل تھا اور اس کا باعث یہ تھا کہ ممبران فیڈرل میں بھڑک پڑی ہوئی تھی۔ بیچ کی زندگی میں کئی بار ایسی باتیں فرمیں تو بہت برا سمجھتے تھے مگر عدالتی اُن کی کچھ پروا نہیں کیا کرتے تھے۔ اس طرح کئی ایسی باتیں بھی تھیں جن کی بدولت عدالتی میں کرتے تھے مگر قریب اُن کو اچھا جانتے تھے مثلاً مسیح کا جیکل کو پاک و صاف کرنا ایک ایسا واقعہ تھا جس نے صدر تیلوں کو غیظ و غضب سے بھر دیا مگر قریب اُس سے بہت خوش ہوئے۔

کالٹھانے اُس کی تعلیمات اور اُس کے رسوم کے بارے میں سوال کرنا شروع کیا۔ غالباً اُس کا مطلب یہ تھا کہ دیکھو کہ اُس کی تعلیمات میں کوئی ایسی تعلیم بھی پائی جاتی ہے جس سے پرتیبہ نکل سکے کہ وہ ملکی تنظیم کو درہم برہم کر چکا ہے اور اگر کوئی امید نکلے گی جیسے تو اُس کی بنا پر اُسے حاکم کے سامنے پیش کرے مگر یسوع نے اُس کے سوال کا یہ جواب دیا کہ میں خفیہ نہیں بلکہ علانیہ تم میں رہتا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ مجھے بتایا جائے کہ میں نے کیا قصور کیا ہے۔ اُس کے جواب کی غمخوئی طرز کو دیکھ کر کالٹھانے کسی خوشامدی اہل کار سے اُس کے رخسار پر ہانچ مارا مگر اُن کی مصروف مزاج حضرات نے اُس نابکار کو کچھ بھی نہ کہا۔ اس نامزد حرکت سے روشن رہے کہ وہ اپنی بے انصافیوں سے کبھی

انصاف کی توقع رکھ سکتا تھا اس کے بعد کوشش کی گئی کہ اُس کے برخلاف گواموں کی گواہی لی جائے اور اُس سے کسی قسم کا الزام تیار کیا جائے۔ اس غرض کی انجام دہی کے لئے کئی شخص اُٹھے اور کہنے لگے کہ ہم نے اُس کو یہ کہتے سنا ہے اور وہ کہنے لگتا ہے کہ اس کوشش کا نتیجہ کچھ نہ نکلا کیونکہ گواہ آپس میں متفق نہ تھے۔ آخر کار دو آدمی اُٹھے جو ایک بات پر جو اُس کے کام کے اندر ہی اُس کی زبان سے نکل چکی تھی اُس پر الزام لگائے تھے، کیونکہ اُن کے زعم میں وہ بڑی خراب بات تھی مگر یہ الزام بھی بے سیما تھا اور اگر اُسے حاکم کے سامنے حرم کی مشورت میں پیش کرتے تو دین کی نادانی فاش ہو جاتی۔

ابن ابیہ قرائنوں نے معتمد بادشاہ کو لکھا تھا کہ اُسے جان سے مار ڈالیں لیکن شکاہ اُن کے ہاتھ سے نکل جانا تھا اور یسوع اہل خاومتوں کو لکھتا تھا کہ محاسنوں کی گواہیاں کس طرح ایک دوسری کو کاٹ رہی ہیں۔ اُس کی عجیب خاموشی ظاہر کر رہی تھی کہ وہ اپنے مشورہوں سے ثابت بند اور علی ہے اور اُس کے دشمن بھی اس بات کو محسوس کر رہے تھے۔ پس آخر کار جب اُس کو پھانسی دیا گیا تو میر جسس آگ بگولا ہو کر اُسے لوٹنے کے لئے مجبور کرتے تھے۔ کیا سبب تھا کہ وہ رعد کی طرح کڑکھٹے لگا؟ اس کا سبب یہ تھا کہ ایک حرف تو وہ شرمناک لفظ تھا جو گماہوں کی جھوٹی گواہی سے عیاں ہو رہا تھا۔ ان لوگوں کو شرمندہ کرنا تھا اور دوسری طرف یسوع کی یہ محال خاموشی اُن حضرات کی تنبیہوں کو بھڑکاتے کہ انہیں بے ایمان نہیں سمجھو کہ ان کی اوجھڑائی میں ملے ہوئے تھے مثلاً ہی تھی۔

جب مقدمہ میں کچھ جان نظر نہ آئے تو کاٹھا اپنی جگہ سے اٹھ  
اور مشنوعی سنجیدگی سے پوچھنے لگا "کیا تو خدا کا بیٹا سمجھتا ہے؟"  
یہ سوال مشنوع پر محض ہنرمں لگانے کی نیت سے کیا گیا تھا، لیکن  
اسم دیکھتے ہیں کہ ہمارے خداوند جس وقت بول سکتا تھا اس وقت چپ  
رہا تھا اس وقت جبکہ چپ رہ سکتا تھا بول اٹھا اور اس سے  
بڑی سنجیدگی سے اقرار کیا کہ "جی ہاں میں خدا کا بیٹا ہوں۔ یہ بات س  
کر وہ جو اس کی عداوت کرنے بیٹھے تھے، بہت خوش ہوئے کیونکہ یہ  
جواب ان کی طرف منہ تھا۔ پس انہوں نے مسخ ہو کر اس برکت  
کا شوق لگایا اور اُسے واجب القتل ٹھہرایا۔

سادہ کاری کا روئی جلد حلقہ کی گئی، کسی سے ان قوانین کی  
ہروانہ کی جو افسوس کے لئے ضروری ہونے لگی۔ ان کی کارروائی کا  
مذہب یہ نہیں تھا کہ انصاف یا حق رسی ہو، بلکہ صرف یہ کہ مشنوع مجرم  
گردانا جائے۔ کہا غصہ ہے کہ جو لوگ اس کے مذہبی تھے وہی  
اس کے منصف بھی تھے۔ کسی سے اس سے یہ نہ پوچھا کہ اسے  
مشنوع کیا تو بھی اپنے گواہ اپنی بریت کے لئے پیش کر چکا تھا  
ہے؟ ان دنوں اس کے مخالفوں کی تعریف میں کہتے تھے کہ  
ہوتا ہے کہ ان کا ہفتہ سے ایک طرح کا سہارا تھا کیونکہ  
کوئی انسان وہ دعویٰ نہیں کر سکتا جو سمجھنے کے بغیر کوئی بستر اپنے آپ  
کو خدا نہیں کہہ سکتا کہ ان کی مشق و تہذیب اس میں تھی کہ  
انہوں نے کبھی اس کی حقیقت سے واقف ہونے کی کوشش نہ کی  
اور نہ کبھی رضامندی ہی دکھائی۔ ان کے دل کی آنکھوں کو جو عین

اور مصائب نے اندھا کر دیا تھا۔ پس یہ فیصلہ جو انہوں نے اس  
وقت کیا، جیسے دل سے نکلا تھا جس کے دروازے صداقت  
کے برخلاف بند تھے اور جس میں عناد اور انتقام کا زہر اپنا  
کام کر گیا تھا۔

ان کے نزدیک بیستی کے متعلق جو کچھ ہونا چاہیے تھا وہ  
جو کاٹھا کیونکہ وہ کہتے تھے کہ صبح کے وقت جو اجلاس حسبِ قاعدہ  
مستحق ہو گا وہ دو چار لمحوں میں ختم ہو جائے گا۔ اب یسوع ظلم  
بینہ اور رسم متعارف قوانین جیل اور ہنرمں لوگوں کے پھرتا گیا۔  
اس کے بعد ایسی سرمناک سرکٹیں نکلتی ہیں جن کے بیان سے  
قلم عاری ہے۔ طعن اور دشنام کی پوچھ کر تو ہمیشہ اہل مشرق کی  
برنامی کا باعث سمجھی جاتی ہے مشنوع ہوتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ  
مشرقی سمجھ پر مبنی اس بد لگائی میں شامل تھے کیونکہ بعض  
ان کو شرمندہ کرتے اور ان کے افسانوں پر حملہ آور ہوتا تھا اور ان کی  
برکاری کی تلخی بھول دیا کرتا تھا ان کے نزدیک سخت لغت کا باعث  
تھا۔ صدیقی لفظ کسی قدر بے پروا تھے مگر جب ان کو ایک دفعہ جو  
سجائے تھا تو ان کی بے پروائی پانچوں دور ہو جاتی تھی اور وہ ایک دم آتش  
عقب سے پھر کر سہل اور چھوٹا ہو جاتے تھے اور اگر فریسیوں کے  
عقد و بانہ جوش کی پوچھ تو اس کی نسبت چپ ہی رہتا بہتر ہے کیونکہ  
وہ طرح طرح کی ظالمانہ ترکیبیں ایجاد کر سکتے تھے۔ چنانچہ وہ کبھی اسے  
گھونٹتے تھے، کبھی اس پر پھونکتے اور کبھی اس کی آنکھیں بند کر کے  
اسے ٹھانچوں سے پیٹتے تھے اور اس کے پیغمبری دعوؤں کو ٹھٹھوں

میں اڑانے کے لئے اُس سے کہتے تھے اگر تو نبی ہے تو بت کہ  
 مجھے کس نے مارا ہے؟ ہم بن باتوں کو جو نہایت ہمدردی لگاتی ہیں  
 زیادہ طول دینا نہیں چاہتے۔ یہ وہ مسیح کو چھ یا سات بجے صبح کے  
 زنجیریں پہنا کر رومی حاکم کے مکان کی طرف سے چلے وہ کیا عجیب  
 اور دل خراش نظارہ تھا جس وقت یہودی قوم کے کاہن اور مذہب اور  
 ماضی اپنے مسیح کو لئے جاتے تھے تاکہ ایک عیروم شخص کے ہاتھ  
 سے اُن کا خون کرائیں۔ یہ ساعت گواہی دہم کی خودکشی کی عت  
 تھی۔ کیا اسی واسطے خدا نے اُن کو چنا اور ایسی نصیحت اور فطرت  
 بخشی تھی؟ کیا اسی واسطے عقاب قدرت کے بازوؤں پر چڑھ کر اُن  
 کو آسمانوں کی ہوا اکلوانی، اور ہر شکل اور آنت کے پیچھے سے پناہ  
 دی تھی؟ کیا یہاں دن دیکھنے کو اُن کے پاس اپنے اہل اور وہ  
 بار بار بھیجتے تھے جنہوں نے اُن کے باپ دادا کو مصر اور ہل کے  
 چنگل سے چھڑایا؟ کیا اسی نتیجے کے لئے وہ صدیوں سے اپنے  
 جلال کے کرشمے اُن کو دکھا رہا تھا؟ اُن کی حرکت نویں ظاہر کرتی تھی کہ  
 گویا انتظامات ربی ٹھکانوں میں اڑائے جاتا ہے ہر گھنٹہ کو کون خدا کو ٹھکانوں میں اڑا  
 سکتا ہے؟ اُس کے ارادے ہمیشہ تاریخ کے دائر میں اس طرح آگے آگے  
 بڑھتے جاتے ہیں کہ کوئی چیز مسدود راہ نہیں ہو سکتی۔ وہ انسان کی رضامند  
 اور مدد کا محتاج نہیں ہیں یہ اندوہناک گھڑی تھی جس میں یہودی قوم  
 اُس کے انتظاموں کو ٹھکانوں میں اڑا رہی تھی، اسی لئے مقرر ہوئی  
 تھی کہ اُس کی حکمت اور محبت کی گہرائی ہمہ ہر۔  
 جس رومی حاکم کے روبرو مسیح کو خدا فرماؤ تھا وہ پینٹس ہیل اُس

تھا جو چھ ماہ سے یہودیہ کا حاکم تھا۔ یہ شخص یگا رومی تھا مگر اُن  
 پرانے اور سردہ رومیوں کی مانند نہ تھا جو گذشتہ زمانہ میں موجود  
 تھے بلکہ یہ صریح زمانے کے رومیوں کی مانند تھا۔ اس میں شک  
 نہیں کہ اُس کی طبیعت میں پرانے رومیوں کے انصاف کی کچھ  
 کچھ رہن باقی تھی لیکن وہ عشرت پسند اور متکبر اور بدچلن آدمی تھا وہ  
 اُن یہودیوں کو جن پر حکمرانی کرتا تھا سخت رت کی نظر سے دیکھا کرتا تھا  
 اور جب بھی ملنے میں جاتا تھا تو اُن کا خون بھی پیا کرتا تھا اُس وہ  
 اُس کو بالکل عزیز نہیں رکھتے تھے بلکہ اُس پر بدانتظامی اور ظلم اور روت  
 مار کی نعمت لگایا کرتے تھے۔ ہیل اُس پر شیم میں بہت ہی کم اتنا تھا  
 اور اس کا سبب یہ ہو گا کہ وہ شخص جو روم کے مشرقی سالوں کا سیغہ  
 تھا جو تھیں اور طرح طرح کی فریب بخش کھیلوں کی گرم بازو کی ہیں  
 لگا ہوا تھا، اور عیاش سو سے مٹی کا فریغ نہ ہو رہا تھا، کب ہر شیم جیسے  
 شہر کو جہاں ہمیشہ دینی باؤں کا ہرجا ہوتا رہتا تھا اور لاف و ملت کی ہنگ  
 رہا شگفتی رہتی تھی، بسند کر سکتا تھا، اور جب بھی آتا تھا تو  
 متبرودیں کے شاہی محل میں اُتر کر رہتا تھا ہر گھنٹہ رومی حاکموں کا دستور  
 تھا کہ جب وہ مہمانوں کے مہمانک میں جاتے تھے تو اُن باؤں ہوں کے  
 حلوں میں رہتے تھے جو حکومت سے برطرف کئے جاتے تھے۔  
 اہل سیدہ روم اور وہ لوگ جو باہر میں اُن کے ساتھ مل گئے تھے  
 یہود کو اُس مٹک سے مل گئے ہو اُس بارے کے سچ سے گذرتی تھی  
 جس پر جو شہر رہتے تھے اور تالاب اور درخت نہ تھے جاتے تھے اور شاہی  
 محل پر سچ کر سے محل کے سب سے کھڑا کیا۔ ہیل اُس میدان میں اُس



جنگ کے سامنے جہاں تل کے دونوں بازو آئیں ہیں ملتے تھے، اور جہاں  
ورش پطرس کے رینگ اور قطع کے پتھر چڑھے ہوئے تھے اپنی  
مسند پر بیٹھ کر پکھری کرتے لگا۔

یہودی سروروں کو یہ یقین تھا کہ پیلاطس ہمارے فیصلہ کو  
قبول کرے گا اور مقدمہ کے فیصلہ و فرار پر غور کئے بغیر اس فتویٰ کی  
تائید کرے گا جو ہم نے لگایا ہے کیونکہ رومی عدلیہ کے حاملہ  
اوقات میں اس طرح کیا کرتے تھے۔ خصوصاً مذہبی مقدمات میں یہ اتفاق  
اکثر دیکھنے میں آتا تھا۔ روم کی وجہ یہ تھی کہ بسبب اجنبی ہونے  
کے وہ مذہبی معاملوں کو جلدی سمجھ نہیں سکتے تھے۔ یہیں جب پیلاطس  
نے پوچھا کہ شروع سے کیا قصور کیا ہے تو وہ ایک مذہبی موکر چلا  
آئے تھے کہ اگر یہ بدکار نہ ہوتا تو ہم اسے تیرے حوالے نہ کرتے۔ مگر  
پیلاطس اس وقت جن کی درخواست قبول کرنے کو تیار نہ تھا۔ لہذا  
اس نے کہا کہ اگر تم نہیں چاہتے کہ میں حالات دریافت کروں تو میرا  
ہے کہ تم اسے وہ سراوسے کر چھوڑ دو جس کے دینے کی اجازت تم  
کو سرکار کی طرف سے ملی ہوئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شروع  
کے حالات سے کسی قدر اذیت تھا۔ چنانچہ وہ جانتا تھا کہ اس کے  
سبب سے جنہوں نے اس کو پکڑا ہے۔ شروع اڈار کے روزنامہ شہرت  
سے جب یہ یسوع میں داخل ہوا تھا تو اس عجیب و غریب کی خبر پور پور  
کوئی ہوئی مگر اس نے یہ دیکھ کر کہ یسوع نے لوگوں کے بوجھ اور غم سے  
کوئی پولیشکل معتمد اور کرنے کی کوشش نہیں کی، نتیجہ نکال لیا ہو گا کہ وہ  
سرکاری معاملات میں خلل اندازی کرنے والا آدمی نہیں اور اس کی بیوی کا

خواب بھی دلالت کرتا ہے کہ سچ کی نسبت محل میں بہت ہیبت پیدا کرتی تھی  
اور ناممکن نہیں کہ اس دشادہ مذہب حاکم اور اس کی بیوی سے یہ دلچسپ  
تخصیص میں کر کے یہ یسوع میں ایک دہقان آیا ہوگا ہے جس نے کاپیوں کا دم  
ناک میں کر رکھا ہے بڑی خوشی منائی ہو اور ہنس ہنس کر راہ کی تنگ  
کو دور کیا ہو۔ اب جب ان سے یہ پوچھا گیا کہ اس کا کیا جرم ہے  
اور تم کس طرح اس کو ثابت کرتے ہو تو انہوں نے طرح طرح کے  
جھوٹے الزام لگائے شروع کئے جس میں سے میں بالکل عداوت ہیں۔  
ہلہ الزام یہ تھا کہ وہ قوم کو بھڑکاتا ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ قید کو خرچ  
دے سے منع کرتا ہے اور تیسرا یہ کہ وہ اپنے آپ کو بادشاہ کہتا ہے۔  
چوتھے کے سپرد روم میں تو اس پر پھر کوئی الزام لگایا تھا، پھر اس الزام  
لگائے جانے میں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ خوب جانتے تھے کہ کفر کوئی  
کا۔ الزام پلاطس کے دربار میں کارگردہ گا۔ رومی اس قسم کے الزاموں  
اور جرموں کی چنداں پروا نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب  
چھ سال بعد پلاطس پر یہی الزام لگایا گیا تو اس  
کے مدعیوں کی طرف سے تو جرم کی بلکہ ان کو پکھری سے نکال دیا۔  
پس مسیح کے مخالفوں نے ایسے نئے جرم گھڑے شروع کئے جو  
ثابت کرتے تھے کہ وہ گورنمنٹ سے باغی ہے، لیکن یہ کیا کیمنہ  
تھا۔ دیکھتے انہیں نہ صرف یہ کاری کے بند میں پھنسا ہوا بلکہ صان صان  
حقوٹ بھی پوننا چڑ۔ اب ہم ان کو دروغ گو نہ کہیں تو اور کیا کہہ سکتے  
ہیں؟ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ گورنمنٹ کے خلاف اس سے اسی معنیوں پر  
سوال کیا گیا تو اس نے اس الزام سے بالکل مختلف جواب دیا تھا چنانچہ

اُس نے بڑی صفائی سے بتا دیا تھا کہ جو فیصلہ کا ہے قصہ کو دوہرا  
 لیکن بلا طعوس خوب چاہتا تھا کہ یہ وقار داری جو اس وقت قصہ  
 کو خواجہ دینے کے بارے میں دکھائی جاتی ہے اس کا کیا مطلب ہے۔  
 وہ اُن کی ملک صلاحی اور سرگرمی کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ وہ  
 اُن کے شور و غل سے چھان چکانے کے لئے اپنی جگہ سے اٹھتا اور  
 بیچ کو چل کے اندر سے گپ تاکہ وہاں جا کر اُس سے خود حالات دریافت  
 کرے۔ یہ گھڑی اُس کے لئے نہایت بخیرہ گھڑی تھی لیکن وہ اُس کو  
 نہیں جانتا تھا کہ وہ کس کا لفظ تھا تو اسے اس جگہ پہنچ لایا ہزاروں  
 رومی حاکم جا بجا رومی سلطنت میں پائے جاتے تھے اور انہی اصولوں  
 کے باعث تھے جن کا پابند بلا طعوس تھا مگر اُس کا کیا سبب ہے کہ یہی حاکم  
 جتنا کہ اُن اصولوں کو شیخ کے مقدمہ کے متعلق کام میں لائے؟ جن باتوں  
 کا بلا طعوس اس وقت فیصلہ کر رہا تھا، اُن کے نتیجے میں اس کو معلوم ہو گئے۔  
 شاید اس مجرم کو جو اس وقت اُس کے سامنے کھڑا تھا وہ اوروں کی نسبت  
 کسی قدر زیادہ عجیب سمجھتا ہو گا کہ یہ کہتا ہو گا کہ میرا ایسے ایسے ہزاروں  
 آدمیوں سے بلا طعوس ہے۔ میں وہ کب بہ خیال کر سکتا تھا کہ اگر یہ اس وقت  
 انصاف کی پوچی بر تو میں ہی بیٹھا ہوا ہوں لیکن درحقیقت میری اور اُس  
 انتظام کی جس کے اصول کے مطابق میں عدالت کر رہا ہوں، اس عادلِ حقیقی  
 کے روبرو پیش ہو رہی ہے جس کے کمال کا تو ہر شخص کے عجیب اور ہر  
 انسانِ متظام کے نفس کو فاش کر دینا ہے۔ بلا طعوس ہے، میں وقتِ مسیح  
 سے چند سوالات اُن لوازموں کی سمیت کہے جو اُس پر لگائے گئے تھے۔  
 خصوصاً اُس کے بادشاہی دعوے کے معتقد اُس سے دریافت

کہا۔ میسوع نے اُسے بتایا کہ میں نے پولیسکل میں کبھی بادشاہ بننے  
 کا دعوے نہیں کیا مگر صداقت کا بادشاہ ہونے کا دعوے کر کے ہے۔ یہ  
 ایسا جواب تھا جو من صدائت دوست لوگوں کی دقت کھینچنے کے لئے  
 کافی تھا جو غیر قوموں کے درمیان تک نہیں جی میں سرگرداں ہو رہے تھے اور  
 نتیجہ میں کہ شیخ نے یہ جواب اسی غرض سے دیا جو کہ دیکھ کر بلا طعوس کے  
 دل میں جس کا احساس ہے یا نہیں۔ لیکن وہ اُس قسم کی باتوں کا دوست نہیں  
 رکھتا تھا لہذا اُس سے میسوع کی بات سننے میں اذادی۔ پھر بھی وہ اس  
 بات کا قائل ہو گیا کہ میسوع کے پاک اور طعوس اور غناک چہرے پر کوئی ایسے  
 آثار نہیں پائے جاتے جن سے یہ ظاہر ہو کہ وہ سرکاری اس میں ابتر ہی  
 بہہ کرنا چاہتا ہے۔ میں وہ عمل سے لنگی آیا اور یہودیوں سے کہنے  
 لگا کہ چونکہ میں میسوع ہیں کوئی قصور نہیں پاتا اس لئے اُسے چھوڑ  
 دینا چاہوں۔

یہ جس کہ یہودی ناپوسی کے مار سے عرصہ سے بھر گئے اور رہا چلا  
 کر اُن لوازموں کو جو شیخ پر لگائے گئے تھے دہرائے گئے۔ یہ طریقہ  
 یہودیوں ہی سے مخصوص تھا جتنا کہ کئی دفعہ اس سے پہلے سنوں  
 سے پہلے شور و غل کی سطح سے اپنے اجنبی حاکموں پر فتح پائی تھی  
 اور اُس کے جھڑپوں کو اپنی برتری کے مطابق تبدیل کر دیا تھا۔ بلا طعوس  
 کا درجہ یہ تھا کہ وہ اُن کے شور و غل کی طوط ذرا تو خیر کرتا بلکہ اُس کو اسی  
 وقت چھوڑ دیتا مگر اُس کے حیرت میں وہ حکمت میں غسی ہوئی تھی اور وہی انتظام  
 کی چھان تھی یعنی وہ باہمی امن اور بہادر حال آدمیوں کا معتقد تھا۔ اس  
 جب اُس نے اُن چیزوں کے درمیان جو اُس کے کانوں کے پر سے چھڑ

میں نہیں، ان کو یہ کہتے تھے شامیہ سارے بیورو میں بلکہ کللی سے لے کر کھانوں تک لوگوں کو سکھا سکا کہ امیر تاج ہے۔ تو اس بات سے وہ بڑھت خوش ہوا، کیونکہ اس کو ایک بہت بڑا تیرا گیا جس سے وہ اس ملکیت رہ معاشے سے بالکل سبکدوش ہو سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے کہا کہ میں بیورو کو ہیرودیس کے پاس جو کللی کا حاکم ہے اور اس وقت بیروشلیم میں آیا ہوا ہے بھیج دوں گا تا کہ وہ اس کا مقدمہ کرے۔ یہ بھی عہداری میں بہ دستور تھا کہ جس واقعہ میں کوئی شخص گرفتار کیا جاتا تھا، اس کا حاکم اس کو جس عدالت کے حاکم کے پاس بھیج دیا کرتا تھا جس سے وہ مجرم علاقہ نہ گھستا تھا۔ لہذا بلاطوس نے بیورو کو اسے باڈی گارڈ کے ہمراہ ہیرودیس کے محل کی طرف روانہ کیا اور بھیج کے تمام بھی ان کے ساتھ اسی طرف چل پڑے۔

جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ہیرودیس اپنے چھوٹے سے دربار میں خوشامدی اہل کاروں اور بندہ بول کے بیچ مسند پر بیٹھا ہے اور ادھر ادھر کی گارڈ کے سیاسی موجود ہیں۔ ہیرودیس بھی گدیوں کی طرح جن کا وہ حلقہ گوش تھا باڈی گارڈ رکھ کر تھا اور اس وقت عد سے لئے بیروشلیم میں آیا ہوا تھا۔ وہ یہ سن کر کہ بیورو آیا ہے بڑا خوش ہوا، کیونکہ جس ملک پر وہ حکمران تھا اس کے اسیر سے اس پر سے ایک بیورو کی نہرت پھیل رہی تھی۔ ہیرودیس مشرقی رستاہوں کا ایک عمدہ نمونہ تھا کیونکہ اس کے دل میں صرف ایک ہی خیال تھا اور وہ یہ کہ اپنے دل کو ہر طرح خوش رکھنا چاہیے۔ عشرت اور لذت اس کا دستور تھا اور بیروشلیم میں بھی اس

دلت تماشے ہی کے لئے آیا تھا۔ سو جب بیورو اس کے پاس لگا تو اس نے یہاں کیا کہ اب دل لگی کا اچھا موقع مل گیا۔ کچھ عرصہ کے لئے میری اور میرے درباروں کی طبیعت خوب لگی رہے گی۔ اسے اُمید تھی کہ بیورو صبر و کسی نہ کسی طرح کی کرات دکھا کر ہمیں خوش کر دے گا۔ ہیرودیس کسی بات کی طرف توجہ کی سے وہ جان نہیں لگا سکتا تھا چنانچہ بیورو کی خوش و خوش سے بھرے ہوئے اس بات کی اُمید رکھتے تھے کہ وہ ان کی مرضی کے مطابق فیصلہ کر دے گا کہ اس نے ذرا نوہر نہ کی بلکہ ایسے سے ترتیب سواں کے بندہ بول کے لئے شروع کئے کہ جو اب دینے کی مہلت نہ دی۔ آخر کار تھک کر چپ ہو گیا اور بیورو کے جواب کی تظاہر کر کے دیکھا کہ بیورو نے اس کے سامنے ایک لفظ بھی اپنی رہا ہے نہ نکالا۔ ہیرودیس فوجتہ ہنسہ دینے والے کے قتل کو بھول گیا تھا اور جو خیالات اس کی غور و تری سے اس کے دل میں پیدا ہوئے وہ بھی کا خود ہو گئے تھے۔ کیونکہ اس کا دل چلنے پھرنے کی سہ تھا جس پر بال کی بوند کبھی میں ٹھہرنی، مگر بیورو کو موت کے قتل کو نہیں بھولا تھا اور وہ اپنے دل میں کتنا تھا کہ ہیرودیس کو میرے سامنے جو بوجھنا کا دوست ہوں آنکھ کھانے سے شرم کھانا چاہئے پس خود نے نے ارادہ کیا کہ میں اسے شخص کے ساتھ ہرگز ہرگز بات نہ کروں گا، جو مجھے فقط ایک اچھے دکھانے والا ہے ہی تصور کرتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ میں اسے اپنی کرات کے تماشے سے رجحان مل سکے۔ اس شخص کی طرف میں نے اپنے آپ کو یہاں تک شراپ کر دیا تھا کہ ہیرودیس اسے اپنے نام و نشان تک اس میں نہ رہا، دیکھ بھی نہیں چاہتا تھا۔

لیکن ہیرودیس جو بالکل مردہ ہو گیا تھا اس خاموش نفرت کی سیٹھنے والی تاش کو محسوس نہیں کر سکتا تھا۔

مگر میرودیس بھی اس منقذہ میں منجیدگی کو کام میں لایا اور مسیح سے منجورہ دیکھنے کی بے فائدہ کوشش کرنے کے بعد اب اس نے اور اس کے سپاہیوں کے مسیح کو ذیل کرتا شروع کیا۔ چنانچہ اسے ایک ایسی جگہ دیا جہاں سناٹا تھا جس میں وہ لوگ بہت گہرے تھے جو شام کی تاریکی میں گھٹنے کی آئینہ رکھتے تھے اور ہیرودیس کا بھی میں مطلب تھا کہ اس پوٹنگ سے ظاہر ہو کہ مسیح بھی یہودیوں کے تخت کا میہ وار ہے لیکن ایسا آئینہ وار جو وقت اور جگہ کے ساتھ اور کسی بات کے نشان نہیں۔ اس وقت کے ساتھ مسیح کو پھر یہودی حاکم کے دربار کی طرف لوٹنا پڑا۔ اب یہودیوں سے وہ بائبل سرور ہونے کی وجہ سے اس کو نہ سناٹا کا ایک ایسا نمونہ بنا دیا جس کو مسیح کی سب سے گہری کافور صدیوں سے فاض کرتا آیا ہے۔ اس پر دریں تھا کہ جس وقت مسیح اس کے پاس لوٹ کر آیا تھا اس کو اسی وقت بڑی کردینا مگر اس نے سیالائی سے کام لینا چاہا اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ایک غلطی کے بعد دوسری غلطی میں گرفتار ہو گیا اور راستی کا بالکل حوالہ کھینچا۔ اس نے یہودیوں کی درت مخالف ہو کر کہا کہ اس شخص میں نہ مجھے اور نہ ہیرودیس کو کوئی قصور معلوم ہوتا ہے، میں میں اسے کوڑے مار کر چھوڑ دیتا ہوں۔ اس میں بلاطوس کی حکمت عملی یہ تھی کہ وہ فیصلہ کرنا تھا کہ کوڑے سے یہودیوں کے آئینہ کو بچھڑویں گے اور مسیح کو چھوڑ دینا انصاف کی دیوی کے لئے بھینٹ کا کام کر رہے تھے گا۔

لیکن ابھی وہ اس خبر کو پورا کر کے نہیں آیا تھا کہ ایک اور واقعہ سرزد ہوا جس نے ایک مرتبہ پھر بلاطوس کو مسیح کے چھوڑنے کا موقع دیا۔ رومی حاکم کو احاطہ تھی کہ مسیح کے روز قید یوں میں سے ایک قیدی کو لوگوں کے لئے چھوڑ دے۔ اس دستور کو اہل یروشلم بہت پسند کرتے تھے کیونکہ قید خانہ میں بہت سے ایسے قیدی ہوتے تھے جو یہودیوں کے بچے سے مستقر ہو کر آوی آئے تھے بدلت کا بھینٹ، انہیں تھے اور عوام کے نزدیک کسی حرکت کے سبب سے بڑے سارے گئے چلنے تھے۔ آج چونکہ مسیح بھی دن کا لند لوگ شہر کی گلیوں اور پوچوں سے بوق رب بوق مل آئے اور بڑے سخت و خروش اور شور و غل کے ساتھ ہی محل کے دروازے پر آئے سوچو محوئے ناکہ اپنا سالانہ کام یا نہیں۔ یہودیوں کی یہ درخواست بدلتوس کے حسب خواہش تھی کیونکہ اس کے دل میں یہ آئینہ پیدا ہوئی کہ یہ اب بھی جس میں اس مشکل حالت سے جس میں میں پھنس رہا ہوں نکلیں گا مگر یہ اس کی گروں کے لئے ایک نیا پھندہ تھا۔ اب بلاطوس نے ان سے کہا کہ اگر چاہو تو مسیح کو تمہارے لئے چھوڑ دوں۔ چھوڑ دوں دے گئے تھے وہ خاموش رہے مگر جب یاد آیا کہ ہمارا ایک رفیق یہودیوں میں بھی خید میں پڑا ہے تو اس کی رائی کی درخواست کی۔ یہ شخص اپنی مرکزیت کے سبب شہر گھر کو کہہ کر اس سے رومی حکومت کی یہ کمی کے لئے علم بغاوت ملنے کیا تھا۔ لوگ بھی اس کی نصیحت سے متاثر ہوئے تھے کہ یہودیوں کے لئے کا تا بھومی شروع کر دی اور انہیں ترغیب دی کہ مسیح کی رائی پر متفق نہ ہوں۔ دیکھتے سنیدرم کے ممبروں کی یہ کارروائی کیسی تباہ کن



جس۔ بھی تھوڑی دیر چوٹی کہ وہ یہ جیتا تھے تھے کہ ہم جہاں تیار اور  
دعا اور دعا ہیں اور دعویٰ قانون اور انتظام کو پسند کر کے میں لیکن جب  
شیوع کے بڑا ہونے کی ایک صورت نظر آئی تو فوراً اس کی طرف چو  
گئے جو لغات کا سرغنہ تھا اور اپنی کوششوں میں، ایسے کامیاب ہوئے  
کہ تمام لوگوں کو درخشا گیا۔ چنانچہ وہ سب کے سب برآیا ہوا پکارتے  
تھے۔ پلاٹوں نے یہ سن کر کہا میں شیوع سے کیا کروں؟ شاید  
وہ سوچتا تھا کہ میرے اس سوال کو سن کر لوگ کہیں گے کہ اس سے  
بھی چھوڑ دے۔ مگر یہ اس کی غلطی تھی کیونکہ سنہ ۱۹۱۸ء والوں سے  
ایسا کام ایسی خوبی سے کر لیا تھا کہ ہزار ہا آوازیں یہ کہنی چڑھ گئیں،  
”سے صلیب دے“۔ پس میں طرح ان کے دینی حاکموں نے کہا  
میں طرح وہ بول اٹھے یا یوں کہیں کہ جو قصہ ان کے دہروں  
نے کیا اس پر انہوں نے بھی، پس دستخط کر دیئے۔ ان کی یہ حالت  
دیکھ کر پلاٹوں بڑا غصے ہوا اور کہنے لگا: ”کیوں؟ اس نے کیا  
قصہ کر لیا ہے؟“ مگر اس خط کی اور ایسے جوابوں سے کچھ نہیں ہو سکتا  
تھا، کیونکہ لیصلہ تو ان کے ہاتھ میں چھوڑ دیا گیا تھا جن کے سر پر  
شعرت ہو رہا تھا۔ پس اس کا یہ سوال سن کر وہ اور بھی چڑھ گیا  
کہ کہنے لگے ”میں نے جہاں اور صلیب دے! صلیب!“

لیکن پلاٹوں ابھی انصاف کا حق کہنے کے لئے فوراً سے طور پر  
تیار نہ تھا۔ وہ، بھی ایک اور چار چہن چاہتا تھا مگر میں نے اس نے یہ  
محکم دیا کہ شیوع کے کوڑے لگائے جائیں۔ یہ فعل عموماً صلیب مینے سے  
پہلے وقوع ہوا کرتا تھا۔ بیاہی اس کو اپنی جگہ سے اٹھائے اور وہاں

اس کو بے عزت کر کے درگاہ دے کر اپنی ظلم پیدا طبیعت کو سر کیا۔  
ہم اس شرمناک اور درد انگیز نظارے کا حال بخت و برنگ مٹانا  
نہیں چاہتے۔ تو رکھیں کہ جب یہ لوگ اپنے سخت اظہار سے اس  
کو جو سائنس کو ایسی عزت دیتا اور ایسا پیار کرتا تھا تو کچھ دیتے  
ہوں گے تو اس کے دل میں کیا کچھ کرتا ہوگا اور کیا حمد و پختہ ہوگا  
جب وہ اس قدر نزدیک سے اس بے حد ظلم کو دیکھتا تھا جو انسان  
سے سرزد ہو سکتا ہے۔ بیاہی اپنی ظالمانہ حرکات کے مرے لے  
رہے تھے اور ظلم پر ظلم کرتے جاتے تھے اچانچہ جب کوڑے لگا چکے  
تو اس کو ایک کرسی پر بٹھا دیا اور بادشاہوں کے ارعالی جوئے کی  
نقل میں کہیں سے پیٹ پڑانا چوندا کر، سے پینا دیا۔ عصا کی جگہ ایک  
سرکڑا اس کے ہاتھ میں دیا اور ان جھاڑیوں میں سے جو اس پاس  
اگ رہی تھیں خار دار شیاں لے کر اور انہیں توڑ مروڑ کر تاج بنایا اور  
اس کے سر پر رکھ کر ایسا دایا کہ کانٹے اس کی گردنی میں جبا  
تھے۔ اس کے بعد سر پر ایک ٹھٹھے سے اس کے۔ سے جاکر سجدہ کرتا  
اور اس کے منہ پر ٹھوکتا تھا اور جو سرکڑا اس کے ہاتھ میں تھا وہی  
چھین کر اس کے سر اور منہ پر مارتا تھا۔

جب وہ اپنی ناشائستہ حرکات اور ظلم سے آخر کار میر ہو گئے،  
تو سے درخواستی چوٹے اور کانٹوں کے تاج کے ساتھ پلاٹوں کے  
پاس لائے۔ لوگ سامہوں کے اس نئے ٹھیکے کو دیکھ کر ہنسنے مہینے  
پاگل ہو گئے۔ اب پلاٹوں نے اس کو ایسی جگہ رکھا کہ جہاں سے سب  
لوگ اسے دیکھ سکتے تھے اور ہر یوں سے کہا کہ ”اس آدمی کو دیکھو“

اس کا مطلب یہ تھا کہ تم اس آدمی کو دیکھو جس کے ساتھ اس سے زیادہ سختی کرے گی ضرورت نہیں۔ تم کہیں اس کی جان کے سچھے پیڑ سے مرے؟ اس کو مارے سے نہیں کیا فائدہ ہوگا، کیا ایسا سخت حال آدمی کسی طرح کا نقصان پہنچا سکتا ہے، مگر جو الفاظ بلاطوس کے منہ سے نکلے وہ ان کا مطلب یہ ہی نہیں سمجھنا تھا۔ اس کے یہ الفاظ اس آدمی کو دیکھو، تمام دنیا میں گونج رہے ہیں اور ان کے سبب سے ہر زمانہ کے لوگوں کی آنکھیں اس حروفِ عثمانیہ کی طرف مائل ہیں۔ لیکن جب ہم اس کی صرف نظر کرتے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں؟ یہ کہ اس کے چہرے پر سے تو سرم کا سایہ دور ہو گیا ہے اور بلاطوس اور سیاہیوں اور کاپیوں اور دیگر مٹھانوں کے چہروں پر جا رہا ہے۔ اس کے جہاں کے ٹوٹنے بے خبری کے دھنوں کو دیکھ رہا ہے اور کاپیوں کے تازہ کیسٹروں کناروں کو جسے بگڑے شعلے کی طرح درختاں گرویا ہے۔ اب ہم غور کی دیر کے لئے بلاطوس کی طرف آتے ہیں جس طرح وہ بیسویں کی سلطنت کو محسوس کرنے میں قاصر ہو گیا، اسی طرح ان لوگوں کی طبیعت اور مزاج کے جانے میں مافوقِ انکسوس پر حکومت کیا کرنا تھا وہ سوچتا تھا کہ وہ مسیح کو ایسی خستہ حالی میں دیکھ کر خاموش ہو جائیں گے اور ان کے انتقام کی پیاس اس ذلیل مظلوم سے سبب چھ جائے گی مگر وہ ان ہاتھ کو کب ٹٹتے تھے وہ تو شروع ہی سے یہی جھٹکتے کرتے تھے کہ یہ شخص جو نہ دوست کا گھر رکھتا ہے اور نہ مامشاہ سے کی طرح کب مسیح ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے، اور اب نواب اور بھی بگڑ گئی تھی کہ وہ عہدِ سہامیوں کے اٹھ سے کوڑے لکھ چکا تھا اور

بٹھکوں میں، مڑا یا جا چکا تھا۔ پس سب یہ بے خبری کا نظارہ ان کے دلوں کو بلاطوس کی بات، منہ کی تڑپیں کہاں سے سکھاتا تھا؟ نہیں بلکہ ان ہاتھوں نے ان کو اور بھی نفرت اور دلوانہ پن سے بھر دیا اور وہ پہلے سے زیادہ زور سے جلاتے تھے اور اسے حبیب دے، اسے صلیب دے، آخر کار انہوں نے وہ الزام بھی اٹھل دیا جو اب ملک ان کے دلوں کی تڑپیں چھپا چکا تھا اور جسے اب زمانہ چھپ نہیں سکتے تھے جتنا بچہ وہ جلاتے تھے، ہم اہل شریعت ہیں اور شریعت کے موافق وہ قتل کے وارث ہے کیونکہ اس نے اپنے آپ کو خدا کا بیٹا ٹھہرایا، مگر یہ بات سن کر بلاطوس کے دل میں اور ہی خیالات پیدا ہو گئے ہو یہودیوں کے وہم میں بھی کبھی نہیں آئے تھے پہلے طوس کے وطن میں کئی پرانی یہ واقعات دیوتاؤں کے بیٹوں کی مروج تھیں جو بتائی تھیں کہ وہ زمین میں غریب بن کر آئے اور اسے خود پرہیزگار کہ کوئی ان کو عام لوگوں سے امتیاز نہیں کر سکتا تھا اور لوگوں کا ان کے متعلق یہ عقیدہ بھی تھا کہ ان سے دو چار ہونا بڑے خطرے کا باعث ہوتا ہے کیونکہ وہ ڈرتے تھے کہ اگر ان کو کسی سے دکھ پہنچا تو ان کے دیوتا پھر زور دکھ دیتے، دے کو دکھ پہنچائیں گے۔ لیکن اب لوگ اس قسم کے قصوں کو ماننا چھوڑ چکے تھے کیونکہ بنی آدم میں کوئی آدمی ایسا نظر نہیں آتا تھا جس میں ایسی عجیب و غریب باتیں نہ ہوں جن کے سبب سے وہ دیوتاؤں کا فرزند نہ مانا جائے لیکن بلاطوس کی آنکھوں سے شور میں کچھ ایسے ستر کی بات محسوس کی ہوئی جس کے سبب سے اس کا دل دہشت سے بھر گیا اور اب اب اس

نے لوگوں کے ہجوم کو کہنے لگا کہ "اُس نے اپنے آپ کو خدا کا بیٹا  
 ٹھہرایا" تو یہ زیادہ کا شفق بھلی کی طرح اُس پر آیا۔ یوں ہنسنے سے اُس نے  
 حافظے کی نسلوں میں سے ان ٹرانے اور مجھ سے ہوئے بقیوں کو جو اس  
 نے عالم طفلی میں سنے تھے نکال کر اُس کی "ناکھوں کے سامنے کھڑا  
 کر دیا اور اُس کے دل میں ایسا خوف بھریا جو بہت پرستی سے خاص  
 ہے اور جس پر کوئی ان زبان میں کی بڑے بڑے نالک (ڈر) سے سوچتا  
 ہے یا یوں کہیں کہ ایسے ڈر سے بچے ہوئے ہیں جن کے مضمون سے  
 ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگ ڈر سے تھے کہ کہیں بھول چوک سے میں  
 ایسا مجرم نہ ہو جاؤں جس کے سبب سے آسمانی طاقتیں اقامت میں  
 پر آمادہ ہو جائیں۔ اب بلاطوس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جس  
 طرح کیسٹر اور بالکس جو پیٹر کے بیٹے تھے کہیں کسی طرح یسوع  
 بھی یودیوں کے یوہا کا بیٹا نہ ہو۔ پس وہ فوراً اُسے محل میں  
 لے گیا اور ایک نئے ثوبت اور ذوق سے اُس کی طرف دیکھ کر  
 پوچھنے لگا "تو کھل سے سچے ہو مگر یسوع نے اُس کے جواب  
 میں ایک لفظ نہ کہا اور اس کا سبب یہ تھا کہ جب یسوع اُسے  
 اپنی بابت سب کچھ بتانے کو تیار تھا اُس وقت اُس نے اُس کی  
 طرف ذرا التفات نہ کی بلکہ اُسے کوڑے لگا کر انصاف کا امتیاز اس  
 کر دیا۔ اور دیکھنا چاہیے کہ جو کوئی اُس وقت میرے کی طرف توجہ میں کرنا  
 وقت وہ اُس سے بولتا یا بولنا چاہتا ہے وہ ایک ایسا وقت دیکھے گا  
 جب وہ چاہے گا کہ میرے بولے لیکن اُسے کچھ جواب نہ دیا جائے گا۔  
 اب یہ مقررہ حاکم کہیں یسوع کی اس خاموشی سے تعجب کرتا تھا

اور کبھی غصہ ہوتا تھا۔ آخر طیش میں آکر کہنے لگا تو مجھ سے بولتا میں؟  
 کیا تو نہیں جانتا کہ مجھے تیرے چھوڑ دینے کا بھی اختیار ہے اور  
 مسبب دینے کا بھی؟ اِس کے جواب میں یسوع نے اُس شانہ  
 و پر سے جو یادچود ظالمین ذلت و خواری کے اُس کی جھوٹ سے  
 ٹپک رہا تھا یہ کہ "اگر تجھے اوپر سے نہ دیا جاتا تو تیرا گھر پر کچھ  
 اختتام نہ ہوتا۔"

پلاطوس اپنے اختیار اور طاقت پر ناز کر کے کہتا تھا کہ میں  
 جو چاہوں سو تیرے ساتھ کر سکتا ہوں مگر درحقیقت وہ بہت ہی  
 کمزور تھا کیونکہ وہ اس لیے ارادے سے باہر آیا تھا کہ اُس یسوع کو  
 جھوڑوں کا گناہ اُس پر قائم نہ رہا۔ یودیوں نے اُس کے چہرے کو  
 دیکھ کر معلوم کر لیا کہ اُس کے دل میں کیا ہے۔ پس جنہوں نے اپنا  
 آخری جملہ ان الفاظ کے وسیلے سے کہا جنہیں وہ اب تک دل میں  
 چھپائے ہوئے بیٹھتے تھے یعنی اُسے دھکی دے کہ اگر تو اسے  
 جھوڑ دے گا تو ہم تجھے میرے قیصر کے دربار میں نمائش کریں گے۔ ہمارا  
 دوست میں اسقاط مذکورہ ذیل کا جو اُن کی زبان سے نکلے ہی مطلب  
 ہے "اگر تو اسے چھوڑ دیتا ہے تو قیصر کا خیر خواہ نہیں ہی اور اگر نہیں  
 کے شروع سے پلاطوس کے دل میں کھٹک رہا تھا۔ یہی وہ بات تھی  
 جس کے سبب سے پلاطوس منصف نہ فیصلہ پر قائم نہ رہا۔ رومی حکام  
 کسی بات سے اتنا نہیں ڈرتے تھے جتنا اُن نالشیوں اور فکایتوں  
 سے جو اُن کے برخلاف قیصر کے دربار میں کی جاتی تھیں۔ پلاطوس کے  
 زمانہ میں اس قسم کی شکایتیں اور بھی نقصان دہ سمجھی جاتی تھیں کیونکہ اس

وقت ایک ایسا شخص رومی تھیں یہ بھی تھا جو بڑا رومی اور بدگن  
اور نظام آدمی تھا۔ وہ اپنے خادموں کو بے عزت کر کے خوش ہوتا تھا،  
اور اگر اپنے ماتحتوں میں سے کسی کو کسی غصے کے دھڑے دار کی رعایت  
کرتے دیکھ لیتا تھا تو فوراً آگ بگودا ہو جاتا تھا۔ پلاطوس یہ بھی خوب  
جانتا تھا کہ میرا کام یہ خطے کے لائق نہیں کیونکہ اس میں علم اور خزان  
کے ذرائع گئے ہوئے ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ کسی شخص کو نیکی کو سننے  
سے کوئی بات اتنا نہیں مددگاری جتنا اس کی گزشتہ عمر کی بدی ہوئی  
ہے۔ پس یہودیوں کا ڈراوا پلاطوس کے ارادے کو ہلاک نہیں ہوئی  
کام کر گیا جو پانچوں کے سیلاب مکرور اور بے بین وعادتوں کے  
گراہنے میں کر جاتے ہیں اور یہ سیلاب میں اسی وقت آئے جب کہ  
اس نے اپنے ضمیر کی طاعت کا قصد کر لیا تھا۔ مگر وہ ایسا بد  
نہایت کہ اپنا نقصان گوارا کر کے بھی اس بات کی پیروی کرتا جس  
کو وہ دوست سمجھتا تھا۔ وہ دنیا کا غلام تھا، سو اس نے فوراً دیکھ  
لیا کہ مصالحت اسی میں ہے کہ یہودیوں کو یہودیوں کے واسطے کر دے۔  
اب کچھ تو وہ اس بات سے غصہ ہو رہا تھا کہ ان یہودیوں نے  
مجھے بڑا لٹکاڑ ہے اور کچھ مجھے مذہبی خیال کے سبب سے بھی ترسوا  
خاطر ہو رہا تھا۔ اس بخری خیال کے سبب سے اس نے پانی منگوایا  
اور سب کے سامنے اپنے ہاتھ دھو کر کہا میں اس راستہ پر کے خوش  
سے بڑی ہوں۔ لیکن اس نے بڑی غلطی کی کیونکہ ہاتھ دھونے کے  
عوض لازم یہ تھا کہ وہ انہیں مسیح کی رہائی کے لئے استعمال کرنا چاہیں  
اسانی سے دھوپا نہیں جاتا۔ لوگوں نے پلاطوس کے سامنے و

پیش کرنے کو خوب ٹھیکوں میں اڑایا اور چلا کر کنا شروع کیا اس کا  
خوش ہم میرا وہ ہماری اولاد پر۔

اب پلاطوس نے ان کی بے ادبی سے تنگ آکر یہ ارادہ کیا کہ میں  
بھی ان کو خوب شرمندہ کر دوں گا۔ پس اس نے بیٹھ کر ایک ایسی  
جگہ جہاں سے اسے سب دیکھ سکتے تھے کھڑا کر کے ان کو ٹھیکوں  
میں اڑانا شروع کیا۔ چنانچہ بیٹھ کر یہودیوں کا بادشاہ کہہ کر یہ  
جتنے لوگ اس شخص جو نہایت کنگال اور لاچار رہے حقیقت  
میں تمہارا بدستہ ہے یہ کیا میں تمہارے بادشاہ کو صلیب دوں؟ وہ  
یہ سن کر بہت شرمندہ ہوئے اور بلند آواز سے کہنے لگے نصیر کے  
سوا ہمارا کوئی بادشاہ نہیں۔ دیکھئے یہ آخر یہ یہودیوں کے لبوں  
سے کیسے بھٹتا ہے! یہ کہنا گویا اپنی قوم کی آندھ کی اور تواریخ کو  
بیراد کرنا تھا۔ پلاطوس نے ان کے اس اقرار کو تسلیم کیا اور شروع  
کو ان کے حواسے کر دیا۔

صلیب۔ جب وہ پلاطوس کے ہاتھوں سے اپنا سکا رہنے  
میں کامیاب نکلے تو اس سے صلیب دینے کو مقتل کی طوط روانہ  
ہوئے۔ اب ان کے دل ٹھنڈے سے ہو گئے۔ چنانچہ وہ راستے  
میں اپنی نالائقی اور ناروا منتہدی کو طرح طرح سے ظاہر کرتے  
جاتے تھے۔ انہوں تو مسیح کے جگہ یہودی سرور تھے۔ وہ اس  
خراب کام کے متعلق اسے سرگرم تھے کہ اسے سرکاری بیادوں  
کے ہاتھ میں نہیں چھوڑ سکتے تھے بلکہ ساری جو امت کے آگے  
خود ہی رہتے تھے تاکہ مقتل میں جا کر اس کی تکلیفوں کو دیکھ کر



وقت ایک ایسا شخص رومی تخت پر بیٹھا ہو، تھا جو بڑے بڑے آدمیوں کو دیکھ کر  
 اور غلام آدمی تھا۔ وہ اپنے غلاموں کو بے عزت کر کے خوش ہوتا تھا۔  
 اور اگر اپنے ہاتھوں میں سے کسی کو کسی تخت کے دوسرے وار کی رعایت  
 کرتے دیکھ لیت تھا تو فوراً اُنک بگولا ہو جاتا تھا۔ پلاطوس یہ بھی خوب  
 جانتا تھا کہ میرا کام لاشے کے لائق ہیں کیونکہ اُس میں ظلم اور غلامی  
 کے دینے لگے ہوئے ہیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ کسی شخص کو شہر کی کرنے  
 سے کوئی بات۔ تانیں روکھی جتنا اُس کی گدہ شدہ عمر کی بڑی لگتی  
 ہے۔ پس یہودیوں کا ڈر اور پلاطوس کے ادارے کو لایسے میں وہی  
 کام کرنا جو پانچویں کے سیلاب کمزور درجے میں دھار توں کے  
 گرائے میں کر جاتے ہیں اور یہ سیلاب میں اُس وقت آتے جب کہ  
 اُس نے اپنے نظیر کی طاعت کا قصہ کر لیا تھا۔ مگر وہ ایسا بہادر  
 نہ تھا کہ اپنا نقصان گوارا کر کے بھی اس بات کی بیروی کرتا جن  
 کو وہ راست سمجھتا تھا۔ وہ دنیا کا غلام تھا، سو اُس نے خود دیکھ  
 بیاں مصیبت اسی میں ہے کہ یسوع کو یہودیوں کے حوالے کر دے۔  
 سب سمجھ تو وہ اس بات سے غصہ ہو رہا تھا کہ ان یہودیوں نے  
 مجھے بڑا ستا رہا ہے۔ مگر کچھ نہ ہی خیال کے سبب سے بھی بڑھ کر وہ  
 خاطر ہو رہا تھا۔ اس آخری خیال کے سبب سے اُس نے پانی منگوا  
 اور اس کے سامنے اپنے ہاتھ دھو کر کہا میں اس راستہ کے خون  
 ں۔ لیکن اُس سے بڑی غلطی کی کیونکہ ہاتھ دھونے کے  
 تاکہ وہ اُمید مسیح کی رہائی کے لئے استعمال کرتا جن  
 یا نہیں جانتا۔ لوگوں نے پلاطوس کے پس و

پیس کر کے کو خوب ہتھکڑیوں میں اڑایا اور جلا کر کٹ شروع کیا اُس کا  
 خون ہم پر اور ہماری اولاد پر پڑا۔  
 اب پلاطوس نے اُن کی بے ادبی سے تنگ آکر یہ ارادہ کیا کہ میں  
 بھی اُن کو خوب شرمندہ کر دوں گا۔ پس اُس نے یسوع کو ایک ایسی  
 جگہ جہاں سے اُسے سب دیکھ سکتے تھے کھڑا کر کے اُن کو ہتھکڑیوں  
 میں اڑانا شروع کیا۔ چنانچہ یسوع کو یہودیوں کا بادشاہ کہہ کر یہ  
 حنا نے لگا کہ یہی شخص جو ہمایہ کنگال اور لاچار ہے حق تعالیٰ  
 میں غماز بادشاہ ہے۔ کیا میں عمار سے بادشاہ کو صلیب دوں؟ وہ  
 یہ سن کر بہت شرمندہ ہوئے اور بلند آواز سے کہنے لگے "نہیں کرے  
 سوا ہمارا کوئی بادشاہ نہیں"۔ دیکھئے یہ قرار یہودیوں کے ہوں  
 سے کیسے سننا ہے! یہ کہنا گویا اپنی قوم کی آزادی اور توبہ کی  
 بر یاد کرنا تھا۔ پلاطوس نے اُن سے اس اقرار کو تسلیم کیا اور یسوع  
 کو اُن کے حوالے کر دیا۔

صلیب۔ جب وہ پلاطوس کے ہاتھوں سے اپنا فنکار چھیننے  
 میں کامیاب لگے تو اُسے صلیب دیے کو منتقل کی طرف روانہ  
 ہوئے۔ اب اُن کے دل ٹھنڈے ہو گئے۔ چنانچہ وہ راستے  
 میں اپنی نالائقی اور ناروا فتنہ کی کو طرح طرح سے ظاہر کرتے  
 جانے لگے۔ یوں تو مسیح کے جلاوطن یہودی مسردار تھے۔ وہ اس  
 خراب کام کے متعلق ایسے سرگرم تھے کہ اُسے سرکاری پیادوں  
 کے ہاتھ میں نہیں پھوڑ سکتے تھے بلکہ ساری جماعت کے آگے آگے  
 خود جا رہے تھے تاکہ منتقل میں جاکر اور اُس کی نگاہوں کو دیکھ کر

اُس کے خون سے اپنے انتقام کی سیاس چھایا اُس وقت قریباً صبح کے دس بج گئے تھے۔ لوگوں کا شمار جو حاکم کے محل پر حاضر تھے، دفتر رفتہ بڑھ گیا تھا اور جب وہ پرنسپل ڈرم کے پیچھے پیچھے شہر میں سے گزرتے ہیں گے تو اُس وقت اور لوگ بھی اُس سے آٹے ہوں گے اور چونکہ آج صبح کا دن تھا اور لوگوں کو اپنے کاروبار سے دستِ عقی اُس کے لئے ہزار ہا لوگ ترشے کے لئے جمع ہو گئے تھے وہ لوگ جو پرنسپل ڈرم کے گھروں کے بند روئے مسج کو صلیب پر دیکھنے کے لئے حنزور موجود ہوئے ہوں گے۔ ان لوگوں کو دیکھ کر ہم فیاس کر سکتے ہیں کہ ہمارے خداوند کو ہزاروں سختیوں اور بیدرد لوگوں میں سے گزر کر اپنے مقتول کو جانا پڑا۔ جس جگہ وہ صلیب پر کھینچ گیا اُس کا ٹھیک بتہ معلوم نہیں۔ غالباً یہ جگہ شہر کے باہر تھی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسی جگہ لوگ پھانسی دیئے جاتے تھے۔ انجیل میں کوئی ایسا مقام نہیں پایا جاتا جس سے یہ ظاہر ہو کہ وہ جگہ کوری کمراتی تھی اور نہ مقتول کے قریب ہمارے کوئی ایسا پناہ ہی واقع ہے جسے دیکھ کر ہم یہ نتیجہ نکال سکیں کہ وہ پناہ پر مصلوب ہوا تھا۔ فلک تھا کی جس کا ترجمہ دیکھو بڑی کی جگہ لکھا گیا ہے یا تو یہ دھرم سمیہ ہے کہ اُس جگہ کی شکل انسان کی کھوپڑی کی مانند تھی یا یہ کہ وہاں اُن لوگوں کی کھوپڑیاں پائی جاتی تھیں جو تین اوپر موت کا شکار ہو چکے تھے۔ یہ دھرم زیادہ معقول معلوم ہوتی ہے۔ ہر حال یہ صاف ظاہر ہے کہ ہر جگہ ایسی گستاخ اور کھلی مٹی کی کثرت سے لوگ وہاں سے لے سکتے تھے اور اسی طرح یہ بھی روشن ہے کہ وہ مرگ کے کنا سے تھی۔

کیونکہ ایکس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن لوگوں کے سر جو وہاں سے مرچے تھے اُسے جاتے رات ہی کھڑے ہو کر مینوع کے ڈکھوں کو دیکھنے لگ گئے تھے۔

صلیب کی موت واقعی بڑی جہالت کی موت تھی۔ پندرہ سو سے خوب وقت بھانا ماسے کہ وہ سب سختیوں پر خیر ہسم کی سبب تھی چنانچہ وہ کہتا ہے کہ کسی مذبح کے بدن کے مزو کیانے آنے پائے ہیں یا اُس کے حیات اور انکھوں اور کالوں کے اس بھی نہ آئے پائے یہ ستر علوم اور پاپور کو دی جاتی تھی اور اُن کی ذمت کا اصل انسان سمجھ جاتی تھی۔ واقعی ایک نہ وہ آدمی کو صلیب پر بچوں سے گستاخ ایک ایسا نظارہ ہے کہ اُس سے زیادہ صلیب کے ہر کوئی نظارہ میں پرستار۔ اگر مٹیں گارے گارے موت آجانی تو صلیب کو بڑی تکلف، کٹائی بڑی مٹی مٹی مٹی کی بڑی قیاسیت دیتی کہ مصلوب کے دو دشمن ہیں ایک عذاب کے ماتے کر سنا پڑتا ہے اور دوسرا باؤں جن میں مٹیں مٹیں مٹیں مٹیں ایک کی طرح ہیں اٹھتے تھے۔ بدن کی کڑی مٹیں جاتی تھیں اور پیاس اس قدر لگتی تھی کہ اس قدر دم مٹیں مٹیں جاتی تھیں کہ مصلوب پیاس پیاس لگتا رہتا تھا۔ بدن کو ساکن رکھتا بڑا کٹیں کام دینا کہ جب درد مٹیں ہوتا پھا اُس سے بچنے کے لئے جسم خود بخود ہٹنے لگتا تھا مگر جسم کی ہر مٹیں دیکھ کی تھی سمورت چب کر تھی تھی

ہم اس مہینہ لاک نظام سے کے بیان کو طول دینا نہیں چاہتے۔ مسوہم اس کا کہ چھوڑ کر اس بات پر غور کریں گے کہ کس طرح پیشرونی

[illegible]

میں صلیب پر بچوں سے ملنے رہے تھے اس وقت وہ بچوں کے  
دور کو قبول کر رہے تھے ان کے لئے دعا مانگتا تھا اور جب صلیب  
پر لٹکا گیا تو اس نے اپنی نگاہوں کو اس چور سے دلچسپ لکھ کر کے  
بلک بلیا جو اس کے ساتھ مصلوب ہوا تھا اور اسی طرح پھر وہ کہ  
شدت کے وقت ہی وہ اسے آرام و آسائش کے لئے ایک ناکھ  
تھوپر مریا۔ جس جب اس کو صلیب پر دیکھتے ہیں وہ سمجھ کر کہ وہ  
بیوقوف ہیں و کھانی دینا بلکہ کسی شیوع معلوم ہوتا ہے جو وہ دوسرے سے  
بالکل جدا رہ دے اس کے لئے یہ سب کوتاہ کرنے کے لئے تھا۔

صلیب تک جاتی تھیں، پھر ہوا تھا۔ اس کی روح ہر طرح کے داغ سے  
منزہ تھی۔ پاکیزگی اس کی جان تھی مگر گناہ اس وقت اس پر گرا پڑا  
تھا اور اس سے اس پر گناہ چاہتا تھا مگر اس کا ایک ایک پرچہ اس  
سے جتنا چاہتا تھا۔ سمجھو کہ جسے ہر طرح کے عبادت آمیز محسوس  
اور حامدانہ فحش سے بھر کے ہوئے تھے جنہوں کا بلی باغ دیا اور  
سب کو اس سے بڑی واداری سے اس کی عقید کی بکلی پروک کر دیتے تھے  
اس پر فوری نہ تھے جن کو وہ منہ پھاڑتا رہا اور سب بھی کرنا تھا مگر  
اسی اور اس کی محبت کو پا لیا کہ اس کے لحاظ کے لیے  
سے مشغول رہے پھر وہی رہا اس پیش کی جس کے ساتھ وہ اس پر  
پہنچ کر نہ رہا۔ قہر سے کہ اس کے لیے کوئی نئی اساتذت  
کو متہد دکھا کر سب بھی اپنی قوم کو مطیع بنائے۔ ان لوگوں کو جو اس  
وقت اس سے بھرے کھڑے تھے جن کے چہروں کو اس کے ولی  
کینے اور جس نے مدح و ثناء تمام بنی آدم کی بدی کا  
ایک خداوند چاہیے اس کی آنکھیں ان کو دیکھتی تھیں۔ ان  
کی سختی اس کی بد حال، ان کے گھر اور ان کے کھیتوں سے  
برچھپوں کی طرح اس کے سینے کو چھپنی کو ڈال تھا۔  
پھر اس کے دکھوں میں ایک اور دردناک دکھ شامل تھا اور وہ  
یہ کہ دنیا کا گناہ نہ صرف اپنی لوگوں سے وسیع سے ہو اس وقت  
اس کے پاس حاضر تھے، اس پر، گناہ، گناہ گناہ اور ابد کے  
نراٹے کا یہ تھی اس پر دکھ اور خدا کی ہنسنے والی خاموشی  
جو اس پاکیزگی اور محبت کے نور کا دوسرا پہلو ہے اپنی ہنسنے والی

آگ کے سیکے مسح کے بد و گناہ گناہ ہی تھی مگر گناہ کا گناہ جو اس پر  
پڑا تھا، جسے اس کا جانیے۔ خدا کو یوں ہی پتہ آیا کہ وہ اس کو جو گناہ سے  
وقت نہ تھا یہی ہوئے تھے گناہ گناہ ہی تھے۔  
جن دکھوں کا وہ پرکھو۔ وہی وہ دکھ تھے جنہوں کے صلیب کا  
موت کو محسوس کرنا چاہتا تھا۔ وہ دکھ تھے جس کے بعد اس نے اس  
وہا سے ہر منہ پھر کر عالم جہنم کی طرف رخ کیا۔ اس وقت تک  
عجیب قسم کی نادی تمام سر میں برچھپ گئی، اور وہ شعلہ اس کا سے باہر  
کے سے اس کی برقعہ تھی اس کی سزا کی مانند معلوم ہوئی تھی  
اس کا تھا۔ قریباً سب لوگ اسے چھوڑ کر گناہ سے چھٹے اور وہ  
اس نے اس میں جو امر چھپی ہوئی تھی اور اس علم کے دھیرے میں جو  
باہر میں تھیں۔ اس وقت تک صلیب پر شکار ہوا اور شکار  
نورانی دکھ کے سمندر کی اس سے وہ آوار پنہ ہوں جس کا مطلب  
میان کرنا اس کی طاقت سے لیا ہے۔ اب میرے خدا اسے  
میرے خدا اسے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ یہ وہ وقت تھا جبکہ  
اس مرد و عورت کی روح سے اسے دکھ کی سب سے گہری نہ کو  
چھوڑا۔

صوفی ویر کے خداوند صبر میں کی سطح پر سے کا اور ہوگا اور  
مرد و عورت اور مسیح کی روح بھی دیکھ کے کہ اس سے نکل آئی  
جتنی جو مسیح سے اپنی آخری حد و حد پر پہنچی تھی اس کی قدرت  
ان لفظوں کے وسیع سے نکلی ہوئی ہوگی۔ اس کے بعد اس  
نے اپنی جوں ایک پس پس رہو کی میت کے لحاظ ہی زمان سے لکاتے



ہوئے خدا کے چہرے کی۔ اس کے لئے اپنی روح تیرے ہاتھوں میں سونپ دی۔  
مردوں میں سے بھی اٹھنا اور مسلمان بن کر چڑھ جانا۔ دیکھا  
میں کبھی کسی کام یا جہد کے نام کی جو سے ایسی باتیں نہیں ہوئی تھیں  
مسیح کے کام سے اس صفت کے روز ہوئی جو میرے جہد نامہ کا آخری  
صفت تھا معلوم ہوتا تھا کہ اب یسوع کے راستے کبھی پورے نہیں  
ہوں گے جب وہ مر گیا اور افسوس کیا کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ گواہی  
دے رہا بھی نہ ہو گیا اور اس کی قبر میں اس کے ساتھ کاڑ گیا ہے۔  
ہم جو اس زمانے کے ہیں جب گزشتہ صدیوں کی طرف لوٹ کر دیکھنے میں  
فوجیں قبر پر سے پھڑپھڑاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور ہمارے دل میں وہ کیفیت  
پیدا ہوتی ہے جو اس وقت لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوئی اور اس کا سبب  
ہے کہ جب کے وقت نے ہم کو انتظام ربی کے عہد سے نکال  
کر دیا ہے۔ اس سبب ہم اس کی قبر پر کھڑے ہوتے ہیں تو ہمارے  
دل میں ایسی باتیں آتی ہیں کہ ہم جانتے ہیں کہ پھر بٹایا جائے گا اور  
وہ بھی اٹھنے کا بلکہ جب وہ کامیاب اس دست و پاں ایک شخص بھی  
ہے اسی نے وہ خدا کو روئے روز جس سے بے کبھی مردوں میں سے جی  
اٹھنے کا ہے

دوسرے شرم کے سرکوب اور بیوقوفی مردوں میں بائبل کے پانی  
تھکی ہوئے تھے۔ موت ہر طرح کی بحث اور جھگڑوں کو تمام کر دیتی ہے۔  
اسی طرح مسیح کی موت نے بھی اس جھگڑے کو جو اس کے اور بیوقوفی پرانی  
کے دماغ پر چھا ہوا تھا تمام کر دیا اور اس صورت میں مسیح کی موت  
پیشروں کے حشر میں آتی یہی صورت مسیح موجود ہونے کا دلائل کی پرکھ

دوسرے کے ساتھ اس کے لئے مارا۔ جس سے جہنم کے پھٹنے کوئی بھی  
کی حسب خواہش نہ دیکھا جائے۔ جسے ہم نے کبھی پہنچا تھا کہ کبھی مر گیا اور  
اس کے ساتھ ہی جہنم کا دھواں اٹھتا تھا۔ جس سے اس کے نام سے  
دیکھا جاوے کہ وہ بھی دوسرے سال سے زیادہ مر گیا تھا۔ وہ خود اس وقت  
جہنم سے نہیں واپس آئے۔ بلکہ اس کو یہ گواہی دے رہا تھا  
سارے مردوں کی دل سستی۔ جس کو کوئی مسرت دیتی تھی چنانچہ اس وقت  
بکرا لکھا اس وقت وہ مسرت دے رہا تھا کہ یہ مسرت ہے۔ اور اس کا  
کے لئے تھا کہ اس کے ساتھ وہ گزشتہ سال جا رہی تھی زیادہ شرمناک  
میں آ رہا تھا۔ چنانچہ یہ نامہ کی تیار کرنا تھا۔ یہ تھا کہ اس نے  
شک اس کا ساتھ دیا کہ وہ بھی شہید تھا۔ اس میں ایک رکعت لگا  
کہ ممکن ہے کہ اب بھی وہ صلیب سے اترے اور وہ وہی ہے  
جو وہ وقت پر ہو گیا۔ یہ اتنی ہی تھی کہ وہ وہی ہے۔  
اب یہ شرم میں سے اس کو کہہ کر کہنے تھے کہ اس میں سوا  
کھڑا کر دیا اس میں اور پھر بھی گہری کا مینہ تھا۔ اس نے وہ شرم  
اپنی غلطی کو جس کے سبب سے انہوں نے ایک جھوٹا مسیح  
پیدا کیا تھا۔ یہ اس کے پٹے نہ تھا کہ اس میں وہی ہے جو وہی  
کہ وہ تختہ لٹا ہوا ہے۔ اس کو کہتے تھے کہ وہ اس کے ساتھ  
بیشک مسرت کے لئے وہاں سے نکلتا اور وہی ہے جو وہی  
جہنم کو دے دیا تھا۔ اس کو وہی ہے جو وہی ہے۔  
یہ وہی ہے کہ اس کو بالکل بھول گئے تھے۔ یہ وہی ہے کہ اس نے  
گئے تھے۔ سو جب وہ اس کو دیکھا۔ جنت کر گیا کہ اس وقت سے

نہ گھر پہنچی مددی۔ چنانچہ وہ عورتیں جو پہلے ہی مسرت کے دل اُس  
کی جبر کی تھیں، اس اُمید سے کہیں نہ تھیں کہ خبر کو خدائی پاؤں گی بلکہ وہ  
اس لئے تھیں کہ، اس کو سنا کر اور خوشیوں سے اور مسرت کریں۔ مگر  
مذاکرہ میں اس نے وہی روٹن ہیں گئی تھی کہ ان کو یہ شے  
گرفتار اور بگڑا تھا جسے وہ ان کو یہ کہنے لگی تھی۔ اس کی خوش خبر  
میں میں ہے معلوم نہیں کہ روگ کس سے کس دیکھ رہا ہے، پھر جب  
عورتوں سے ساگر میں کو بیاد کہ وہ اس سے بڑے علاقہ۔ کچھ ہے  
اُس کے اندر جس شکر میں کہ اس سے معلوم ہوئے۔ پھر وہ دباتا  
ہوئے کہ یہ بظاہر وہ نہ تھا کہ وہ خوشی کے مطابق ہرجی  
اُٹھ گیا۔ یا تو لفظوں سے جو ان دوستاگر دو کے لئے سے تھے پر  
ماؤں کو ہر سے جتنے شکر کروٹی ورنہ طرہی تانتھہ میری،  
وہ کہے تھے، نہ تو امید تھی اس میں کو محض ہی دیکھتا جیسے ناگو  
فراموش ہوئے فوہود سے روہ اور نام کر، سرور کیا۔ ان ان لوگوں  
سے زیادہ اور لولی ماؤں اور شستہ دل نہ تھا۔

مگر ہم خوش ہو کر وہ معین ہو رہا تو اس روتے۔ وہ شک لائے تاکہ  
ہم، میان میں یہی عقیدہ ہو مشکل سواں کا حل ہے کہ وہ کیا بات  
تھی جس کے سبب سے جیندہ ہی دونوں کے بعد یہ ہوگ جو کب تو اس معلوم  
ہوئے ہیں تھی تو خدائی اور پھر وہ سے بھر گئے اور ان کا بعد تو تازہ  
ہوا وہ بھی ہمیں ایسی مانگی اور طرہت سے حوصلہ ہوا کہ وہیں تالی ہر  
طرح سے کھی نظر نہیں آئی تھی، ہر لوگ ہمیں چاہتے ہیں کہ اس کا  
صوبہ نہ تھا کہ متحج مردوں میں سے جی اٹھا تھا۔ وہ ہم کو تہ سے

کہ وہ کس طرح حال قہر پر گئے کس طرح لہجہ خریم گدگدانی اور ہوسری عورتوں  
کو دیکھ کر دیا کس طرح بظاہر پر اور ان دوستاگر دوں پر جو ماؤں کو چاہتے  
تھے کہ ہر شو کس طرح اس کے بعد ایک مرتبہ دس کو اور ایک دفعہ گدگدانی کو نظر  
آیا کس طرح ایک دیکھا کہ کو نظر آیا کس طرح ایک دیکھا کہ کو نظر  
آیا کس طرح سب نے اس کو دیکھا کہ یہ شے دس کے قبل نہیں، اگر یہ شے دس کی  
میں تو شاید ہم اس کو نہ ماننے لگیں جو دیکھتے ہیں کہ سچ کا مردوں میں سے جی اٹھا  
دھیر کا خوشی وہ کرتے ہیں ایب واقعہ تھا جس کے ساتھ سبھی مذہب بھی  
اپنی قہر میں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ہم چاہتے ہیں کہ اگر یہ دعویٰ تھی میں وہ  
سبھی مذہب جو اس کی موت کے سبب سے بے جان ہو گیا تھا کس طرح  
پھر وہ نہ ہوا، شاید یہ کہے کہ لہجہ نے ان کے دلوں کو سنا نہ  
تعمیدوں سے ہر وہ تھا اور اگر وہ اُمید ہی پوری، اگر نہیں تو بھی  
ان لوگوں کے سے مشکل تھا کہ ایسی اُمیدوں کو دل میں ایک مرتبہ  
جگہ دے کہ یہاں پہ اوئی کاموں میں مصروف ہوں۔ اس انہوں سے  
نے نئے فن کے مردوں میں سے جی اٹھے کا ایک بھتہ گھر دیا میں یہ  
کوئی یہ کہے کہ انہوں نے حقیقت میں تو مسیح کو دیکھ میں تھا لیکن نہیں  
وہم ہوگی تھا کہ ہم نے سے دیکھ ہے مگر یہ دعویٰ ہے ہم میں رہ سکتے  
کیونکہ حسب ان کے ایمان سے پھر مطہب پانی و مینوں سے دوسری خیالات  
کو مانگ چھوڑ دیا اور روحانی مزاج میں تھے۔ پھر وہ تختوں کی امید نہیں  
دیکھتے تھے بلکہ ہر دم ہے آپ کو، بڑا اور موت کا شکار سمجھتے تھے کہ بارگاہ  
اس کے ایسی دانی اور سرگرمی در بڑے بڑے نتائج کی اُمید دیکھتے تھے  
یہاں سے سچ کے نام کی مادی میں مصروف تھے کہ پیشتر کبھی ایسی موبیاں

اُن میں نظر نہیں آتی تھیں۔ یہی بات اصل میں یہ ہے کہ جس طرح تمام جسم کی جڑیں  
تبدیل کے ساتھ ہی اٹھ اُٹھیں، اُس کا وہن بھی عجیب تبدیلی کے ساتھ اٹھ اُٹھتا رہتا ہے۔  
اگر اُس کے جذبہ میں بھی جہالت کو اُٹا دینا چاہیے تو پوچھئے کہ وہ نہیں اُٹھتا جس طرح وہ  
میں آئی، شاگرد یہ جواب دیتے ہیں کہ جس تبدیلی کا باعث روح کا جی، اُٹھنا  
اور اُس کے وہن کا وہن اُٹھنا ہے جو اُس کے جی اُٹھنے کے بعد اُس کو  
نفس پر اُٹھانے کی گواہی فیصلہ کن ثبوت میں عدیم سے دے سکتے ہیں کہ  
یہی عجب تبدیلی جو وقوع میں آئی، لیجئے کہ اُس میں سے بھی اُٹھنے  
کا سب سے بڑا ثبوت ہے وہ تبدیلی یہ تھی کہ وہ جو جسے بُروس تے  
ایک بیک دلیر بن گئے۔ وہ جو پہلے نا اُمید تھے اُن سے اُمید سے بھر گئے۔ وہ  
جو پہلے کم اعتماد تھے ایمان میں اُٹھ کر ہو گئے اور اُن کو اُن کے پاس  
میں بڑی حکمت و تدبیرات سے بھر گئے اور کلیسہ کا قائم کرنے کے لئے نام  
ضروری و صاف اُن میں پیدا ہو گئے اور دنیا کو مسیح کے پاس لائے  
اور نبی آدم کے زمانہ سے ہی نہ صرف کو بلکہ اُن کے ساتھ تمام کرنے کی  
حکمت اُن میں آگئی۔ پُرانے عہد نامے کے آخری صیت اور اُن دونوں  
ہفتوں کے درمیان جس کے اندر عجیب تبدیلی وجود میں آئی ضرور کوئی نہ  
کوئی واقعہ سرزد ہوا ہوگا جسے اس نتیجہ کا کافی سبب سمجھنا چاہیے۔ اس  
مقدمہ کو صرف یہی دعویٰ حل کر سکا ہے کہ یہ ثبوت اُن میں سے بھی اُٹھا۔  
پس اُس کا جی، اُٹھنا ایک ایسے ثبوت پر قائم ہے جو اُن کے ثبوت سے  
کبھی مضبوط اور ہر دست ہے، اور بڑی خوشی کی بات ہے کہ مسیح کا جی  
اُٹھنے سے ثبوت پر قائم ہے کیونکہ اگر مسیح جی نہ اُٹھا ہوتا تو یہ ثابت  
ہے لیکن اگر وہ جی، اُٹھتا ہے تو اُس کی تمام وہابی جو اعجاز سے پرستی اختیار

اور تبدیلی کرنے کے لئے جسے کچھ کم اُس کا جی اُٹھتا تھا مگر جس سے بڑا  
موجود ہے۔ اُس کا اُٹھنے کی طرت سے ہونا بھی، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ  
کیونکہ خود کے سوا، اور کوئی اُس کو زندہ کر سکتا تھا، اور اسی سے اہلی  
وہابی حسیطیں برحق معلوم ہوتی ہیں وہ  
خداوند کا وہن پر ہے کہ بعد ہی وقت کم اُس میں رہا کہ اُس  
کے بعد اُس کے جی اُٹھنے کے، بالکل قائل ہو گئے۔ یاد رہے کہ شاگرد بڑی  
دیر میں اس بات سے قائل ہوئے، چنانچہ جب اُنہوں نے غوروں سے  
اُس کے جی اُٹھنے کی خبر سنی، اُنہوں نے تو یقین نہ کیا۔ تو اُنہوں نے  
مُحرموں کی گواہی پر شک کیا اور اس بات کو توئے جس کو وہ ایک گیلی پیاٹ  
پر بلا کر اُن کے گواہی کا، عقیدہ کیا جب کہ اُس کی آواز کو نہ سنا  
مگر اس صبر و برداشت سے وہ اُن تک رسد والوں کے ساتھ مل کر  
کوٹا رہا اُس نے ثابت کر دیا کہ اُس وقت اُس کی جسمانی صورت کسی  
قدر تبدیل ہو گئی۔ ہے تو اسی اُس کا دل اپنے کی طرح محنت اور ہمت  
سے بھر اُٹھا ہے۔ یہ حقیقت بڑے عموماً طور پر اس بات سے ظاہر  
ہوتی ہے کہ وہ اُن کو جس جگہوں میں ملتا رہا جہاں مولا کو سمجھے  
سے پہلے، جیسا کہ غلامی پروری میں لی جگہیں تھیں جس وہ کھانا کھا  
اور مٹا دی کیا کرتا تھا۔ جہاں جیسا کہ اُس کے پیسے کام کو انجام دیا۔  
جہاں اپنے ٹکڑے پہلے تھے یا توں کہیں کہ وہ جی اُٹھنے سے بعد بھی  
کلیں کے پاؤں اور ہیندہ جھیل کوہ کوہ زمیوں اور ہیندہ غلبہ میں  
موجود ہو، اور ہر دشمن میں جس سے اُسے قتل کیا دکھائی دیا اور وہ اب  
بھی اُسے یہاں کرتے سے یاد نہیں رہ سکتا۔

گو اس کے ساتھ ہی ایسے نشانات بھی موجود تھے جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اس دنیا سے کچھ تعلق نہیں رکھتا تھا جہاں اس کی انسانیت میں جی اٹھنے کے بعد ایک قسم کی جذباتی پیدا ہو گئی تھی مثلاً جب مریم نے اس کے پاؤں کا پکڑنا چاہا تو اس نے اس کو چھوٹے سے منہ کیا۔ وہ اپنے دوستوں کے درمیان ایسے طور پر ایک بیک نمودار ہو جاتا تھا کہ اس راز کا بیان ہماری طاقت سے بعید ہے۔ اور جس طرح ایک ایک ظاہر ہوتا تھا اس طرح غائب بھی ہو جاتا تھا اور کبھی کبھی دکھائی دیتا تھا کیونکہ جس طرح پہلے اُن کے ساتھ شہرہ شہرہ تھا اس طرح اب نہ تھا۔ آخر کار چالیس دن کے بعد جب وہ غرض جس کے لیے وہ اتنے دن تک زمین پر رہا پورے ہو گئی اور اس کے شاگرد اپنی خوشی کی نئی طاقت کے ساتھ تمام قوموں کو اس کی زندگی اور حجت کشورہ دینے کے لیے تیار ہو گئے تو اس کی پہلائی انسانیت اس دنیا کو صدمہ دے گئی جو اس کا وطن تھا۔

فائدہ یہ کہ جب وہ جسم جس کے وسیلے سے کوئی زندگی اس دنیا میں نمودار ہوئی ہے، فنا ہو جاتا ہے تو اس زندگی کا تعلق اس دنیا سے قطع نہیں ہوتا کیونکہ وہ جی آدم کی زندگی کے دریا میں گورے اپنے سارے زور سے اپنا اثر دکھاتی رہتی ہے۔ حتیٰ تو یہ ہے کہ بسا اوقات یہی تاثر جو بعد میں ظاہر ہوتی ہے ثابت کرتی ہے کہ آدمی کی زندگی درحقیقت کبھی وزن وادھائی۔ مسیح کی زندگی کا بھی یہی حال ہے۔ انجیلوں کے بے مبالغہ بیان سے تو اس تاریخ آفرین قدرت کا یہ نہیں لگتا جو اس کی زندگی سے اس وقت جاری ہوئی جس وقت معلوم ہوتا تھا کہ

لیسوس بالکل فنا ہو گیا ہے۔ جو اس کی زندگی نے موجودہ دنیا پر پیدا کر رکھا ہے اس کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حقیقت میں کیا عظیم الشان شخص تھا۔ ہاں جو نتیجہ اب ہم کو نظر آتا ہے اسے دیکھ کر یہ گستاخ کیا ہے کہ جو کچھ اس نتیجے میں نظر آتا ہے وہ صرف کچھ اس کے منصب یا عظمت میں بھی موجود تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی زندگی تمام بنی آدم کی زندگی پر چھائی ہوئی ہے اور اس کی تاثیروں کے فیصلے سے انسان کے دل میں وہ حاکمیت کی گلزار کھلی ہوئی ہے اور تمام تئیروں کو اس طرح جذب کرتی جاتی ہے جس طرح کسی دریا میں جو ٹنک سے بیج سے گزرتا ہے اس کے معاون کر کے معلوم ہو جاتے ہیں۔ اس کی وقعت کی نسبت اس کی خاصیت زیادہ قابلِ غور ہے۔

پھر اس کی حقیقت کی اصل شہادت نہ تو نہ مانہ حال کی تہذیب کی عام تاریخ میں ملتی ہے اور نہ کلیسا کی ظاہری سرگزشت میں اس قدر پائی جاتی ہے جس قدر ان ایمان وادوں کے مسلسل تجربوں میں دیکھی جاتی ہے جو مسیحی کشتیوں کے بیچ میں سے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے ایک سلسلہ باندھ کر اپنے خداوند سے جاملتے ہیں وہ لکھنؤ کے جیو جیو جنس اس نے اُن کے گناہ اور دنیا سے نجات دہی اپنے تجربہ کے وسیلے سے ثابت کرتی ہیں کہ تاریخ نئی پیدائش جتنے والے نجات دہندہ کے وسیلے سے جو بنی آدم کے سلسلے میں ایک نیا کڑی نہ تھا وہ ٹکڑے ہو گئی ہے۔ اُن کا تجربہ ظاہر کرتا ہے کہ اسے بنی آدم اپنی طاقتوں کے وسیلے سے پیدا نہیں کر سکتے تھے کیونکہ وہ ایک کامل نمونہ ہے اور بنی آدم میں خاص ابن آدم وہی ہے۔ وہ لوگ جو ایک



گمراہ  
ہوتا تھا کہ  
کی نسبت  
قوی مثلاً  
چھوٹے  
یکساں  
حسن  
اور  
فک تھا  
شاگرد  
کے گروہ  
رہا کو  
فائدہ  
میں  
پا سے  
اپنے  
ایسا  
کی زندگی  
جسے  
کے  
کے

五

تقدیر ہی ایسے نشانہ  
 اس پر مینا سے بچھ  
 ہی اٹھتے کے بعد  
 نے اُس کے پاؤ  
 وہ اپنے دوست  
 تھا کہ اس راز کا ب  
 سے ظاہر ہوتا تھا  
 دیتا تھا کیونکہ حیر  
 جانتا تھا۔ آنکھ کا  
 نے وہ ملک فرین  
 ہی طاقت کے ر  
 لئے تیار ہو گئے تو  
 س کا اصلی وطن  
 جسم جس کے وہ  
 فنا ہو جاتا ہے  
 ہو کہ وہ نئی آدم  
 اپنا اثر دکھاتی  
 حد میں ظاہر ہوتی  
 وزن و ابھتی  
 بیان سے قوا  
 وقت جاری  
 — (۲۳۶) —

رہے جن سے ظاہر  
 کہتا تھا چنانچہ اُس  
 اُمید ملی پیدا ہو گئی  
 تا کہ اُس نے اُس کو  
 ان ایسے طور پر یک  
 طاقت سے عبید ہے،  
 یہ بھی جو جاتا تھا  
 ان کے ساتھ شیر و  
 کے بعد حبیب و غفران  
 چرخ چرخ اُس کے  
 سوں کو اُس کی زندگی گذر  
 لی اہل نیست اُس

نہ نہ گئی اس دنیا  
 کی کا تعلق اس  
 کے دیر میں گئے کہ  
 ہی تو یہ ہے کہ  
 رہتی ہے کہ آدمی  
 گناہ کا بھی ہی حال  
 ان قدرت کا یہ نہیں  
 معلوم ہوتا تھا کہ

مقام

یہ سب اس کی خاصیت اور اہمیت کی وجہ سے ہے۔ اس کی اہمیت کی نسبت اس کی خاصیت اور اہمیت کی وجہ سے ہے۔

یہ اُس کی حقیقت کی اصل شدت اور زمانہ حال کی تیزی کی عام تاریخ میں ملتی ہے اور دنیا کی ظاہری سرگزشت میں اس نذر پائی جاتی ہے جس قدر کہ دنیا داروں کے مسلسل تجربوں میں دیکھی جاتی ہے جو مسیحی پشتون کے دماغ میں سے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے ایک سلسلہ ہندو کر اپنے خداوند سے جاملتے ہیں وہ لاکھوں گرو جی جنہیں اُس نے اُن کے گناہ اور دنیا سے نجات دہی اپنے تجربہ کے وسیلے سے تابہ کر لی کہ تاریخ نئی پیداوار بننے والے نجات دہندہ کے وسیلے سے پوری آدم کے سلسلے میں ایک عام گزری نہ تھا دو گھنٹے ہو گئی ہے کہ تاریخ ظاہر کا ہے کہ اُسے اپنی آدم اپنی طاقتوں کے وسیلے سے نہیں کر سکتے تھے کیونکہ وہ ایک کامل نمونہ ہے اور بنی آدم میں خود

طرح خدا کی پاکیزگی کو محسوس کرتے اور دوسری طرف اپنی گنہگاروں کو پورے طور سے جانتے ہیں مگر پھر بھی اُس سلامتی سے خوش وقت و محض حال ہیں جو پاک زندگی کا ایک ایسے زوال منہج ہے جن کا تجربہ نہایت کرتا ہے کہ دنیا میں حقیقی مسیح کی ایک راہ کھل گئی ہے جس کے وسیلے سے گنہگار انسان خدا سے پاک کے ساتھ مل جاتا ہے۔ ہزاروں آدمی جو اُس خدا کے دیدار سے ناواقف ہیں جو مسیح کے کلام سے صاف کی چوٹی آکھڑ کو ایسا خاص طور معلوم ہوتا ہے جس میں تاریکی کو نور و خل نہیں اپنے تجربہ سے ظاہر کرتے ہیں کہ ان کی خدا کا آنکری مکاشفہ دنیا کو اُسی کے وسیلے سے پہنچا جو خدا کو ایسے کامل طور سے جانتا تھا کہ اُس کے علم کو دیکھ کر اُسے خدا سے کم نہیں کہہ سکتے۔

مسیح کی زندگی دنیا کی تواریخ سے کبھی معدوم نہ ہوگی بلکہ اس کا اثر دن بدن زیادہ زور پکڑتا جاتا ہے۔ موجودہ دنیا میں قدرتی باتیں ظاہر ہوتی جاتی ہیں آدمی آدم کے افضل تصورات جس قدر نشو و نما پاتے جاتے ہیں جس قدر ان کی اعمالی قوتیں بڑھتی جاتی ہیں اور بہتر مہارتیں پاک ہوتے جاتے ہیں اُس قدر مسیح کی حقیقت روز بروز منور ہوتی جاتی ہے اور اپنی نوع انسان پر چاہتے ہیں کہ تمام انسانی زندگی اُس کے تصورات اور اُس کی سیرت کے سانچے میں ڈھالی جائے۔

## التناس

کتاب حیات المسیح جو اب مجرا جھپ کر بدیشہ ناظرین کی جاتی ہے اوراق نورانی ہیں مگر صراحتاً حیات کی نظر سے گزر چکی ہے۔ اردو زبان میں مدین نامکمل کتابوں کو چھوڑ کر اور کوئی کتاب اس قسم کی جہاں تک پہنچے عید ہے موجود نہیں اور مجھے اُمید ہے کہ جب تک اس سے بہتر کوئی اور حیات المسیح تیار نہ ہو تب تک یہی سوچہ ضرورت کو رفع کرتی رہے گی۔ انگریزی زبان میں مگر اس مضمون پر پائی جاتی ہیں جن کے مطالعہ سے پُر صحت دل کو بہشت فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ مسیح کی زندگی کے تمام واقعات مسلسل وارزون کشیں ہو جاتے ہیں اور یہ پندرہ کتاب جانتا ہے کہ نول واقعہ اُس کی زندگی کے انوار وقت سے علاوہ رکھتا ہے۔ یہ کام آسانی سے نہیں ہو سکتا کیونکہ جو ایسا کرنے کی لیاقت رکھتے ہیں ان کو اشغال زندگی نصیب نہیں دیتے اور جنہیں فرصت حاصل ہے وہ شاید لیاقت نہیں رکھتے۔ لہذا اناجیل کے مطالعہ میں اس قسم کی کتابیں بہت مدد دیتی ہیں۔ اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ حیات المسیح خواہ کیسی ہی مطلق اور مفصل ہو پھر بھی وہ رتبہ نہیں رکھتی جو اناجیل کو حاصل ہے۔ پس حیات المسیح کو یا ایک طرح کی مدد ہے جس کے وسیلے سے انجیلوں کے بیانات روشن ہو جاتے ہیں جو شخص انسان کے تابع کردہ سوانح عمری پرکتا کرتا ہے اور انجیلوں کا مطالعہ نہیں کرتا وہ اس دھواں نطف سے جو کلام کے پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے محروم رہتا ہے۔ پس مجھے اُمید ہے کہ یہ کتاب حیات اس



کتاب کو پڑھیں گے وہ اس سے اس ماخذ کی طرف رجوع کرنے کی تحریک پائیں گے جس میں خداوند کی زندگی کا اصل حال درج ہے۔ میں یہ بھی چاہتا دینا چاہتا ہوں کہ مجھے اس کتاب کی تالیف کا بھی حق حاصل نہیں گو اس کے تیار کرنے میں میں نے ایڈر شام اور فیرر اور انڈر ووز اور بلیئر کی تصانیف سے بھی بعض بعض جگہ مدد لی ہے اور میں ان کی کتابوں سے بہت کچھ اس میں درج کر سکتا تھا مگر چونکہ اس بات کا خیال دامن گیر تھا کہ کتاب کی ضخامت بڑھنے نہ پائے، لہذا فقط چند موقعوں پر اکتفا کی۔ زیادہ تر مدد اس کے تیار کرنے میں سٹاکر صاحب کی کتاب حیات المسیح سے لی گئی ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اس کتاب کا بہت سا حصہ اسی کتاب سے لیا گیا ہے۔ ترقی میں جو کچھ شائع ہوا وہ صرف سٹاکر صاحب کی کتاب کا خلاصہ تھا، مگر اب اس پر بہت کچھ بڑھایا گیا ہے کئی مفید اور کارآمد حواشی بھی اضافہ کئے گئے ہیں اور جتنا حصہ ترقی میں شائع ہو چکا ہے اس کی نظر ثانی کی گئی ہے۔ مجھے اُمید ہے اور میری دعا بھی یہی ہے کہ اس کتاب کے وسیلے سے بہت لوگوں کی زندگیاں اس کی زندگی کی مانند بن جائیں جس کی پاک اور النی زندگی کا بیان اس کتاب میں قلمبند ہے اور کئی ایک کے دل میں اس کا ایسا عشق پیدا ہو کہ جب تک وہ اس پر ایمان نہ لائیں تب تک ان کو دلی آرام نہ ملے کیونکہ دلی آرام کی ندیاں اسی طرح ان کے اندر جاری ہو سکتی ہیں۔

خادم طالب الدین پاستر۔ ہندوستانی پریس بٹیرن چمروج۔ لاہور